لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

عالمِ اسلام

ڈاکٹر غلام جیلانی برق

ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

مدینہ کتاب گھر گوجرانوالہ
فون 75821 - 76412

نام کتاب	عالم اسلام
نام مصنف	ڈاکٹر غلام جیلانی برق
کتابت	محمد حسین چشتی
تعداد	ایک ہزار
تاریخ طبع	ربیع الاول ۱۴۰۲ھ
مطبع	بختیار پرنٹرز گنج بخش روڈ۔ لاہور
قیمت	روپے

ناشر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ۔ لاہور

ناشر کے قلم سے

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی شخصیت محتاج تعارف نہیں علمی حلقوں میں وہ ایک نامور قلم کار کی حیثیت سے مشہور ہیں۔

ڈاکٹر صاحب درجنوں کتابوں کے مصنف ہیں اور انکی کئی تصنیفات اپنے موضوع پر لاجواب ہیں۔ "من کی دنیا"، "عظیم کائنات کا عظیم خدا" اور "یورپ پر اسلام کے احسانات" اور اسی طرح کی چند دیگر تصنیفات ڈاکٹر صاحب کے زور قلم کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی تصنیفات کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو اپنے دین" اسلام" سے والہانہ عقیدت ہے۔ اور انہوں نے اپنی زندگی اسلام کو تمام ادیان سے افضل ثابت کرنے کے لیے وقف کر رکھی ہے۔

ڈاکٹر صاحب چونکہ بنیادی طور پر سائنسدان ہیں۔ اس لیے ان کا اندازِ تحقیق بالکل سائنٹیفک ہے۔ وہ ہر دعویٰ کے لیے بڑی مضبوط دلیل لاتے ہیں۔

"عظیم کائنات کا عظیم خدا" میں ڈاکٹر صاحب نے "وجود باری تعالیٰ" کو سائنسی حوالوں سے ثابت کیا ہے۔ "یورپ پر اسلام کے احسانات" میں اسلام کی تہذیب ثقافت اور ان کی عظمتوں کا نقشہ کھینچا ہے۔

ڈاکٹر صاحب یورپ سے مرعوب ہوجانے والے مسلم نوجوان کو بتانا چاہتے ہیں

کہ تم جس ترقی سے مرعوب ہو رہے ہو، اس کے سوتے تو خود تمہارے گھر سے پھوٹتے ہیں۔ وہ اسے بتانا چاہتے ہیں کہ تم جس دین کے پیرو ہو اسکی برکتوں نے عرب کے بدؤں کو انداز جہانبانی سکھا دیے تھے۔

اسی دین کی پیروی کر کے تم نے صدیوں تک تہذیب و ثقافت علم و فن اور دیگر میدانوں میں دُنیا کی راہنمائی کی ہے۔

اور اگر آج بھی تم اِسی مقام تک پہنچنا چاہتے ہو تو اپنے دین کو مضبوطی سے پکڑ لو دُنیا تمہاری قیادت تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔

زیرِ نظر تصنیف" عالمِ اسلام" میں ڈاکٹر صاحب نے" نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاک کاشغر" اسلامی دُنیا کی جغرافیائی اور سیاسی حیثیت، ان کے معدنی، زرعی، تجارتی اور افرادی وسائل کا نقشہ کھینچا ہے۔ ان ممالک کے باہمی روابط ان کے رسُوم و رواج اور ان کی تاریخی حیثیت بیان کی ہے۔

اور مسلم نوجوان کو بڑے اعتماد سے دعوت دی ہے کہ ان حالات و وسائل کی موجودگی میں اگر تم اِسلامی اخلاق کو بھی اپنالو تو دُنیا بہت جلد تمہاری قیادت تسلیم کرے گی۔ کیوں کہ مادیت اور لادینت کی تباہ کاریوں سے انسانیت تنگ آچکی ہے اور کسی ایسے گوشے کی تلاش میں ہے۔ جہاں اس کی رُوح کو سکون مل سکے اور یہ سکون سوائے اسلام کے اور کہیں نہیں مل سکتا۔

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ڈاکٹر صاحب کی یہ دوسری تصنیف شائع کرنے کا اعزاز حاصل کر رہا ہے۔ اس سے پہلے ہم نے ڈاکٹر صاحب کی تصنیف" عظیم کائنات کا عظیم خدا" شائع کی تھی۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ ڈاکٹر صاحب کے زورِ قلم میں اور اضافہ فرمائیے اور ہمیں ان کی تصنیفات شائع کرنے کی توفیق بخشے اور ہماری ان مساعی کو شرف قبول بخشے آمین

محمد حفیظ البرکات شاہ

مدیر ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ لاہور

فہرست مضامین

حرفِ اوّل

پہلی جنگ عظیم کے بعد ایشیا و افریقہ کے ہر حصے پر یورپی اقوام قابض ہوگئی تھیں۔ کہیں کوئی آزاد اسلامی سلطنت باقی نہیں رہی تھی۔ لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد آزادی کی طاقتور لہریں یہاں وہاں سے اُٹھیں اور بیسیوں آزاد ریاستیں وجود میں آگئیں مثلاً

مُلک	سالِ آزادی	مُلک	سالِ آزادی	مُلک	سالِ آزادی
شام	۱۹۴۳ء	جمہوریہ وسطی افریقہ	۱۹۵۶ء	سینیگال	۱۹۶۰ء
لبنان	"	ملایا	۱۹۵۷ء	صومالی جمہوریہ	"
انڈونیشیا	۱۹۴۵ء	گنی	۱۹۵۸ء	چاڈ	"
البانیہ	۱۹۴۶ء	اپر والٹا	۱۹۶۰ء	سیرالیون	۱۹۶۱ء
پاکستان	۱۹۴۷ء	آئیوری کوسٹ	"	کویت	"
اُردن	۱۹۴۸ء	ڈہومی	"	الجیریا	۱۹۶۲ء
لیبیا	۱۹۵۱ء	گھانا	"	تنزانیہ	۱۹۶۳ء
تونس	۱۹۵۶ء	ماریطانیہ	"	ملیشیا	"
مراکش	"	مڈغاسکر	"	گیمبیا	۱۹۶۵ء
سوڈان	"	نائیجیریا	"	جنوبی یمن	۱۹۶۷ء
ٹوجو	"	کیمرون	"	بنگلہ دیش	۱۹۷۱ء

ملک	سال آزادی	ملک	سال آزادی	ملک	سال آزادی
عرب امارات	۱۹۷۱ء	زنجبار	۱۹۶۳ء	افغانستان	۱۹۱۹ء
قطر	"	دوسری جنگِ عظیم		ترکی	۱۹۲۲ء
مسقط و عمان	"	سے پہلے کی نیم آزاد		سعودی عرب	۱۹۲۲ء
		سلطنتیں		مصر	"

یہ ریاستیں تعلیم۔ صنعت اور زراعت کے فروغ کے لیے کوشاں ہیں۔ انہیں اپنی پسماندگی کا شدید احساس ہے اور اس بات کا بھی۔ کہ یورپ اُن کی معدنی دولت اور تجارت پہ چھایا ہوا ہے۔ چنانچہ وہ متحد ہو کر طاقت حاصل کر رہے ہیں۔ اِن کے بلاک اور وفاق بن رہے ہیں ان کے ہاں کارخانے لگ رہے ہیں۔ علمی تحقیقی۔ فنی اور تکنیکی درسگاہیں اور تجربہ گاہیں قائم ہو رہی ہیں۔ ہزاروں چمنیاں دھواں اُگل رہی ہیں۔ ہر طرف بجلی کے تاروں کا جال بچھ رہا ہے نئی زمینیں آباد ہو رہی ہیں۔ غلے کی نئی اقسام دریافت کی جا رہی ہیں۔ اہلِ قلم اصلاح و تزکیہ کے لیے کتابوں کے انبار لگا رہے ہیں۔ ان کے طلبہ حصولِ علم کے لیے یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں جا رہے ہیں۔ اور پچھلے تین چار سال سے دُنیائے اسلام میں ایک شور بپا ہے کہ قرآن کی طرف چلو۔ اِسی آواز کا نتیجہ ہے۔ کہ کئی ریاستیں اپنے آئین و قانون کو اسلامی سانچے میں ڈھال چکی ہیں۔ اور کئی دیگر ڈھال رہی ہیں۔ یوں نظر آتا ہے کہ اِسلام ایک مرتبہ پھر تاریخِ عالم کی زمام اپنے ہاتھ میں لینے والا ہے۔

نہ شرقی نہ غربی

اِسلام نہ شرقی ہے نہ غربی۔ بلکہ وہ دُنیا میں ہر طرف پھیلا ہوا ہے۔ انڈونیشیا سے

استنبول اور بحیرۂ خزر سے بحر اوقیانوس تک مسلمانوں کی پچاس آزاد سلطنتیں قائم ہیں۔ اور باقی دنیا میں بھی ان کی خاصی تعداد موجود ہے۔ مثلاً

۱ : بھارت میں دس کروڑ
۲ : چین میں نو کروڑ
۳ : روس میں سات کروڑ
۴ : حبشہ میں ۷۰ لاکھ
۵ : امریکہ ۴۰ لاکھ
۶ : سیام میں ۲۵ لاکھ
۷ : فلپائن ۲۵ لاکھ
۸ : تانگانیکا ۲۰ لاکھ
۹ : یوگوسلاویہ ۱۹ لاکھ
۱۰ : انگلستان ۱۶ لاکھ
۱۱ : کینیا ۱۲ لاکھ
۱۲ : بلغاریہ ۱۱ لاکھ
۱۳ : برما ۱۰ لاکھ
۱۴ : کانگو ۶ لاکھ
۱۵ : لنکا ۸ لاکھ
۱۶ : کینیڈا ۶ لاکھ
۱۷ : بورنیو ۶ لاکھ
۱۸ : انگولا ۴ لاکھ

علاوہ ازیں یونان، کوریا، روڈیشیا۔ تبت۔ آسٹریلیا اور ہانگ کانگ میں کم از کم ایک، ایک لاکھ مسلمان موجود ہیں۔

نپولین ۱۷۹۸ء میں مصر پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس وقت مصر کی آبادی صرف ۲۵ لاکھ تھی۔ اور آج ساڑھے تین کروڑ اسلامی ممالک میں ولادت و موت کا سالانہ تناسب ۱-۳ کا ہے۔ یعنی وہاں ایک مرتا ہے تو تین پیدا ہوتے ہیں۔ اگر موت و حیات کا تناسب یہی رہا۔ تو اگلے بیس سال میں ہماری آبادی ڈیڑھ ارب کے قریب ہو جائے گی۔ اس وقت اسلامی آزاد ممالک کا رقبہ ایک کروڑ بیس لاکھ مربع میل ہے۔ اور کل آبادی اندازاً ایک ارب پندرہ کروڑ۔

رحمت و الفت

اگر مسلمان برائے نام مسلمان نہ ہوا۔ بلکہ قرآنی تعلیمات کا عملی پیکر بن گیا۔ تو ساری دُنیا اس سے محبت کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ قرآنِ مقدس اپنے پیروکو حکم دیتا ہے۔ کہ وہ دنیائے انسانی کے لیے رحمت بنے ہر شخص کی بے تمیز رنگ و ملت خدمت کرے۔ آدم و حوا کے ناطے سے ہر انسان کو بھائی سمجھے۔ سیاست کی بنا عدل پہ رکھے اور معاشرہ کی احسان پر۔ ظلم، فریب۔ جھوٹ اور خیانت سے بچے۔ مساکین کو اپنی کمائی میں شامل کرے۔ زیادتی کرنے والوں کو معاف کر دے۔ اور نیکی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دے۔ ایسے انسان سے کون پیار نہیں کرے گا۔ اور وقتِ مشکل کون اس کی مدد کے لیے آگے نہیں آئے گا۔ گویا مسلمان بننا ساری دنیا کی دعائیں لینا اور دوسروں کے اشتراک سے قوت فراہم کرنا ہے مسلمانوں کا یہی وہ کردار تھا کہ اپنے دور اقتدار میں جہاں بھی گئے۔ لوگوں کے محبوب بن گئے اور صدیوں وہاں رہے۔ ہسپانیہ میں ہم آٹھ سو برس رہے۔ ہند پر ساڑھے آٹھ سو سال حکومت کی۔ اور ایران۔ شام۔ عراق۔ اُردن۔ مصر۔ تونس۔ الجیریا۔ لیبیا اور مراکش میں ساڑھے تیرہ سو سال سے ڈٹے ہوئے ہیں۔ ہم بعض ممالک سے نکال دیئے گئے ہیں۔ مثلاً۔ مالٹا۔ جنوبی اٹلی۔ سسلی۔ سمرقند اور بخارا سے۔ کیونکہ وہاں ہمارا کردار غیر اسلامی ہو گیا تھا۔ دنیا ہم سے نفرت کرنے لگی تھی۔ مجبوراً ہمیں وہاں سے نکلنا پڑا۔

یورپ اور ہم

اِسلامی ممالک پر یورپ کا تسلّط ایک لحاظ سے رحمت ثابت ہوا ہے کہ مسلمانوں کو نئے افکار نظریات اور مسائل سے واسطہ پڑا ہے۔ ہم جمہوریت کے تصور سے آشنا ہوئے۔

ایک ایسی تہذیب سے رابطہ قائم ہوا جسمیں عالمی بننے کی صلاحیت موجود تھی۔ ہم نئے اندازِ تحقیق سے آگاہ ہوئے۔ صنعت اور ٹکنالوجی کے بل پہ ہم مشینیں بنانے کے قابل بنے۔ یورپ سے تسخیرِ فطرت کے اسرار سیکھے۔ ہمیں کائنات کے باطن میں جھانکنے والی آنکھ مل گئی۔ علومِ جدیدہ کی مدد سے ہم مسائلِ حیات کے نئے حل تلاش کرنے لگے۔ اور یوں دُنیائے اِسلام کو سعی و عمل کے لیے محکم بنیادیں مل گئیں۔

تبدیلی

مشرق اور خصوصاً اسلامی ممالک میں ہر چیز بدل رہی ہے۔ شہروں، بستیوں اور راہوں اور شاہراہوں کی ہیئت تبدیل ہو رہی ہے۔ یورپ اور اشتراکی ممالک سے فکر و فلسفہ کے جھکڑ آرہے ہیں۔ جو ذہنوں کو بدل رہے ہیں۔ اس تبدیلی میں بین الاقوامی ہوٹلوں بیرونی سیاحوں۔ فضائی مسافروں۔ پریس اور عالمی وسائل ابلاغ کا بھی دخل ہے۔ بظاہر یہی نظر آتا ہے۔ کہ خُذ ما صفا و دَعْ ماکَدَر (صاف چیز لے لو اور میلی چھوڑ دو) کے مطابق مسلمان صرف مفید اثرات قبول کر رہے ہیں اور مضر اشیاء سے بچ رہے ہیں۔ اور یوں دھیرے دھیرے ایک روشن مستقبل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

محلِّ وقوع

دُنیا کے مشرق میں چین، جاپان اور بھارت ہے۔ مغرب میں امریکہ اور یورپ۔ اِن دونوں خطوں کے درمیان اِسلامی بلاک ہے۔ تمام عالمی سیاح اِسی بلاک سے گزر کر اِدھر اُدھر جاتے ہیں۔ یہ بلاک نہ ایشیائی ہے نہ افریقی اِسے اِسلامی برِ اعظم کہنا زیادہ۔

صحیح ہوگا۔ مشرق و مغرب کے مابین تجارت سویز۔ خلیج ایران۔ درۂ دانیال۔ درۂ خیبر اور درۂ بولان کے راستے ہی سے ممکن ہے۔ اور یہ تمام مقامات مسلمانوں کے قبضے میں ہیں۔ اقوامِ عالم کو مسلمانوں سے عمدہ تعلقات رکھنا ہی پڑیں گے۔ تاکہ اُن کی تجارت و معیشت متاثر نہ ہو۔

فضائی سفر کی وجہ سے اسلامی بلاک کی اہمیت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ کیوں کہ طیاروں کو تیل لینے کے لیے قاہرہ۔ بغداد۔ ایران۔ لبنان وغیرہ میں رُکنا پڑتا ہے۔

اِسلام کا فروغ

چونکہ اسلام رنگ و نسب کی تفریق کا قائل نہیں۔ وہ تمام نبائے آدم کو اپنا بھائی سمجھتا اور تمام آسمانی کتابوں پر یقین رکھتا ہے۔ وہ ہر ایک کے ساتھ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔ محبت، مروّت، خدمت اور صداقت اِس کے بنیادی اُصول ہیں۔ یہ صداقت و دیانت کی سختی سے تاکید کرتا ہے۔ اور ایثار و فیاضی کا بار بار حکم دیتا ہے۔ اِس لیے گناہ ظلم، نفرت اور تفریق و تشتّت سے پٹی ہوئی انسانیت اسلام کی طرف کھچی ہوئی آ رہی ہے۔ ۶۴۲ء میں جب پہلا مسلمان (عمرو بن عاصؓ) مصر میں داخل ہوا تھا۔ تو افریقہ کے برِّاعظم میں صرف ایک (حضرتِ بلالؓ) مسلمان تھا۔ اور آج تقریباً بتیس کروڑ نصف سے زیادہ افریقہ اسلام لا چکا ہے۔ اور باقی ماندہ دھیرے دھیرے مائل بہ اِسلام ہو رہا ہے۔ ابنِ بطوطہ ۱۲۷۷ء اپنے سفرنامہ پر لکھتا ہے کہ دورانِ سفر میں مجھے چین اور بحرالکاہلی جزائر میں بھی مسلمانوں کی ایک خاصی تعداد نظر آئی تھی۔ بعض یورپی نقاد مسلمانوں پر یہ الزام دھرتے ہیں۔ کہ انہوں نے اسلام بزورِ شمشیر پھیلایا ہے۔ ان سے کوئی پوچھے کہ اِسلامی تلوار چین۔ ملایا۔

بورنیو۔ سراوک اور جاوا سماٹرا میں کبھی داخل نہیں ہوئی تھی۔ وہاں اسلام کیسے پہنچ گیا۔ ؟
بات یہ ہے کہ عربی تاجر افریقہ کی مشرقی بندرگاہوں کے علاوہ بحرِ ہند اور بحرالکاہل کے دور دراز جزائر تک بھی جاتے تھے۔ ہر تاجر مُبلّغ بھی ہوتا تھا۔ اِس لیے وہ جہاں بھی جاتے تھے اسلام کا پیغام بھی ساتھ لے جاتے تھے۔ آغاز میں یہ پیغام سواحل تک محدود تھا۔ لیکن بعد میں یہ دُور تک اندرونِ مُلک پھیل گیا۔ آج ملایا میں ساٹھ لاکھ۔ فلپائن میں تیس لاکھ۔ مختلف جزائر میں پچاس لاکھ اور انڈونیشیا میں ۱۲ کروڑ مسلمان پائے جاتے ہیں۔

تُرک اور اِسلام

لفظ ترکؔ کے معنی ہیں طاقتور اور مضبوط۔ شروع میں ترک صرف اس قبیلے کا نام تھا۔ جو منگولیا کے ایک پہاڑ "التاری" کے دامن میں آباد تھا۔ جب اس قبیلے کو فتوحات کی وجہ سے اہمیت حاصل ہوئی۔ تو دیگر قبائل بھی اپنے آپ کو تُرک کہنے لگے۔ شروع میں اِن قبائل کا تعلق اسلامی ممالک سے صرف اتنا ہی تھا۔ کہ یہ گروہوں کی صُورت میں اسلامی بستیوں پر حملہ بولتے اور لُوٹ مار کرکے واپس چلے جاتے تھے۔ منگول انہی ترکوں کے رشتہ دار تھے۔ یہ اَن پڑھ اور اکھڑ تھے۔ ان کے سردار کا نام تموچین تھا۔ جو چنگیز کے نام سے مشہور ہے۔ یہ بارھویں صدی میں اسلامی ممالک پر حملہ آور ہوئے۔ چنگیز کے بعد اِس کی سلطنت اُس کے بیٹوں میں تقسیم ہوگئی۔

۱۲۵۶ء میں اس کے پوتے ہلاکو نے بغداد کو بُری طرح تباہ کیا۔ ۱۹ لاکھ نفوس قتل کر ڈالے اور کروڑوں کتابیں گٹھڑیاں باندھ کر دریائے دجلہ میں پھینک دیں۔ لیکن صرف چالیس سال بعد ہلاکو کے جانشین اسلام لے آئے۔ اور یُوں مجروح بسمل اسلام پھر زندہ ہوگیا۔ اور انہیں ترکوں سے دو طاقتور سلطنتیں وجود میں آگئیں۔ ہند میں مغلیہ اور ترکی میں عثمانیہ۔ مغلیہ کے ۲۶ سلاطین نے ۱۵۲۶ء سے ۱۸۵۷ء تک ۳۳۱ برس حکومت کی۔ اِن کے زوال سے نوّے برس بعد ہندوستان میں پاکستان بنا۔ جس کے دو حصے تھے۔ مشرق میں بنگال جو ۱۹۷۱ء میں آزاد ہوکر بنگلہ دیش بن گیا۔ اور شمال مغربی صُوبے (پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان) پاکستان کہلانے لگے۔ اِس وقت ۱۹۷۹ء میں بنگلہ دیش کی آبادی دس کروڑ کے قریب ہے۔ اور پاکستان کی ساڑھے سات کروڑ۔ پاکستان میں ۱۵ یونیورسٹیاں اور ساڑھے تین سو سے زیادہ آرٹس۔ میڈیکل، انجنیئرنگ اور دیگر فنون کے کالج ہیں۔ فضائیہ، برّیہ اور بحریہ کی کئی درجن درس گاہیں۔ الگ حکُومت نے انتظامیہ کی اِصلاح کے لیے صرف لاہور میں تین بڑے بڑے ادارے قائم کر رکھے ہیں۔ سٹاف کالج نیپا اور سول سروسِس اکاڈمی۔ کراچی میں بحری جہاز بن رہے ہیں اور سنجوال و واہ میں اسلحہ بعض مقامات پر میراج طیارے ڈھالنے کے سامان ہو رہے ہیں۔ ہمارے زرعی سائنسدان گندم۔ چاول اور کپاس کی نئی اقسام دریافت کر رہے ہیں۔ چائے اور پٹ سن اُگانے کے تجربے بھی ہو رہے ہیں۔ ہمارے ہاں اچھا آم نہیں تھا۔ پچھلے بیس برس میں ہم نے رحیم یار خان۔ ساہیوال، ملتان، حیدرآباد اور دیگر مقامات پر اچھی نسل کے کئی لاکھ درخت لگا کر اس کمی کو نہ صرف پُورا کر دیا ہے۔ بلکہ بعض اقسام میں ہم بھارت سے آگے نکل گئے ہیں۔ ہم کئی مقامات پر تیل تلاش کر رہے ہیں۔ پانی کے بڑے بڑے ڈیم بنا رہے ہیں۔

بجلی کی پیداوار میں دھڑا دھڑ اضافہ کر رہے ہیں۔ گھی، کپڑے، سائیکلوں، ٹائروں اور دیگر مصنوعات کے کئی ہزار کارخانے ملک میں چل رہے ہیں۔ یوں کہیئے کہ پاکستان شاہراہِ ترقی پر بہت تیزی سے دوڑ رہا ہے۔

رہے عثمانیہ۔ توران کے ۳۸ سلاطین نے ۱۲۹۹ سے ۱۹۲۲ تک حکومت کی۔ پھر ملک میں جمہوریت قائم ہوگئی جو آج ۱۹۷۹ء میں بھی زندہ ہے۔

سیکولر نظامِ حکومت

اسلامی ممالک میں جدید تعلیم یافتہ نسل کا ایک گروہ جس کا علم جہالت سے زیادہ تاریک ہے، ہر مقام پر مذہب کے خلاف مصروفِ عمل ہے۔ اور سیکولر (لادینی) نظامِ حکومت کا پرچار کر رہا ہے۔ انہیں کون سمجھائے کہ

(۱) دینی نظام ربُّ العرش کا تجویز کردہ ہے۔ اور لادینی نظام عقلِ خام کار کی اختراع۔

(ب) لادینی میں اقدار مصلحتوں کے تابع ہوتی ہیں اور دین میں مصالح تابع اقدار۔

(ج) دینی اقدار کی جڑیں رُوح میں پیوست ہوتی ہیں اور لادینی کی تخمین وظن میں۔

(د) لادینی میں موت انجامِ حیات ہے۔ اور دین میں آغازِ حیات۔

(ہ) لادینی میں حرص کی آگ ہر وقت بھڑکتی رہتی ہے۔ لیکن دین میں قناعت اس آگ کو سر ہی نہیں اُٹھانے دیتی۔

(و) لادینی میں اقتدار ایک حریص و بے لگام حاکم کے پاس ہوتا ہے اور دین میں خُدا کے پاس۔

(س) لادینی کے مستقبل پر موت کے اندھیرے محیط ہوتے ہیں۔ اور دین دمبدم نئی منزل کے لیے نئے ولولے پیدا کرتا اور قوم کو رواں دواں رکھتا ہے۔

(ح) لادینی میں جنگ استحصال کی خاطر لڑی جاتی ہے۔ اور دین میں ظلم و جبر کے استیصال کے لیے۔

اس وقت بیشتر اسلامی ممالک میں بازگشت بہ مذہب، تزکیہ روح، گناہ سے نفرت، شوقِ علم، تسخیرِ کائنات کی ایک طاقتور لہر آئی ہوئی ہے۔ جو انسان کے ظاہر و باطن پر اثر انداز ہو رہی ہے۔ ہر جگہ نظامِ حکومت دینی سانچے میں ڈھل رہا ہے۔

اور مسلمان پھر تعمیرِ حرم میں مصروف ہے۔ اسلامی ممالک کے نمائندے اپنے معاشی، سیاسی اور روحانی استحکام کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ ان کے عالمی سکرٹریٹ، پریس، بنک اور دیگر ادارے قائم ہو چکے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ملک کی کوشش یہی ہے۔ کہ وہ ترقی یافتہ اقوام کی صفوں میں ایک باوقار مقام حاصل کرے۔

اِسلامی ممالک کی غذائی و معدنی دولت

معدنی دولت سے مراد تیل۔ فولاد۔ کوئلہ۔ تانبہ اور دیگر معادن ہیں۔ گندم۔ چائے کوکو۔ مونگ پھلی۔ چینی۔ نباتاتی تیل۔ چینی۔ تباکو وغیرہ اسلامی ممالک کی غذائی دولت ہیں

کوکو

اسلامی ممالک میں نائیجیریا سب سے زیادہ کوکو پیدا کرتا ہے۔ اِس کے لیے مرطوب آب و ہوا۔ اسی انچ سالانہ بارش اور ۷۰۔۸۰ کے درمیان ٹمپریچر درکار ہے۔ یہ بڑے بڑے

درختوں کے سایے میں اُگتی ہے ۱۹۶۱ء میں انڈونیشیا ۔ نائیجیریا اور کیمرون کی پیدا وار دو لاکھ ستر ہزار ٹن تھی ۔ ساری دنیا کا ۸.۲۸ فیصد ۔

انعام اللہ خان : Economic Resources of Muslim Countries. کراچی ۔ ۱۹۶۴ ۔ صـ ۱۳

کافی

یہ کیمرون ۔ ڈہومی ۔ انڈونیشیا ۔ ملیشیا اور یمن میں پیدا ہوتی ہے ۔ ۱۹۶۱ء میں اس کی پیداوار ۴۲،۸۰،۰۰۰ ٹن تھی ۔ (ایضاً صـ ۱۵)

کھوپا

یہ انڈونیشیا ۔ ملیشیا ۔ جزائر مالدیپ ۔ نائیجیریا ۔ زنجبار اور بنگلہ دیش میں پیدا ہوتا ہے ۔ ۱۹۶۱ء میں پیدا وار ۳۶ لاکھ ٹن تھی ۔ دنیا کا ۲۹ فیصد ۔ ایضاً صـ ۱۷ ۔ ۱۶ ۔

مچھلی

۱۹۶۱ء میں ساری دنیا نے سمندروں سے [illegible] ۔ اکتیس لاکھ ساٹھ ہزار ٹن مچھلی پکڑی تھی ۔ مسلم ممالک کا حصہ یہ تھا ۔

انڈونیشیا ۔	۷,۳۴,۰۰۰ ٹن	ملیشیا ۔	۱۷۹,۰۰۰ ٹن
پاکستان	۲۱۹,۰۰۰ ٹن	مراکش	۱۶۵,۰۰۰ ٹن
مصر	۹۲ ۰۰۰ ٹن	ترکی	۹۷,۰۰۰ ٹن

میزان ۸۸۶,۰۰۰ ٹن ایضاً صہ ۲۳)

مونگ پھلی

۱۹۶۱ میں ساری دنیا کی پیداوار ایک کروڑ ، اکتالیس لاکھ ٹن تھی۔ اسمیں اسلامی دنیا کا حصہ ۲۸ لاکھ ٹن تھا۔ یعنی

نائیجیریا ۱۲,۴۵,۰۰۰ ٹن سینیگال ۸,۹۰,۰۰۰ ٹن
انڈونیشیا ۴ لاکھ ٹن سوڈان ۱,۹۲,۰۰۰ ٹن
نائیجر ۱۵۲,۰۰۰ ٹن (ایضاً صہ ۲۵

مویشی

مویشی غذا کے علاوہ لادنے ، ہل چلانے اور سواری کے کام بھی آتے ہیں۔ اسلامی ممالک میں ان کی تعداد (۱۹۶۱ء) میں یہ تھی۔

اُونٹ ۴۰,۷۷,۰۰۰ بھیڑیں ۱۱,۳۲,۷۵,۰۰۰
بکریاں ۳,۹۰,۷۱,۰۰۰ گائے بیل ۸,۷۴,۹۰,۰۰۰
گھوڑے ۳۷,۶۴,۰۰۰

پاکستان کے اعداد

بھیڑیں ۶۶,۸۰,۰۰۰ بکری ۹۵,۸۸,۰۰۰
گائے بیل ۴۰۶,۹۴,۰۰۰ بھینیں ۶۳,۱۹,۰۰۰
اونٹ ۶۰,۰۰۰ ایضاً صہ ۲۹

آلو

آلو دُنیا کے ہر حصے میں پیدا ہوتا ہے۔ ۱۹۶۱ء میں اس کی پیداوار

مصر میں ۳۹۲،۰۰۰ ٹن　　　پاکستان میں ۴۸۴،۰۰۰ ٹن

اور ترکی میں ۱۴ لاکھ ٹن تھی۔

ایضاً صـ ۳۹

چاول

۱۹۶۱ء میں ساری دُنیا کی پیداوار چوبیس کروڑ پچیس لاکھ ٹن تھی۔ اسلامی ممالک میں سوا تین کروڑ ٹن پیدا ہوا تھا۔ پاکستان کی پیداوار ایک کروڑ اکسٹھ لاکھ پندرہ ہزار ٹن تھی۔　　　ایضاً صـ ۴۱

گندم

مسلم ممالک دُنیا کا دس فیصد گیہوں پیدا کرتے ہیں۔ ۱۹۶۱ء میں دُنیا کی پیداوار ساڑھے چوبیس کروڑ ٹن تھی۔

اسمیں مسلم ممالک کا حصہ اڑھائی کروڑ ٹن تھا۔ پاکستان کی پیداوار یہ تھی۔

۱۹۵۴ء　۲۹،۳۸،۰۰۰ ٹن　　۱۹۶۱ء　۲۴،۲۹،۰۰۰ ٹن

۱۹۶۲ء　۶۵ لاکھ ٹن　　۱۹۷۹ء　ایک کروڑ ٹن

ایضاً صـ ۵۳۔　　شماریات پاکستان ۱۹۷۹ء

چینی

۱۹۶۱ء میں دُنیا کی پیداوار پانچ کروڑ سولہ لاکھ ٹن تھی۔ اِس میں مُسلم ممالک کا حصہ بیس لاکھ بیس ہزار ٹن تھا۔

پاکستان	۲۰۸۰۰۰ ٹن	مصر	۳۰۶۰۰۰ ٹن
انڈونیشیا	۶۴۲۰۰۰ ٹن	ترکی	۷ لاکھ ٹن

ایضاً صہ ۶۷

نہر سویز کی آمدنی

۱۹۵۶ء سے قبل نہر سویز کے نظم ونسق اور محاصل پر برطانیہ و فرانس کا قبضہ تھا۔ ۱۹۵۶ء میں مصر کے صدر ناصر نے نہر کو قومی ملکیت میں لے لیا۔ اِس پر برطانیہ فرانس اور اسرائیل نے مصر پر حملہ کر دیا۔ یہ جنگ ہفتہ بھر پُوری شدّت سے جاری رہی امریکہ نے مداخلت کی۔ رُوس نے جنگ میں کودنے کی دھمکی دے دی۔ تب کہیں جاکر جنگ ختم ہوئی۔ بعد از جنگ نہر سویز کے محاصل حکومتِ مصر کو ملنے لگے۔ اور ان میں ہر سال اضافہ ہونے لگا۔

۱۹۵۷ء میں سویز کے محاصل ۲۴ ملین مصری پونڈ تھے۔

۱۹۵۸ء	میں ۳۴ ملین مصری پونڈ	۱۹۵۹ء	میں ۴۴ ملین مصری پونڈ
۱۹۶۰ء	۵۰.۲ " " "	۱۹۶۱ء	۵۱.۲ " " "
۱۹۶۲ء	۵۳.۷ " " "	۱۹۶۳ء	۷۱.۱ " " "

۱۹۶۴ء . . . ،، ملین مصری پونڈ

یعنی آٹھ سال میں محاصل تین گنا سے بھی زیادہ ہو گئے۔ تازہ اعداد و شمار ہمارے سامنے نہیں ہیں۔ اندازہ یہ ہے کہ نوّے ملین کے قریب ہوں گے۔

یہ نہر ۹۹ میل لمبی ۱۹۸ فٹ چوڑی اور ۳۴ فٹ گہری ہے۔ اس کی کھدائی وغیرہ پر صرف ایک کروڑ ستّر لاکھ پونڈ صرف ہوئے تھے۔ اس کا افتتاح ۱۷ ، نومبر ۱۸۶۹ء کو ہوا تھا۔

یہ نہر مشرق و مغرب کے مابین تجارت کا نہایت اہم راستہ ہے۔ یہ نہ ہو تو یورپ کے جہازوں کو خلیج کے تیل تک پہنچنے کے لیے کم از کم آٹھ ہزار میل زیادہ سفر کرنا پڑے۔

اس نہر کے محاصل سے مصر نے اتنا اسلحہ اور اتنے بمبار خریدے کہ ۱۹۷۳ء کی جنگ میں مصر نے اسرائیلیوں کو نہر سے دُور دھکیل کر نہر کو پھر آزاد کرلیا۔ مصر ہو یا شام ایران ہو یا پاکستان ان میں سے کسی ایک کی طاقت سارے عالم اسلام کی طاقت ہے۔ اس لیے

ایک ہوں مُسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

اقبالؒ

تیل

اسلامی ممالک میں ہر روز کتنا تیل نکلتا ہے۔ یہ ایک راز ہے۔ جسے بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ وجہ یہ کہ تیل نکالنے والی کمپنیاں یا یورپی ہیں یا امریکی۔ انہیں اُن

حکومتوں کو جن کی زمین سے تیل نکلتا ہے۔ ایک خاص تناسب سے رائلٹی دینا پڑتی ہے۔ اُن کی کوشش یہی ہوتی ہے۔ کہ تیل کی مقدار کو چھپا کر رکھیں۔ تاکہ رائلٹی کم دینا پڑے۔

بہرحال مختلف ذرائع سے جو اطلاعات ہم تک پہنچی ہیں۔ اُن کی تفصیل یہ ہے۔

ایران	۵۲ لاکھ بیرل روزانہ	سعودی عرب	۵۸ لاکھ بیرل روزانہ
کویت	۳۰ " " "	لیبیا	۲۰ " " "
عراق	۲۰ " " "	ابوظہبی	" " " "
قطر	۴ " " "	عمان	۵ " " "

ایک بیرل ۴۵ گیلن یا ۵ من کا ہوتا۔

نوائے وقت ۔ ۱۴ مارچ ۱۹۷۴ء ۔

نیویارک ٹائم۔ ایک عنوان " دی عرب ورلڈ آئل پاور کے تحت لکھتا ہے
" دُنیا میں ہر سال تیل کی کھپت آٹھ فیصد کے تناسب سے بڑھ رہی ہے۔ اِس میں سے چالیس فیصد امریکہ خرچ کرتا ہے۔ تیل کے ساٹھ فیصد ذخائر عرب میں ہیں۔ تیل سے ان کی آمدنی ۱۹۶۸ء میں چار ارب چالیس کروڑ ڈالر تھی۔ ۱۹۷۲ء میں دس ارب ڈالر ہوگئی۔ ۱۹۸۰ء میں چالیس ارب تک پہنچ جائے گی اور امریکہ اور جاپان کی مجموعی دولت سے بھی بڑھ جائے گی۔ اگر عرب ممالک ۱۹۸۵ء تک کی آمدنی کا نصف خرچ کر ڈالیں۔ تو پھر بھی اُن کی باقی ماندہ دولت ساری دُنیا کی دولت سے زیادہ ہوگی "

(نیویارک ٹائم۔ ۱۲ اپریل ۱۹۷۳ء)

ایک اور رپورٹ کے مطابق ۱۹۹۰ء میں تیل کی پیداوار یہ ہوگی۔

(۱) سعودی عرب ۔ ۱۲ کروڑ ٹن سالانہ

(۲) ایران ۔ ۱۰ کروڑ ۵۵ لاکھ ٹن سالانہ

(۳) کویت ۱۱ کروڑ ″ ″

(۴) لیبیا ۷ کروڑ ۲۰ لاکھ ″ ″

(۵) عراق ۶ کروڑ ۷۰ لاکھ ″ ″

(۶) الجیریا ۳ کروڑ ۳۰ لاکھ ″ ″

(۷) نائیجیریا ۲ کروڑ ″ ″

(۸) انڈونیشیا ۲ کروڑ ۴۰ لاکھ ″ ″

(۹) قطر ۱ کروڑ ۲۵ لاکھ ″ ″

(۱۰) ابوظہبی ۱ کروڑ ″ ″

(۱۱) عمان ۵۸ لاکھ ″ ″

(۱۲) برونی ۴۷ لاکھ ″ ″

(۱۳) بحرین ۳۰ لاکھ ″ ″

(۱۴) ترکی ۲۰ لاکھ ″ ″

(۱۵) البانیا ۱۰ لاکھ ″ ″

(۱۶) پاکستان ۷ لاکھ ″ ″

(۱۷) مراکش ۲ لاکھ ″ ″

(۱۸) تونس ۹۲ ہزار ″ ″

(۱۹) مصر ۸۴ ہزار ″ ″

(۲۰) سرادیک ۸۰ ہزار ٹن سالانہ

(۲۱) اُردن ۱۵ ہزار ٹن "

(پاکستان ٹائمز۔ ۷۔ فروری ۱۹۷۰ء)

۷ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو بی بی سی نے صبح کے براڈ کاسٹ میں کہا۔

"امریکہ میں گزشتہ سال ۱۹۷۲ء ۵۰ کروڑ ٹن تیل پیدا ہوا تھا۔ لیکن اس نے ۸۱ کروڑ ٹن تیل خرچ کیا۔ باقی ضروریات عرب کے تیل سے پوری کیں۔ اسی سال رُوس نے چالیس کروڑ، یورپ نے ساٹھ کروڑ اور کُل دُنیا نے ۲۶۰ کروڑ ٹن تیل صرف کیا۔"

۱۹ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو بی بی سی نے اطلاع دی کہ لیبیا نے تیل کی قیمت نو ڈالر (نوے روپے) فی بیرل مقرر کر دی ہے۔ اور آج ۱۹۸۰ء میں ۲۲ ڈالر فی بیرل ہے۔

۱۹۷۶ء میں خود امریکہ کی حکومت نے تیل کے سلسلے میں یہ اعداد شائع کئے۔

۱۹۷۵ء میں امریکہ کی پیداوار ۵۴۲۵۱۸۵۱۸ ٹن۔

"	رُوس "	"	۴۰ کروڑ ٹن
"	ایران "	"	۲۰ کروڑ ٹن
"	سعودی عرب "	"	۲۶ کروڑ ٹن
"	وینزویلا "	"	۱۸ کروڑ ٹن
"	کویت "	"	۳ کروڑ ٹن
"	لیبیا "	"	۸ کروڑ ٹن
"	انڈونیشیا "	"	۳ کروڑ ٹن

(پمفلٹ۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ)

نیویارک ٹائم نے اپنی اشاعت ۱۲ اپریل ۱۹۷۲ء میں نہ صرف ۱۹۷۲ء کی پیداوار دی ہے ۔ بلکہ یہ بھی بتایا ہے ۔کہ ۱۹۸۰ء میں کتنی پیداوار متوقع ہے ۔

مُلک	تیل کی پیداوار ۱۹۷۲ء میں	متوقع پیداوار ۸۰ء میں	۱۹۸۰ء میں متوقع پیداوار کی قیمت
سعودی عرب	۵۲ لاکھ بیرل یومیہ	ایک کروڑ بیرل یومیہ	نوّے کروڑ روپیہ یومیہ
ایران	″ ″ ″	۸۳ لاکھ ″ ″	۴۷ کروڑ ستر لاکھ ″
عراق	۱۱ لاکھ ″ ″	۳۰ ″ ″ ″	۲۷ کروڑ روپیہ یومیہ
ابوظہبی	″ ″ ″	″ ″ ″ ″	″ ″ ″ ″
لیبیا	۲۰ ″ ″	۲۰ ″ ″ ″	۱۸ کروڑ ″ ″
کویت	۳۰ ″ ″	۳۰ ″ ″ ″	۲۷ ″ ″ ″
قطر	۴ ″ ″	۲۵ ″ ″ ″	۲۲ ″ ۵۰ لاکھ ″ ″

دیکھا آپ نے کہ ان اندازوں میں کتنا اختلاف ہے ۔ بہرحال یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ تیل پیدا کرنے والے مسلم ممالک کے پاس بے انداز دولت جمع ہو چکی ہے ۔ وہ اُسے جدید ہتھیاروں ۔ طیاروں اور کارخانوں پہ صرف کر رہے ہیں ۔ ان میں بعض ایٹم بم بنانے کی سوچ رہے ہیں ۔ یہ ایک دوسرے کی مالی مدد بھی کر رہے ہیں ۔ یوں نظر آتا ہے ۔ کہ سعودی عرب ۔ کویت ۔ ابوظہبی ۔ لیبیا اور ایران کی دولت ساری دنیائے اسلام کی غربت و پسماندگی کو ختم کر دے گی ۔ اور مسلمان اِک نئی شان ۔ اِک نئی تہذیب اور عظیم آسمانی قدروں کے ساتھ افقِ عالم پہ نمودار ہوں گے ۔

کھول کر آنکھیں مرے آئینہ گفتار میں
آنے والے دَور کی دُھندلی سی اِک تصویر دیکھ

انگلستان کا ایک نیم سیاسی رسالہ " ایسٹرن اکنامک ریویو " اپنی ایک تازہ اشاعت میں لکھتا ہے۔

" اگر ایک طرف عرب ممالک اشتراکی اثر و رسوخ سے لرزاں ہیں تو دوسری طرف روسی اسلامی افکار و اقدار کی یلغار سے پریشان ہیں۔ روس کی ۲۵۰ ملین آبادی میں تقریباً ۴۵ ملین مسلمان ہیں۔ چار جنوبی ریاستوں یعنی قرغیزستان۔ تاجکستان۔ ترکمانستان اور ازبکستان میں مسلمانوں کی زبردست اکثریت ہے۔ ان کے ہمسایہ ریاستوں یعنی ایران افغانستان اور پاکستان سے ثقافتی و نظریاتی روابط قائم ہیں۔ ان اثرات کو روکنے کے لیے روس کئی ڈویژن فوج جنوبی سرحدوں پر لے آیا ہے۔ اور سرحدات کو بند کر دیا ہے۔ ساتھ ہی روس کی پالیسی مذاہب کے متعلق قدرے نرم پڑ گئی ہے۔ روس میں اس وقت تین سو مساجد اور ایک ہزار کے قریب رجسٹرڈ مولوی ہیں۔ جنہیں حکومت سے تنخواہ ملتی ہے۔ بے تنخواہ علما کی تعداد کئی گنا زیادہ ہے۔ اب اشتراکی پریس مسلمانوں کی مجلسی، ثقافتی اور مذہبی تقریبات کا بھی ذکر کرنے لگا ہے۔ مسلمانوں سے حکومت کا حسنِ سلوک اس لیے بھی بڑھ گیا ہے۔ کہ روس کی بیشتر دولت و صنعت اسلامی علاقوں میں ہے تیل یہیں ہے۔ زراعت کے زرخیز فارم یہیں ہیں۔ اور اٹامک انرجی کے بڑے بڑے کارخانے بھی یہیں ہیں "

(منقول از نوائے وقت ۹ جون ۱۹۷۹ء)

آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے، جب پہلی جنگِ عظیم کے بعد اسلامی ممالک پر یورپی اقوام چھا رہی تھیں۔ اور مسلمانوں میں آثارِ حیات ختم ہو رہے تھے۔ شاعرِ اسلام علامہ اقبالؒ کی چشمِ جہاں بیں نے وہ دور دیکھ لیا تھا۔ جس کی علامات آج ابھر رہی ہیں۔

عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہن ہندی، نطقِ اعرابی

آج تقریباً پچاس اسلامی ریاستیں اپنے ممالک کی تعمیر کر رہی ہیں، صنعتیں لگا رہی ہیں۔ یونیورسٹیاں کھول رہی ہیں۔ تعلیم پھیلا رہی ہیں۔ افلاس و جہالت کیخلاف لڑ رہی ہیں۔ اسلام کی روشن اقدار کو اپنا رہی ہیں اور یوں اقوام عالم میں ایک باوقار مقام حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔

ماخذ

(۱) محمود بریلوی۔ اسلام اِن افریقہ لاہور ۱۹۵۰ء

(۲) غلام جیلانی برق۔ سلاطین اسلام (اردو ترجمہ)

(۳) ایف ڈبلیو فرناڈ۔ مسلم آن دی مارچ لندن ۱۹۵۵ء

(۴) انعام اللہ خاں۔ مسلم ممالک کے اقتصادی وسائل کراچی ۱۹۶۴ء

مراکش
تونس
بحر اوقیانوس
سپین کا صحرا
الجزائر
لیبیا
ماریطانیہ
مالی
نائیجر
سینیگال
چاڈ
اپر والٹا
گنی
نائیجیریا
آئیوری کوسٹ
غانا
ڈھومی
کیمرون
بحر اوقیانوس
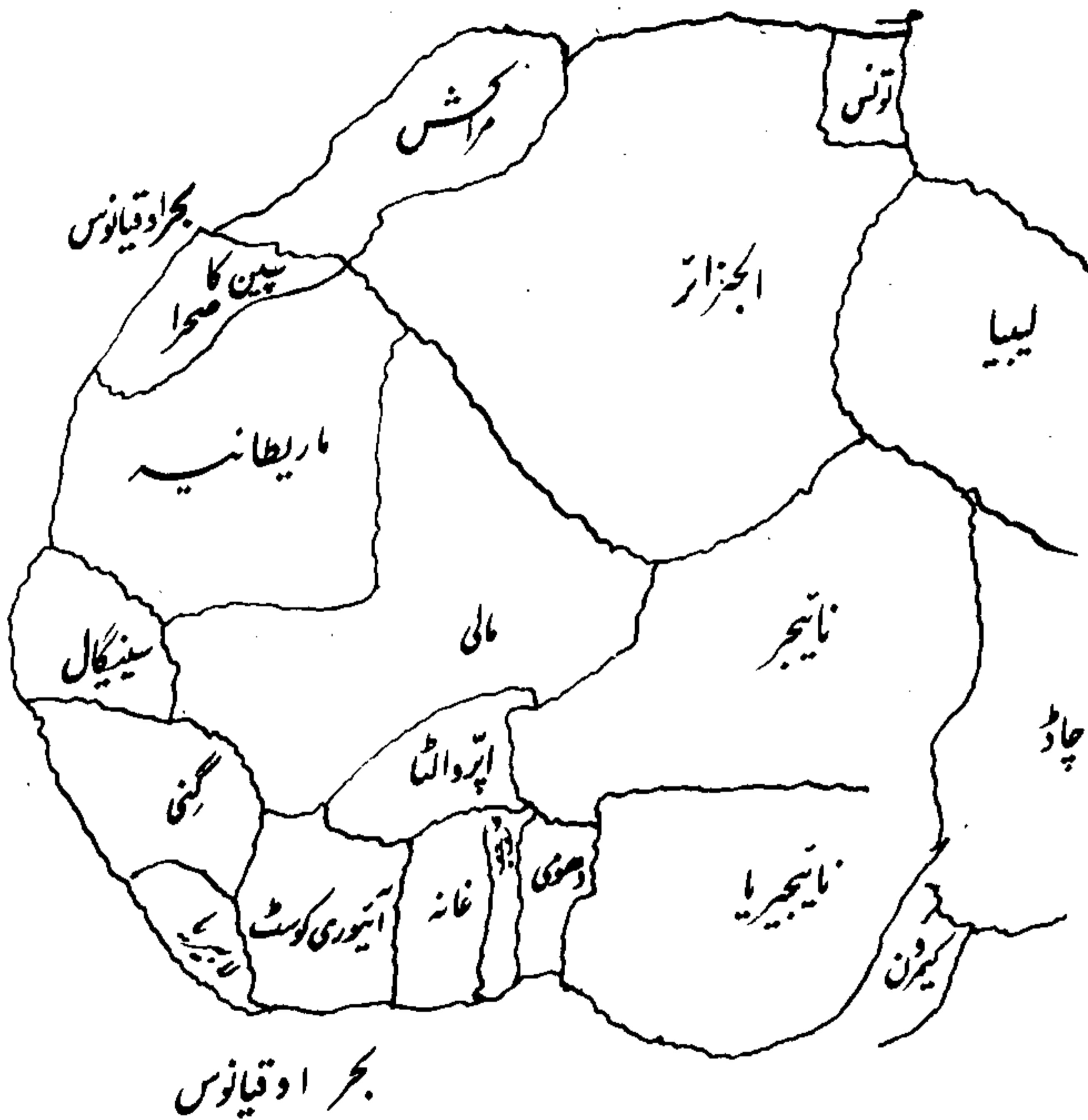
۱۔ اپّر والٹا

غربی افریقہ

افریقہ کا یہ ملک سات ریاستوں کے درمیان واقع ہے۔ شمال مشرق میں نائیجر۔ مشرق میں نائیجریا۔ شمال مغرب میں مالی۔ جنوب مغرب میں آئیوری کوسٹ۔ جنوب میں دہومی۔ ٹوجو اور غانا ہیں۔

اس کا رقبہ ۱۰۵۸۴۱ مربع میل ہے اور آبادی ۱۹۶۵ء میں اڑتالیس لاکھ ساٹھ ہزار تھی۔ اس میں ۱۷ فیصد مسلمان ہیں۔ دارالحکومت کا نام اوگنڈاک (OUAGADOUQOU) ہے۔ یہ پہلے فرانسیسی نوآبادی تھا۔ ۱۱ دسمبر ۱۹۵۸ء کو نیم مختار اور ۵ اگست ۱۹۶۰ء کو کاملاً آزاد ہو گیا۔ لمبوتری شکل کا یہ ملک سطح سمندر سے کہیں ساڑھے چھ سو اور کہیں ہزار فٹ تک بلند ہے۔ بارش جنوبی حصے میں تقریباً دس انچ اور شمال میں چالیس انچ تک ہو جاتی ہے۔ دیہاتی آبادی کسانوں، چرواہوں اور چھوٹے چھوٹے پیشہ وروں پر مشتمل ہے۔ اور مختلف قبائل مثلاً ماسی MOSSI بوبو BOBO لوبی LOBI سامو SAMO اور ڈیولا DIOULA وغیرہ میں بٹی ہوئی ہے۔ غیر اسلامی آبادی بُت پرست ہے۔ جو متعدد دیوتوں کی پوجا کرتی ہے۔ سب سے بڑا بُت وررو WURO کہلاتا ہے۔ یہ واحد ملک ہے جہاں کے باشندے سلسلۂ نسب میں ماں کی طرف منسوب ہیں۔

ماسی اس ملک کے قدیم باشندے ہیں جو گیارھویں صدی میلادی میں مشرقی افریقہ سے آتے تھے۔ یہ نائیجر سے گذر کر شمالی غانہ میں آئے۔ وہاں ایک دو چھوٹی چھوٹی سلطنتیں بنالیں۔ اور رفتہ رفتہ اپر والٹا کو بھی اپنی سلطنتوں میں شامل کر لیا۔ ۱۸۹۶ء میں اس پر فرانسیسی قابض ہوگئے۔ ۱۹۱۹ء میں شمالی صوبوں کو اکٹھا کر کے اس خطہ کو اپر والٹا کا نام دے دیا گیا۔ پہلی اسمبلی کا انتخاب ۱۹۴۷ء میں ہوا تھا۔ ۱۸ مئی ۱۹۵۷ء کو پہلا کابینہ بنا۔ ۱۱ دسمبر ۱۹۵۸ء کو اسے فرنچ کمیونٹی کا ممبر بنالیا گیا۔ ۵ مارچ ۱۹۵۹ء کو اس کا آئین تیار ہوا۔ اور ۵ اگست ۱۹۶۰ء کو یہ آزاد ہوگیا۔

ماخذ :

۱۔ محمود بریلوی

اسلام ان افریقہ۔ لاہور ۱۹۶۴ء

۲۔ والٹر ایچ میلوری

پولٹیکل ہینڈ بک اینڈ اٹلس

آف دی ورلڈ۔ نیویارک ۱۹۶۳ء

۲۔ اُردن (جارڈن)

جزیرہ نمائے عرب کی اس چھوٹی سی سلطنت کا رقبہ ۳۷ ہزار مربع میل ہے۔ اور آبادی ۱۹۶۴ء میں اٹھارہ لاکھ پچاس ہزار تھی۔ ۱۹۶۷ء کی جنگ میں دریائے اُردن کا غربی علاقہ اسرائیل نے ہتھیا لیا۔ اور اس طرح ملک کا رقبہ کم ہوگیا ہے۔

اُردن بدوی قبائل کا مسکن ہے۔ اس کا موجودہ حکمران شاہ حسین بن طلال بن عبداللہ بن حُسین شریف مکہ ہے۔ یہ ۲ مئی ۱۹۵۳ء کو تخت نشین ہُوا تھا۔ یہ ملک ۱۹۴۸ء میں آزاد ہوا۔ پہلے تین سال شاہ حسین کے دادا عبداللہ حکمران رہے۔ انہیں ۲۰ جولائی ۱۹۵۱ء کسی نے قتل کر دیا۔ تو ان کا بیٹا طلال مسند نشین ہوا۔ یہ دماغی فتور کی وجہ سے کام نہ چلا سکا۔ دستبردار ہوگیا۔ اُردن دراصل ایک دریا کا نام ہے جو ملک میں شمالاً جنوباً بہتا ہے اور اس کی لمبائی تقریباً دوسو میل ہے۔ یہ تین دریاؤں کے ملاپ سے بنا ہے۔ ایک کا نام الحسبانی دوسرے کا لدان اور تیسرے کا بانیاس ہے۔ یہ دریا جُوں جُوں جنوب کی طرف جاتا ہے وادیٔ اُردن پست ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بحیرۂ طبریہ، جس سے یہ دریا گذرتا ہے سطح سمندر سے ۶۸۲ فٹ پست شمار ہوتی ہے۔ یہ بحیرۂ مُردار میں جس کی سطح سمندر سے ۱۲۹۲ فٹ نیچے ہے، گر کر ختم ہوجاتا ہے۔

تاریخ بنی اسرائیل میں یہ دریا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ مسیح سے تقریباً ۱۵۰۰ سال پہلے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو سوا چھ لاکھ یہودیوں کے ساتھ، جنہیں وہ مصر سے لائے تھے۔ اور ارضِ مقدس (فلسطین) کی طرف جا رہے تھے۔ اسی دریا کے مشرقی کنارے پر وفات پائی تھی۔ اور نیبو نامی ایک پہاڑی پر دفن ہوئے تھے۔ اُن کی وفات کے بعد اُن کے جانشین حضرت یشوع اسی دریا کو عبور کرکے ارضِ موعود میں داخل ہوئے تھے۔

اُردن کی تعلیم یافتہ آبادی مغربی لباس پہنتی ہے اور دیہاتی لوگ عموماً اُون کے خیموں میں رہتے ہیں۔ بدوّں کا روایتی لباس پہنتے۔ مٹی کے برتنوں میں کھاتے اور زمین پر سوتے ہیں۔ ملک میں صنعت بہت کم ہے۔ زرعی پیداوار باجرہ، گندم، پھلیاں، زیتون اور تمباکو ہے۔ ملک میں ایک ہی ریل ہے جو شمالی سرحد سے جنوب میں معان تک جاتی ہے۔ پختہ سڑکوں کی لمبائی ۵۵۰ میل ہے۔ ملک کا سب سے اُونچا پہاڑ ۵۵۰،۵ فٹ بلند ہے۔ اردن میں ایک یونیورسٹی بھی ہے۔ جس کے ساتھ کئی درسگاہیں وابستہ ہیں۔ تعلیم نیچے سے اُوپر تک مفت ہے۔

قدیم زمانے میں جارڈن تجارتی قافلوں کی گذرگاہ تھا۔ وہاں کئی حکومتیں بھی بنیں۔ ان میں اہم ترین نبطیوں کی حکومت تھی۔ یہ فلسطین ہی کے باشندے تھے۔ جو ۳۰۰ ق م سے ۱۰۶ ق م تک برسرِ اقتدار رہے۔ دارالحکومت کا نام پیٹرا (PETRA) تھا۔ ۱۰۶ ق م میں یہ ملک رومن امپائر کا ایک صوبہ بن گیا۔ بعد میں اس پر عثمانی ترک چھا گئے۔ جب ۱۹۲۰ء میں ترکوں کو شکست ہو گئی۔ تو جمعیت الاقوام نے اسے برطانیہ کی نگرانی میں دے دیا۔ ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو برطانیہ رخصت ہو گیا۔ اور ملک آزاد ہو گیا۔

اس کی قومی اسمبلی میں دو ایوان ہیں۔ ایک ایوانِ عوام۔ جس میں ساٹھ منتخب ممبر

ہوتے ہیں اور دوسرا ایوانِ خواص۔ جس میں ممبروں کی تعداد تیس ہوتی ہے۔ سب کے سب شاہ کے نامزد۔

ماخذ:

۱۔ برطانیکا۔ "جارڈن"

۲۔ ورلڈ بک۔ لندن سنہ ۱۹۶۶

۳۔ افغانستان

افغانستان کے شمال میں روسی ترکستان۔ مغرب میں ایران۔ مشرق میں صوبہ سرحد۔ اور جنوب میں بلوچستان ہے۔ افغان اپنے آپ کو آلِ طالوت سمجھتے ہیں۔ طالوت[1] اسرائیل کا پہلا بادشاہ تھا۔ جس کا انتخاب حضرت سموئیل نبی نے کیا تھا۔ اس کی وفات ۱۰۵۵ ق م میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ بنے تھے۔ طالوت کے ایک بیٹے کا نام جرمیہ تھا۔ اور جرمیہ کا بیٹا تھا افغانہ۔

افغان اسی کو جدِ اول سمجھتے ہیں۔ اسے[2] حضرت سلیمان علیہ السلام نے تمام بچوں سمیت کہستانِ سلیمان میں آباد کر دیا تھا۔

تاریخ فرشتہ[3] کا مصنف محمد قاسم افغانوں کو آلِ فرعون قرار دیتا ہے۔

قدیم تاریخ

۵۰۰ ق م تک افغانستان کیانی سلطنت کا ایک صوبہ تھا۔ پھر وہاں طوائف الملوکی

---

[1] ڈکشنری آف بائبل ص ۶۱۳

[2] برٹانیکا ج۔ ۱ ص ۲۸۷

[3] " " "

پھیل گئی۔

۳۳۰ ق م میں اسکندر افغانستان کے کچھ حصوں پر قابض ہو گیا۔ اسکندر کے بعد اس کا ایک جرنیل حکومت کرتا رہا۔ اس سے موریا خاندان کے چندر گپت (۳۲۱ - ۲۹۶ ق م) نے کچھ علاقہ چھین لیا۔ لیکن شمالی افغانستان پر ایک یونانی خاندان کی حکومت رہی۔ بعد میں چند اضلاع پارتھیا[1] کے قبضے میں چلے گئے۔ ۱۳۰ ق م میں بحیرۂ اسود کے سواحل سے سقینز آ گئے۔ تقریباً دو سو سال بعد ترکستان کے ایک قبیلے یوچی نے پارتھیا کو شکست دے کر اپنی حکومت قائم کر لی۔ یہ لوگ کشن کہلاتے تھے۔ ایک ایسا وقت بھی آیا کہ کشن کا اقتدار بنارس اور مالوہ تک پھیل گیا۔ یہ لوگ بدھ مت کے پیرو تھے۔ اور ان کا سب سے بڑا بادشاہ کنشکا تھا۔ کنشکا کے بعد یہ خاندان کمزور ہو گیا اور ملک کئی حکومتوں میں بٹ گیا۔ پانچویں صدی میلادی میں ان ریاستوں کو سفید ہنز[2] نے دبا لیا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں خلافتِ راشدہ کا حصّہ بن گیا۔ بعد ازاں آلِ طاہر[3] نے ہرات اور بلخ پر تسلط

---

[1] پارتھیا: قدیم جغرافیہ کے مطابق بحیرۂ خزر کے جنوب مشرق میں ایک ملک جو ۲۵۸ ق م سے ۱۹۰ میلادی تک برسرِ اقتدار رہا۔ (سٹینڈرڈ ص ۹۷۷)

[2] یہ قبائل بحیرۂ خزر کے شمال میں رہتے تھے۔ ۳۷۲ ق م میں یہ اپنے ایک لیڈر بالا میر کی قیادت میں یورپ کی طرف بڑھے۔ اور مختلف مقامات پر اقامت پذیر ہو گئے۔ انہی کی ایک شاخ کا نام سفید ہنز تھا۔ (برطانیکا ج ۱۱ ص ۹۱۶)

[3] مامون الرشید (۱۹۸ - ۲۱۸ھ) نے اپنے ایک سردار طاہر ذوالیمین کو خراسان کا حاکم بنا کر بھیجا۔ اور اُسے اختیار دے دیا کہ وہ اپنے بیٹے کو اپنا جانشین نامزد کرے (ہ

قائم کر لیا۔ پھر صفاری[1] آ گئے۔ نویں صدی میں انہیں سامانیوں[2] نے دبوچ لیا۔ بعد ازاں غزنویوں کا دور آ گیا۔

غزنوی اقتدار کا بانی سامانیوں کا ایک ترکی غلام تھا۔ جس کا نام الپتگین تھا۔ اسے سامانی خاندان کے ساتویں امیر عبدالملک اول بن نوح اوّل (۳۴۳ - ۳۵۰ھ) نے خراسان کا حاکم مقرر کیا۔ جب ۳۵۰ھ میں عبدالملک کی وفات ہوگئی، تو اسے غزنی کا عامل بنا دیا گیا۔ غزنی کوہِ سلیمان کے دامن میں ایک محفوظ شہر تھا۔ جہاں خود مختاری کا شوق پورا کیا جا سکتا تھا۔ اس نے وہاں خود مختاری کا اعلان تو کر دیا، لیکن سلطنت کو توسیع نہ دے سکا۔ یہ کام سبکتگین نے کیا، جو الپتگین کا غلام بھی تھا اور داماد بھی۔ اس نے سلطنت کو دونوں طرف سے وسعت دی۔ مشرق میں پشاور تک

---

(۵) اس خاندان کے پانچ اُمراء ۲۰۵ھ سے ۲۵۹ھ تک برسرِ اقتدار رہے۔
(سلاطینِ اسلام صفحہ ۱۴۹)

[1] اس خاندان کا بانی یعقوب بن لیث صفّار تھا جس کے تین امیر ۲۵۴ھ سے ۲۹۰ھ تک برسرِ اقتدار رہے۔ (سلاطینِ اسلام صفحہ ۱۵۰)

[2] سامان، بلخ کا ایک شریف زادہ تھا۔ جس کا لڑکا اسد مامون کا مقرّب بن گیا۔ مامون نے اس کے چاروں لڑکوں نوح، احمد، یحییٰ اور الیاس کو مختلف علاقوں کا حاکم مقرر کر دیا۔ ان میں سے احمد سیاسی مزاج کا آدمی تھا۔ اس نے اپنی سلطنت کو وسیع کر لیا۔ اور اس کی اولاد دس بادشاہ) ۲۶۱ھ سے ۳۸۹ھ تک برسرِ اقتدار رہی۔ (سلاطینِ اسلام صفحہ ۱۵۲)

...ر لیا۔ اور مغرب میں خراسان پر قابض ہو گیا۔ ۳۸۷ھ میں سبکتگین کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمود تخت نشین ہوا۔ اس نے سامانیوں کی اطاعت کا جوا اتار پھینکا۔ اور خلیفۂ بغداد قادر باللہ (۳۸۱ھ تا ۴۲۲ھ) سے براہِ راست غزنی و خراسان کی حکومت کا فرمان حاصل کر لیا۔ اس کے بعد اس نے ہندوستان پر سترہ حملے کیے۔ کشمیر اور پنجاب کو روندنے کے بعد قنوج اور متھرا تک نکل گیا۔ ۴۰۷ھ میں ترکستان کی طرف متوجہ ہوا اور وہاں کے دو مرکزی شہروں سمرقند اور بخارا کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ یہ سلطنت اصفہان سے لاہور تک پھیل چکی تھی۔ کثرتِ علما و شعرا کی وجہ سے غزنی ایک یونیورسٹی معلوم ہوتا تھا۔ جہاں فردوسی، البیرونی اور انوری جیسے کئی سو علما جمع ہو گئے تھے۔ ہم بلا خوفِ تردید کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانے میں محمود کا دربار دنیا میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا۔

غزنوی خاندان کے ۲۲ امرا نے ۳۵۱ھ سے ۵۸۲ھ تک حکومت کی

پھر غوری برسرِ اقتدار آ گئے۔ انہیں ۶۱۴ھ میں خوارزمیوں نے ختم کیا۔ خوارزمیوں کا زوال چنگیزیوں کی وجہ سے ہوا۔ تیمور (۷۷۱ - ۸۱۲ھ ، ۱۳۶۹ - ۱۴۰۹ء) کے عروج تک افغانستان پر تاتاری مسلط رہے۔ پھر یہ مملکت تیموری کا حصہ بن گیا ۸۹۹ھ ۱۴۹۳ء میں بابر فرغانہ کے تخت پر بیٹھا اور ۹۱۰ھ ۱۵۰۴ء میں کابل پر قابض ہو گیا۔ یہ قبضہ اڑھائی سو برس تک قائم رہا۔ پھر نادر شاہ ایرانی ۱۱۴۹ھ ۱۱۶۰ھ = ۳۶ - ۱۷۴۷ء اٹھا اور اس نے ایران سے دہلی تک کا علاقہ روند ڈالا۔ نادر شاہ کے ایک فوجی ... نام احمد شاہ تھا جو افغانستان کے ابدالی قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ نادر شاہ کے قتل ہو جا... اہلِ قندھار نے احمد شاہ کو اپنا بادشاہ بنا لیا اور اسے دُرِّ دوراں کا خطاب دے دیا۔ ... ی

خطاب کی وجہ سے دُرّانی کہلاتا تھا۔ احمد شاہ افغانستان کا وہ پہلا بادشاہ ہے۔ جو افغانی النسل تھا اور جس کی وجہ سے افغانستان آزاد ممالک کی صف میں شامل ہوا۔ اس خاندان کے نو بادشاہوں نے ۱۱۶۰ھ - ۱۷۴۷ء سے ۱۲۵۸ھ - ۱۸۴۲ء تک حکومت کی۔

اِن کا آپس میں رشتہ یہ تھا۔

احمد شاہ
|
تیمور شاہ
|
زمان شاہ — شجاع — محمود — سلطان علی — ایوب شاہ

شجاع
|
فتح جنگ
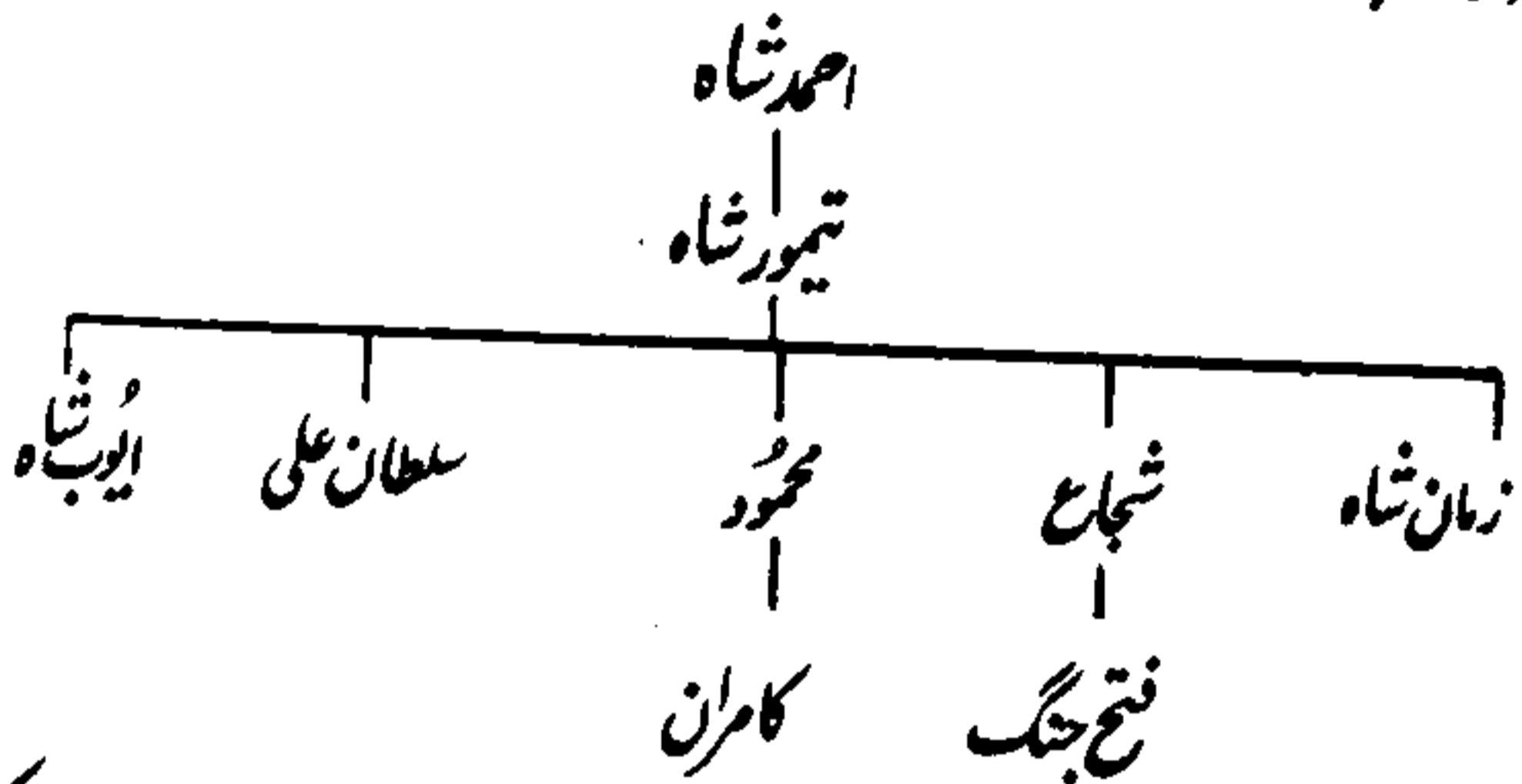
محمود
|
کامران

محمود کے زمانے (۱۲۱۶ھ - ۱۲۱۸ھ) سے کابل کے ایک بااثر خاندان بارک زئی کا ایک سردار فتح خان پاینده خان منصب وزارت پر فائز تھا۔ محمود نے کسی بات پر بگڑ کر اس کی آنکھیں نکال دیں۔ اس پر اس کے دو بھائیوں، محمد عظیم اور دوست محمد نے بغاوت کر کے درانیوں سے حکومت چھین لی اور ۱۲۴۲ء - ۱۸۲۶ء سے سارے ملک پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ اِن کا شجرہ یہ ہے۔

پائندہ خاں
|
فتح خاں ——— ۱۔ دوست محمد
|
۲۔ شیر علی — افضل

۴۔ امیر عبدالرحمان

۳۔ یعقوب　　عبداللہ　　ایوب
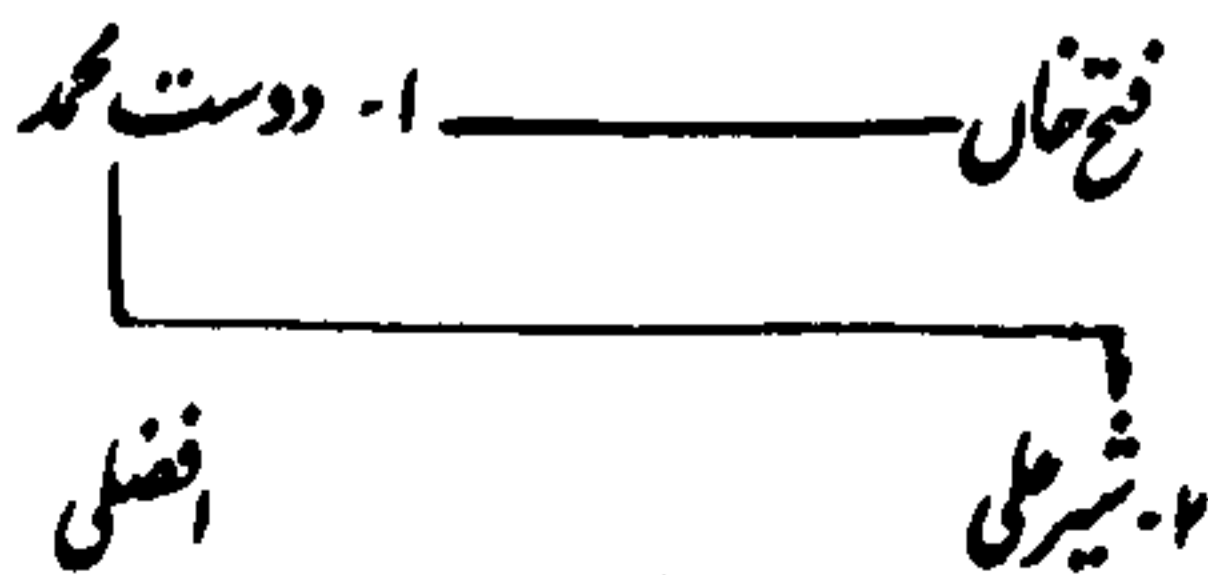
۵۔ حبیب اللہ خاں

۶۔ امان اللہ خاں

۱۹۳۰ء میں انگریزوں نے سازش کر کے ایک گمنام آدمی کو جو بچہ سقا کے نام سے معروف تھا۔ زر و اسلحہ دے کر بغاوت پر ابھارا۔ اور امان اللہ کو اٹلی میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ چھ ماہ بعد جنرل نادر خاں نے جو امان اللہ خان کی طرف سے فرانس میں سفیر تھا۔ افغانی قبائل کی مدد سے بچہ سقا کو شکست دے کر قتل کر دیا۔ نادر خاں نے ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۴ء تک حکومت کی۔ اور ایک سکول کے جلسہ تقسیم انعامات میں ایک لڑکے نے اسے گولی مار دی۔ پھر اس کا لڑکا ظاہر شاہ تخت نشین ہوا۔ جسے اس کے بہنوئی سردار داؤد خان نے فوج کی مدد سے ۱۹۷۳ء میں ملک سے نکال کر تخت پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹۷۸ء میں ایک مارکسی لیڈر نور محمد ترکئی داؤد خان کو قتل کر کے اقتدار پر قابض ہو گیا۔ چند ماہ بعد اسے ایک اور اشتراکی لیڈر حفیظ امین نے قتل کر دیا۔ اسے ببرک کارمل نے جو روسی افواج کے ساتھ روس سے آیا تھا۔ مار ڈالا اور تاج و تخت پہ قابض ہو گیا۔ اس وقت سارا افغانستان اس کے خلاف مصروف جہاد ہے۔ اور یہ جہاد اکتوبر ۱۹۸۰ء میں بھی جاری ہے۔

ماخذ

(۱) حکومت افغانستان ۔ افغانستان کابل ۱۹۷۱ء

(۲) افغانستان لندن ۱۹۰۷ء

(۳) برطانیہ ۔ لندن ۱۹۴۹ء

۴- البانیہ

یورپ کی یہ چھوٹی سی ریاست یوگوسلاویہ کے جنوب اور یونان کے شمال میں بحیرۂ اڈریاٹک کے مشرقی ساحل پر واقع ہے۔ اِس کا رقبہ ۱۱۰۹۶ مربع میل اور آبادی ۱۹۷۱ء میں ۲۲ لاکھ تھی

قدیم تاریخ

البانیہ پہلے غربی رومن امپائر کا ایک صُوبہ تھا۔ جب ۳۹۵ء میں رومن امپائر دو[1] حصّوں میں بٹ گئی تو یہ مشرقی شاخ کا حصہ بن گیا۔ ۴۱۰ء کے قریب اِس پر شمالی یورپ کے وحشی لوگ یعنی گوتھ مسلط ہو گئے۔ ۶۴۰ء میں یہ ریاست سردیہ کا حصہ بن گیا۔ چند اور تبدیلیوں کے بعد ۱۰۱۴ء میں اس پر پھر قیاصرہ کا قبضہ ہو گیا۔ جو ۱۲۰۴ء تک جاری رہا۔ بعد ازاں خاندانِ قیاصرہ کے ایک فرد مائیکل کام نِی نَس نے ایک جُداگانہ ریاست اِپیرَس (EPIRUS) کے نام سے بنالی جس میں البانیہ بھی شامل تھا۔ ۱۳۱۸ء میں اس پر رومنز کی ایک شاخ اَرسینی ORSINI

---

[1] ہوا یُوں کہ ۳۰۶ء میں قسطنطین اوّل روما میں تخت نشین ہوا۔ اِس نے بعض مصالح کی بنا پر ۳۳۰ء میں بازنطیم کو دارالخلافہ بنالیا۔ جو اسی بادشاہ کی نسبت سے قسطنطنیہ کہلانے لگا اس کی وفات ۳۳۷ء کے بعد اس کے بیٹوں نے سلطنت تقسیم کرلی۔ شرقی اور غربی۔ شرقی کے ۱۰۷ بادشاہوں نے ۱۴۵۳ء تک حکومت کی۔ اور غربی شاخ ۴۷۶ء میں ختم ہوگئی۔

کا قبضہ ہوگیا جو چالیس سال جاری رہا۔ سسلی کے بادشاہ بھی اس کے کچھ حصے پر کچھ عرصے کے لیے قابض رہے۔ ۱۴۳۰ء میں اس پر عثمانی ترک چھا گئے۔ اور چند وقفوں کے سوا ۱۹۱۳ء تک وہیں رہے۔ پھر یہ ملک آزاد ہوگیا۔ دوسری عالمی جنگ میں اس پر محوری طاقتوں (جرمنی و اٹلی کا قبضہ ہوگیا تھا ۱۹۴۶ء میں یہ آزاد ہوگیا۔ اس میں مسلمانوں کا تناسب اسی فیصد ہے۔

(برطانیکا ج ۱، صفحہ ۵۱۱)

۵۔ الجیریا

یہ ملک افریقہ کے شمالی ساحل پر واقع ہے۔ اس کے مشرق میں لیبیا و تونس، شمال میں بحیرۂ رُوم، شمال مغرب میں مراکش، مغرب میں ماریطینیا اور جنوب میں نائیجر ہے۔ اس کا موجودہ رقبہ ۹۱۹۵۱۹ مربع میل ہے۔ اور آبادی ۱۹۷۱ء میں ۱۴۵۰۰۰۰۰ (ایک کروڑ ۴۵ لاکھ

قدیم تاریخ

اس ملک کا موجودہ نام (الجیریا یا الجزائر) سولہویں صدی سے پہلے کی تاریخ میں نہیں ملتا۔ عرب تاریخ نگار اسے مغرب کہتے تھے۔ یہاں بربری قبائل آباد تھے۔ جو حضرتِ نوحؑ کے فرزند حام کی پشت سے تھے۔ تاریخ ہمیں صرف اتنا ہی بتاتی ہے کہ ۱۲۰۰ ق م میں یہاں فنیقیوں نے جو فلسطین و لبنان کے ساحل سے آئے تھے۔ نوآبادیاں قائم کرلی تھیں۔ ان کا مرکزی شہر قرطاجنہ (کارتھیج) تھا جو ۸۰۰ ق م میں ایک آسودہ حال و باثروت دارالحکومت بن گیا۔ اور اس نے گرد و نواح کے لوگوں کو محکوم بنالیا۔ یہ غلبہ چھ سو سال تک جاری رہا۔ ۱۴۶ ق م میں اِس پر رومن قابض ہوگئے۔ ۴۳۸ء میں شمالی یورپ سے وینڈل چڑھ آئے۔ کچھ عرصے کے بعد شرقی رومن کا قبضہ ہوگیا۔ اور ساتویں صدی کے وسط میں یہ اسلامی مقبوضات میں شامل ہوگیا۔ جب خلافت عباسیہ میں آثارِ انحطاط پیدا ہوئے تو شمالی افریقہ کے بعض خطے خود مختار بن بیٹھے۔ سب سے پہلے مراکش کے ادارسہ[1] نے بغاوت کی۔ پھر تونس میں بنو اغلب برسرِ اقتدار آگئے۔ جو الجزائر

---

[1] ادریس بن عبداللہ بن حسن بن علیؓ بن ابی طالب کی اولاد ادارسہ کہلاتی تھی۔ ان لوگوں نے

کے بعض حصوں پر بھی قابض رہے ۳۹۸ھ میں الجزائر سے ایک شخص حمّاد نے بجایہ کو دارالحکومت بناکر سارے الجزائر پر اپنا اقتدار قائم کرلیا۔ اور اِس کے نو بادشاہوں نے ۵۴۷ھ تک حکومت کی۔ ۴۴۸ھ میں بربرہ کے ایک قبیلے لمتونہ کے ایک مذہبی رہنما عبداللہ بن تاشفین نے لوگوں کو جہاد کی دعوت۔ اس کے پیرو مرابطین (سرحدوں کے محافظ) کہلاتے تھے۔ ان کا اقتدار الجزائر کے علاوہ تونس۔ مراکش اور ہسپانیہ کے جنوبی حصّوں تک پھیلا ہوا تھا۔ اِن کے چھ بادشاہوں نے ۴۴۸ھ سے ۵۴۱ھ تک حکومت کی۔ انہیں موحدّین نے ختم کیا۔ اِن موحدّین کا قائد ابوعبداللہ بن تومرت تھا جو بربرہ کے ایک قبیلے مسمودہ سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ نہ صرف الجزائر، تونس اور مراکش پر قابض ہوگئے تھے بلکہ جنوبی ہسپانیہ بھی ان کی قلمرو کا حصہ بن گیا تھا۔ اِن کے تیرہ اُمرا نے ۵۲۴ھ سے ۶۶۷ھ تک حکومت کی۔

۶۳۳ھ میں بنو زیان اُبھرے۔ یہ لوگ موحدّین کی طرف سے الجزائر پر حکومت کیا کرتے تھے۔ جب موحدّین کا زوال شروع ہوا تو زیان کی اولاد نے اقتدار پر قبضہ کرلیا اور اس کے دس اُمراء نے ۶۳۳ھ سے ۹۶۲ھ تک حکومت کی۔ اِن کے بعد مراکش

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ۱۰۷۰ھ میں آزادی کا اعلان کیا اور سبتہ کو دارالحکومت قرار دیا۔ ان کے آٹھ سلاطین نے ۱۰۷۲ سے ۷۰۵ھ تک حکومت کی (سلاطین اسلام صہ ۵۶)

۲ھ دورِ عباسیہ میں ابراہیم بن اغلب ہارون الرشید کی طرف سے تونس کا گورنر تھا۔ اس نے ۱۸۴ھ میں خود مختاری کا اعلان کردیا اس خاندان کے گیارہ فرمانرواؤں نے ۱۸۴ھ سے ۲۹۶ھ تک حکومت کی تھی۔

کے بنو مزین الجزائر پر چھا گئے ۔ اس سلسلے کے ۲۹ فرمانروا ۵۴۳ھ تک حکومت کرتے رہے ۔ ۹۲۳ھ ۔ ۱۵۱۸ء میں اس پر عثمانی ترک قابض ہو گئے ۔ یہ قبضہ ۱۲۴۴ھ ۱۸۳۰ء تک رہا ۔ پھر فرانس آگیا جس سے اہلِ الجزائر نے ۱۹۶۲ء میں آزادی حاصل کی ۔

ماخذ

(۱) دی بک آف نالج ۴ طبع لنڈن ، از گارڈن سٹو دیل

(۲) برطانیکا لندن ۱۹۲۹ء "الجیریا"

(۳) عرب دُنیا ، از نجلا عزّ الدین ۔ اُردو ترجمہ ۔ از ڈاکٹر محمود حسین ، طبع لاہور ۱۹۶۰ء

(۴) اِسلام ان افریقہ ۔ از محمود بریلوی طبع لاہور ۱۹۶۴ء

---

۶ ۔ انڈونیشیا

انڈونیشیا کا پرانا نام جزائرِ شرق الہند ہے ۔ یہ جزائر بحرالکاہل میں آسٹریلیا اور ملایا کے درمیان واقع ہیں ۔ اِن کی تعداد تقریباً تین ہزار ہے ۔ اور ۳۵۳۸۱، مربع میل میں پھیلے ہوتے ہیں ۔ ۱۹۷۱ء میں اِن کی آبادی بارہ کروڑ چالیس لاکھ نوّے ہزار تھی چند جزائر کے نام یہ ہیں ۔ سماٹرا ، جاوہ ، تیمور ، بار وغیرہ

قدیم تاریخ

۱۸۸۹ء میں یورپ کا ایک محقق ڈاکٹر یوجین پہلے انسان کا سُراغ لگانے کے لیے انڈونیشیا میں جانکلا ۔ اور کھدائی شروع کرادی ۔ اسے سب سے پہلے ایک قدیم انسانی کھوپڑی اور پھر ایک ران ملی ۔ چالیس برس کے بعد یعنی ۱۹۳۰ء میں اسے گیارہ اور کھوپڑیاں نیز انسانی ہڈیاں ملیں ۔ جن کا مطالعہ کرنے کے بعد علمائے حیات اس نتیجہ پر پہنچے کہ اِن کا تعلق کسی نامعلوم زمانے سے ہے اور یہ ابتدائی انسان کی درمیانی کڑیاں ہیں

قدیم باشندے

انڈونیشیا کے قدیم باشندے غالباً ... ۲ ق م میں مغربی چین سے آئے تھے ۔ بعد میں اہل ہند بھی وہاں جا پہنچے ۔ اِن میں کچھ ہندو تھے اور کچھ بدھسٹ ۔ یہ اپنا مذہب ، تہذیب روایات ساتھ لے گئے تھے ۔ اور وہاں کے لوگوں کو متاثر کرنے لگے تھے ۔ چند صدیوں کے

بعد وہاں اسلام بھی جا پہنچا۔ کب؟ اس سوال کا صحیح جواب تاریخ نہیں دے سکتی۔ قیاس یہ ہے کہ عرب تاجر تجارت کے لیے ان جزائر میں بھی جاتے تھے۔ اور اپنے ہمراہ ایک آدھ مبلغ بھی لے جاتے تھے۔ تاریخ اس دور کے ایک مبلغ مولانا برہان الدین کا ذکر کرتی ہے۔ جو عراق سے تعلق رکھتے تھے۔ اور ۶۹۰ھ ۔ ۱۲۹۲ء سے پہلے وہاں گئے تھے۔ جاوا میں ایک قبر پر فاطمہ بنت میمون کا نام لکھا ہوا ہے۔ اور تاریخ وفات ۴۹۵ھ ۔ ۱۱۰۲ء درج ہے جب یورپ کا مشہور سیاح مارکوپولو ۶۸۹ھ ۔ ۱۲۹۰ء میں انڈونیشیا پہنچا تو اسے ساحل پر بہت سے مسلمان ملے۔ ۱۲۵۳ء میں وہاں پرتگالیوں نے حکومت قائم کر لی ۱۵۹۵ء میں ڈچ جا پہنچے۔ پھر انگریز آ گئے۔ برسوں ان لوگوں کا تصادم جاری رہا۔ بالآخر ۱۶۸۲ء میں انگریز چلے گئے اور ڈچ جم کر حکومت کرنے لگے۔ ۱۹۲۵ء میں انڈونیشیا کے مشہور لیڈر سکارنو نے آزادی کا اعلان کر دیا اور ڈچ کو مار مار کر ملک سے نکال دیا۔ سکارنو کے بعد سوہارتو ملک کے صدر منتخب ہوئے اور آج کل ۱۹۷۹ء ہی اس منصب پر فائز ہیں۔

ماخذ۔

(۱) انڈونیشیا۔ سی سمتھ
اردو ترجمہ۔ از ابوالحسن نغمی۔ لاہور
(۲) کامپٹن انسائیکلوپیڈیا، امریکہ ۱۹۶۹ء ۔

لے انڈونیشیا۔ سی سمتھ۔ اردو ترجمہ از ابوالحسن نغمی صفحہ ۹۰ - ۹۸ لاہور ۱۹۶۴ء

۷ - ایران

ایران قدیم کی دو تاریخیں ہیں ۔ ایک وہ جو قرونِ وسطیٰ کے مؤرخین خصوصاً فردوسی ۱۰۲۱ء نے شاہنامہ میں بیان کی ہے ۔ اِس کے مطابق ایران کے فرمانروا سلسلے یہ تھے ۔

(۱) پشدادی ۔ جس کے بارہ بادشاہوں (کیمرث، ہوشنگ، جمشید، ضحاک ۔ فریدون وغیرہ) نے ۲۴۴۱ سال حکومت کی ۔ از ۳۱۲۱ قم تا ۶۸۰ قم ۔

(۲) سلاطینِ میڈیا ۔ از ۶۸۰ قم تا ۵۵۹ قم

(۳) کیانی[1] ۔ اِس خاندان کے دس بادشاہوں نے ۵۵۹ قم سے ۲۴۸ قم تک ۳۱۱ سال حکومت کی ۔

(۴) پارتھیا یا اشکانی ۔ اِن کی حکومت ۲۴۸ قم سے ۲۲۶ء تک ۴۷۴ سال رہی ۔

(۵) ساسانی جس کے ۲۸ بادشاہوں (اردشیر، شاپور، بہرام، قباد، نوشیرواں ہرمز، خسرو پرویز، یزگرد وغیرہ) نے ۲۲۶ء سے ۶۵۲ء (۴۲۶ برس) تک حکومت کی ۔

---

[1] کیانی بادشاہوں کے نام یہ ہیں ۔ کیقباد، کیکاؤس، کیخسرو، لہراسپ، گشتاسپ، اسفندیار، اردشیر، ہما، داراب، دارا ۔

(۶) پھر خلفائے راشدین کا تسلط ہوگیا۔

ایران کی دوسری تاریخ مستشرقین نے کھدائیوں اور کتبوں سے مرتب کی ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ سب سے پہلے عیلام[1] ابھرا، جسے عراق[2] کے ایک سُمیرین بادشاہ نے ۳۰۰۰ ق م میں جزوی شکست دی۔ پھر بابل میں ایک اور خاندان برسر اقتدار آگیا جس کے

---

[1] عیلام ایک وسیع علاقے کا نام تھا۔ جو فارس، تبریز اور بابل کے درمیان واقع تھا۔

[2] ایران کے شعبۂ تعلیم نے ایک کتاب "تاریخِ ایران از آغاز تا اسلام" ۱۳۶۶ھ ۱۹۴۷ء میں شائع کی تھی۔ اس میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے غربی ایران اور دجلہ و فرات کے درمیان موجودہ بصرہ کے قریب سُومریوں نے حکومت قائم کی تھی۔ اُسی زمانے میں ذرا شمال کی طرف جہاں آج بغداد ہے۔ اکدیوں کی سلطنت تھی۔ اکدی سامی النسل تھے۔ انہوں نے مسیح سے تین ہزار سال پہلے سومریوں کی سلطنت فتح کرلی۔ ان کے ایک بادشاہ کا نام سارگن تھا۔ اس کی حکومت کرمان شاہ سے بحیرۂ رُوم تک پھیلی ہوئی تھی۔ ان کی حکومت تین سو سال تک رہی۔ پھر اس پر سُومریوں کا قبضہ ہوگیا۔ اُسی زمانے میں مغربی ایران سے عیلامی اُبھرے۔ ان کا دارالحکومت خُوزستان کا ایک شہر شُوش تھا۔ عیلامی ہمیشہ سُومریوں اور اکدیوں سے لڑتے رہتے تھے۔ بالآخر عیلامیوں نے اِن دونوں حکومتوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا اور خود عیلامی تقریباً ۷۰۰ ق م میں اشوریوں کے مسلسل حملوں سے تباہ ہوگئے۔ اسی زمانے میں کالڈیہ (بابل) اُبھر رہا تھا اور شمال میں موصل کے قریب سلطنت اشور تشکیل پا رہی تھی۔ ان سلطنتوں کو ۶۰۰ ق م کے قریب میڈس (ایرانی) نے ختم کر دیا۔ ان کے بعد ہخامنشی برسرِ اقتدار آئے جنہیں کیانی بھی کہا جاتا ہے۔ انہیں اسکندر یونانی نے ختم کیا۔ یونانیوں کے خلاف خراسان و جرجان

باقی اگلے صفحے پر

ایک مشہور بادشاہ کا نام سارگن تھا۔ اس نے ۲۸۰۰ قم میں دریائے فرات سے بحیرہ خزر تک کا علاقہ ہتھیالیا۔ پھر قُوطی (QUTI) خاندان کا دَور آیا۔ اس کی حکومت نینویٰ سے عیلام تک پھیلی ہوئی تھی۔ ۲۴۵۰ قم میں ایک سمیری خاندان اُبھرا جس کے ایک بادشاہ ڈُنگی (DUNGI) نے عیلام کو ۲۲۸۰ قم میں ختم کر دیا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد عیلامی پھر زندہ ہوگئے۔ ۲۲۲۵ قم میں بابل کا ایک خاندان اُبھرا۔ جس کے سلاطین میں سے ایک حمورابی (۲۱۲۳ - ۲۰۸۱ قم) بھی تھا۔ مشہور مقنّن۔ اس نے قلمرو عیلام پر قبضہ کرلیا اس کے بعد بابل کا ایک اور خاندان ۲۰۶۸ قم سے ۱۷۰۱ قم تک برسرِ اقتدار رہا۔ پھر کسّٹ خاندان کا دَور آیا۔ یہ ۱۱۸۵ قم میں ختم ہوگیا۔ کچھ اور خاندان بھی بابل میں اُبھرے۔ جن کے آخری سلسلہ کو ۷۴۰ قم میں اشوریوں نے ختم کیا۔ عیلامی اقتدار کا خاتمہ بھی ۶۴۵ میں اشوریوں ہی کے ہاتھوں ہوا تھا۔

آریوں کی ہجرت

آریئے ترکستان میں آباد تھے۔ اِن کے کئی قبائل تھے۔ جن میں سے کچھ باہمی جنگوں،

بقیہ صفحہ ۴۹

نے علمِ بغاوت بلند کیا۔ اور اشک (یا ارشک) نامی ایک سردار کی قیادت میں ایک ریاست کی بنا ڈال دی۔ اِسی نسبت سے یہ اشکانی کہلاتے تھے۔ اِن میں اشکِ اوّل، تیرداد مہرداد اور فرہاد دوم بہت مشہور ہیں۔ آخر الذکر نے ایران سے یونانیوں کو باہر دھکیل دیا۔ سلاطین اشکانی میں سے آخری اردوان تھا۔ جسے اردشیر ساسانی نے ۲۲۶ء میں ختم کرکے اُس کی سلطنت پر قبضہ کرلیا تھا۔ اشکانیوں کی حکومت کا آغاز ۲۴۹ قم میں اور خاتمہ ۲۲۶ء میلادی میں ہوا۔ (شعبۂ تعلیم ایران۔ تاریخِ ایران از آغاز تا اسلام صفحہ ۴۲۔۴۰)

ٹڈی دَل کے حملوں اور بعض دیگر عوامل کی وجہ سے مختلف سمتوں میں چل پڑے۔ کوئی یورپ کی طرف نکل گیا۔ اور کوئی ایران کی طرف۔ ایران کا کارواں چھ قبائل پر مشتمل تھا جو ۱۹۰۰ ق م میں شمال مغربی ایران میں سکونت پذیر ہوگیا۔ (سائیکس صفحہ ۹۹) اور صدیوں اشور، بابل اور ایران کے خلاف نبرد آزما رہا۔

میڈس اور کیانی

یہ تصادم جاری تھا کہ چند آریائی قبائل آرمینیہ، آذربائیجان اور نواحِ ہمدان سے اُٹھ کر میڈیا پر چھا گئے۔ میڈیا سے مراد وہ علاقہ ہے جس کے مغرب میں دجلہ، مشرق میں خزر، شمال میں آرمینیہ اور جنوب میں فارس واقع ہے۔ اِن قبائل کا یہ تسلط فوری و ناگہانی نہیں تھا۔ بلکہ آہستہ آہستہ عمل میں آیا۔ یہ قبائل اشوریوں اور بابلیوں سے بارہا پٹے اور بار بار اُبھرے۔ یہاں تک کہ ان کے ایک لیڈر ڈیاسس نے ۷۰۵ ق م میں ایک ایسی حکومت کی بنا ڈال دی جو ۱۶۰ سال تک قائم رہی۔ اس کا آخری بادشاہ استیاگس تھا۔ سائرس اعظم اِس کا نواسہ تھا۔ سائرس نے پہلے استیاگس کی نااہل حکومت کا خاتمہ کیا۔ اور پھر مغرب کی طرف نکل گیا۔ اس کی قلمرو میں ایران، آذربائیجان، عراق، آرمینیہ، ترکی، شام، یونان، قبرص، مصر، حبشہ، افغانستان اور ترکستان کے کچھ اضلاع شامل تھے۔ سائرس کے بعد نو اور بادشاہوں نے حکومت کی۔ ان کے اقتدار کی مجموعی مدت ۲۱۶ سال تھی۔ یعنی ۵۴۶ ق م سے ۳۳۰ ق م تک۔ ان میں سے کیقباد، کیکاؤس، کیخسرو، گشتاسپ اور دارا بہت مشہور ہیں۔ یہ سلاطین کیانی کہلاتے تھے۔ اِن کا آخری بادشاہ دارا تھا۔ جسے اسکندرِ اعظم نے ختم کیا تھا۔

پارتھیا اور ساسانی

جب ایران اسکندر کی یلغار کے بعد قدرے سنبھلا تو بحیرۂ خزر کے جنوب مشرق میں پرتھو قبیلے کے ایک سردار اشک نے ۲۴۸ ق م میں ایک حکومت قائم کر لی جو ۴۷۴ سال زندہ رہی، یعنی ۲۲۶ عیسوی تک۔ بعد ازاں ساسانی[1] برسرِ اقتدار آ گئے۔ جس کے ۲۸ بادشاہوں (اردشیر، شاپور، ہرمز، بہرام، نوشیرواں وغیرہ) نے ۴۲۶ سال حکومت کی۔ اس کا آخری بادشاہ یزدگرد تھا۔ جو ۶۳۴ء سے ۶۵۲ء تک برسرِ اقتدار رہا تھا۔ پھر ایران خلافتِ راشدہ کا حصہ بن گیا۔ جب خلفا کی گرفت کمزور پڑ گئی تو ایران میں چھوٹے موٹے کئی مختار و نیم مختار خاندان ابھرے۔

ان کی تفصیل اس جدول میں دیکھیے۔

نمبر شمار	خاندان	مقامِ اقتدار	تعداد سلاطین	عرصہ اقتدار از ـــــ تا	مشہور سلاطین کے نام
۱	بنو دُلف	ہمدان	۵	۲۱۰ھ تا ۲۸۵ھ	ابو دُلف۔ عبد العزیز
۲	بنو ساج	آذربائیجان	۴	۲۶۶ھ تا ۳۱۸ھ	ابو الساج۔ محمد افشین
۳	علوی	طبرستان	۵	۲۵۰ھ تا ۳۱۶ھ	حسن۔ ناصر
۴	طاہری	خراسان	۵	۲۰۵ھ تا ۲۵۹ھ	طاہر ذو الیمین
۵	صفاری	سیستان	۳	۲۵۴ھ تا ۲۹۰ھ	یعقوب۔ عمرو بن لیث

[1] ساسانی ساسان کی طرف منسوب ہیں۔ یہ بقول البیرونی (الآثار الباقیہ) اِس خاندان کا بانی اردشیر کا دادا تھا۔ اردشیر بن بابک بن ساسان۔ فردوسی اِسے بہمن (ایک کیانی بادشاہ) کا بیٹا سمجھتا ہے اور دیگر مؤرخین اسے بہمن کا بھائی قرار دیتے ہیں۔

نمبر شمار	خاندان	مقامِ اقتدار	تعداد سلاطین	عرصہ اقتدار از تا	مشہور سلاطین کے نام
۶	سامانی	بخارا	۴	۲۶۱ھ تا ۳۸۹ھ	نصر، نوح، منصور
۷	زیاری	جُرجان	۶	۳۱۶ھ تا ۴۳۴ھ	وشمگیر، قابوس
۸	بنو حسنویہ	کُردستان	۳	۳۴۸ھ تا ۴۰۶ھ	حسنویہ۔ طاہر
۹	بُویہی	کرمان جنوبی ایران و عراق	۲۷	۳۲۰ھ تا ۴۴۳ھ	عضد الدولہ۔ شرف الدولہ
۱۰	سلاجقہ بزرگ	خراسان	۸	۴۲۹ھ تا ۵۵۲ھ	طُغرل۔ ملک شاہ۔ سنجر
۱۱	سلاجقہ کرمان	کرمان	۱۱	۴۳۳ھ تا ۵۸۳ھ	قرا ارسلان۔ ایران شاہ
۱۲	اتابکانِ آذربیجان	آذربیجان	۵	۵۳۱ھ تا ۶۲۲ھ	قزل ارسلان
۱۳	اتابک	فارس	۹	۵۴۳ھ تا ۶۸۶ھ	زنگی۔ تکلہ
۱۴	قتلغ خانی	کرمان	۸	۶۱۹ھ تا ۷۰۳ھ	قتلغ خان۔ رکن الدین
۱۵	آلِ جلائر	بغداد	۶	۷۳۶ھ تا ۸۱۴ھ	شیخ حسن بزرگ، اویس
۱۶	آلِ مظفر	یہ ایران کے بعض حصص پر بھی قابض ہو گئے تھے۔ فارس۔ کرمان وغیرہ	۴	۷۱۳ھ تا ۷۹۵ھ	مبارز الدین محمد
۱۷	سربدار	خراسان	۱۲	۷۳۷ھ تا ۷۸۳ھ	عبدالرزاق وجیہہ الدین
۱۸	امرائے کرت	خراسان و ہرات	۸	۶۴۳ھ تا ۷۹۱ھ	شمس الدین۔ رکن الدین
۱۹	امرائے آق قویون لو (نسلاً ترک)	آذربیجان	۱۲	۷۸۰ھ تا ۹۰۸ھ	عثمان۔ بایسنقر

۲۰	صفوی	تبریز	۱۱	۹۰۷ تا ۱۱۴۰ھ	اسماعیل عباس
۲۱	افشاری	خراسان وغیرہ	۴	۱۱۴۸ھ تا ۱۲۱۰ھ	نادر شاہ
۲۲	قاچاری	تہران	۷	۱۱۹۳ھ تا ۱۳۴۴ھ	فتح علی شاہ۔ ناصرالدین

قاچاریہ کا آخری فرمانروا احمد شاہ نہایت عیاش اور نااہل فرمانروا تھا۔ جب ملک میں ہر طرف بدنظمی پھیل گئی تو ایک فوجی سردار محمد رضا شاہ پہلوی نے احمد شاہ کو معزول کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔

سنہ ۱۳۴۴ھ محمد رضا شاہ سنہ ۱۹۲۵ء

سنہ ۱۳۶۰ھ آریہ مہر محمد شاپور رضا شاہ سنہ ۱۹۴۱ء

آریہ مہر نے اپنے ۳۸ سالہ دورِ اقتدار میں ملک کو سیاسی۔ فوجی۔ اقتصادی اور تہذیبی طور پر اس قدر طاقتور بنا دیا۔ کہ امریکہ و روس دونوں اس کے پیچھے پڑ گئے۔ ان کے ایجنٹوں نے ملک میں وہ طوفان اٹھایا۔ کہ بادشاہ ملک چھوڑ کر بحرِ اوقیانوس کے ایک جزیرے بہاما میں چلا گیا۔ اور ملک کا انتظام ایران کے ایک مذہبی لیڈر آیت اللہ خمینی نے سنبھال لیا۔ یہ وسط مارچ ۱۹۷۹ء سے حکومت چلا رہے ہیں۔

ماخذ

۱۔ سائیکس : تاریخ ایرانِ قدیم لیڈن ۱۹۳۰ء

۲۔ براؤن : تاریخ ادبِ فارسی

۳۔ لین پول : سلاطین اسلام

۴۔ شاہ نامہ : فردوسی

۵۔ البیرونی : الآثار الباقیہ

۶۔ تاریخ ایران از آغاز تا اسلام

۸ آئیوری کوسٹ

انگریزی میں ہاتھی دانت کو آئیوری (IVORY) کہتے ہیں۔ اور کوسٹ (COAST)
کے معنی ہیں : ساحل ۔ پندرھویں صدی میں فرانس کے بعض تاجر افریقہ کے اس ساحل
پر اتر کر ہاتھی دانت خریدا کرتے تھے ۔ وہیں سے اس کا نام آئیوری کوسٹ پڑ گیا۔
اس ریاست کا رقبہ ۱۸۳۳۹۷ مربع میل اور آبادی (۱۹۷۱ء) ۴۴ لاکھ کے
قریب ہے یہ افریقہ کے غربی ساحل پر واقع ہے ۔ اس کے شمال میں مالی نیزا پر والٹا جنوب
میں خلیج گنی ۔ مشرق میں غانہ، مغرب میں لیبریا اور گنی ہیں۔

تاریخ

ہم اس ملک کی قدیم تاریخ سے ناآشنا ہیں۔ ہمیں صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ چودھویں
صدی میلادی میں یہاں سے فرانس کے کچھ سوداگر گزرا کرتے تھے ۔ پندرھویں صدی کے اواخر
میں پرتگال کے چند ملاحوں نے اس ملک کو ڈھونڈ نکالا اور اس کے بعد ہاتھی دانت اور غلاموں
کے بیوپاری یورپ کے مختلف حصوں سے یہاں آنے لگے ۔ ۱۶۳۷ء میں اس کے ساحل پر پانچ
فرانسیسی مبلغ اترے اور اندرونِ ملک عیسائیت کا پرچار کرنے لگے ۔ ۱۸۴۲ء میں اس
نے ایک معاہدہ کی رُو سے فرانس کی بالادستی تسلیم کرلی ۔ بعد میں جب تحریک آزادی نے
زور پکڑا تو ۱۹۴۶ء میں وہاں ایک قانون ساز اسمبلی بنادی گئی ۔ اور ۲۰ ستمبر ۱۹۶۰ء کو

یہ ملک آزاد ہوگیا۔ اس میں مسلمانوں کا تناسب ۶۴ فیصد ہے۔

اسلام اِن افریقہ صفحہ ۴۹۸

ا؎ ہینڈ بک صفحہ ۱۴۹

۹- بحرین

عرب کی اس چھوٹی سی ریاست کا رقبہ ۲۳۰ مربع میل ہے اور آبادی ۱۹۴۷ء میں ایک لاکھ بیاسی ہزار۔ یہ خلیج ایران کے مغربی ساحل پر قطر کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ یہ آٹھ جزائر کا مجموعہ ہے۔ ان میں سب سے بڑے جزیرے کا نام بھی بحرین ہے۔ جو تیس میل لمبا اور بیس میل چوڑا ہے۔ اس سے چھوٹا محرّق ہے۔ جس کی آبادی بیس ہزار کے قریب ہے۔ بعض دیگر جزائر کا نام خسیفہ، ہبئی صالح، شیطرا اور ارذ ہیں۔ اس کے دارالحکومت کا نام المنامہ ہے۔ جس کی آبادی ساٹھ ہزار کے قریب ہے۔ چونکہ اس کے ساحلوں کے قریب موتی وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں اس لیے مختلف ممالک کے تاجر زمانہ قدیم سے بحرین میں آتے رہے اور اس کا ذکر قرونِ وسطیٰ اور ذرا پہلے کی تواریخ میں عموماً ملتا ہے

تاریخ

بحرین کی قدیم تاریخ سے ہم ناآشنا ہیں ۱۹۵۷ء کی کھدائیوں سے جو المنامہ کے قریب کی گئی تھیں ہمیں ایک ایسے شہر کے آثار ملے ہیں جو غالباً ۲۰۰۰ ق م میں آباد تھا۔ اور اس کے تاجر شمال میں سُمیریوں اور جنوب میں وادیٔ سندھ سے تجارت کیا کرتے تھے۔ لیکن یہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ لوگ کیوں اور کیسے مٹ گئے۔ بعض کتبات سے جو عراق و بحرین سے ملے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰۰۰ ق م میں بحرین پر اشوریوں کی حکومت تھی۔ بعدازاں

ڈیڑھ ہزار برس تک وہاں کیا ہوتا رہا۔ مورخ کو معلوم نہیں۔ چوتھی صدی میلادی میں اس پر مشرقی عرب کے ایک قبیلے بنو القیس کی حکومت تھی۔ جو ایران کی برائے نام بالادستی کو تسلیم کرتا تھا۔ ساتویں صدی میں مسلمانوں کا تسلط ہو گیا۔ سولہویں صدی میں وہاں ایرانی ترک، انگریز اور پرتگالی قدم جمانے لگے۔ ۱۵۱۷ء میں اس پر پرتگالی قابض ہو گئے۔ یہ وہاں ۱۱۵ برس تک رہے۔ ۱۶۲۲ء میں ایرانی آگئے جن کی حکومت کا زمانہ ۱۶۲ سال تھا۔ ۱۷۸۴ء میں عرب کے چند قبائل نے ایرانیوں کو نکال دیا اور ۱۸۱۶ء میں بنو عتبہ کے ایک سردار کو اپنا حکمران بنا لیا۔ بحرین کا موجودہ شیخ عیسیٰ بن سلمان الخلیفہ جو ۱۶ ار اگست ۱۹۷۱ء کو مسند نشین ہوا تھا۔ اسی سردار کی پشت سے ہے۔ یہ ملک ستمبر ۱۹۷۱ء میں آزاد ہوا تھا۔

بحرین و برطانیہ

۱۸۲۰ء میں بحرین اور برطانیہ میں ایک معاہدہ ہوا جس کی رُو سے بحرین نے برطانیہ کو یہ اجازت دے دی کہ وہ اپنے تجارتی جہازوں کی حفاظت کے لیے بحرین کو استعمال کرے۔ ۱۸۸۰ء اور ۱۸۹۲ء میں والی بحرین نے برطانیہ سے دو اور معاہدے بایں مقصد کیے۔ کہ برطانیہ بحرین کی آزادی کی ضمانت دے اور بحرین کسی اور حکومت سے برطانیہ کی اجازت کے بغیر کوئی معاہدہ نہ کرے۔ ۱۹۱۱ء میں پھر ایک معاہدہ ہوا۔ جس میں والیٔ بحرین نے یہ عہد کیا کہ وہ برطانیہ کے سوا کسی اور حکومت کو موتی اسفنج اور تیل نکالنے کی اجازت نہیں دے گا۔

وہاں ۱۹۵۶ء میں تیل کی سالانہ پیداوار پندرہ لاکھ ٹن تھی، جو ۱۹۶۶ء میں تیس لاکھ ٹن تک پہنچ گئی۔

مآخذ

۱ : دی مڈل ایسٹ صفحہ ۱۱۶

۲ : کنسائز انسائیکلوپیڈیا آف عربک سویلزیشن صفحہ ،،
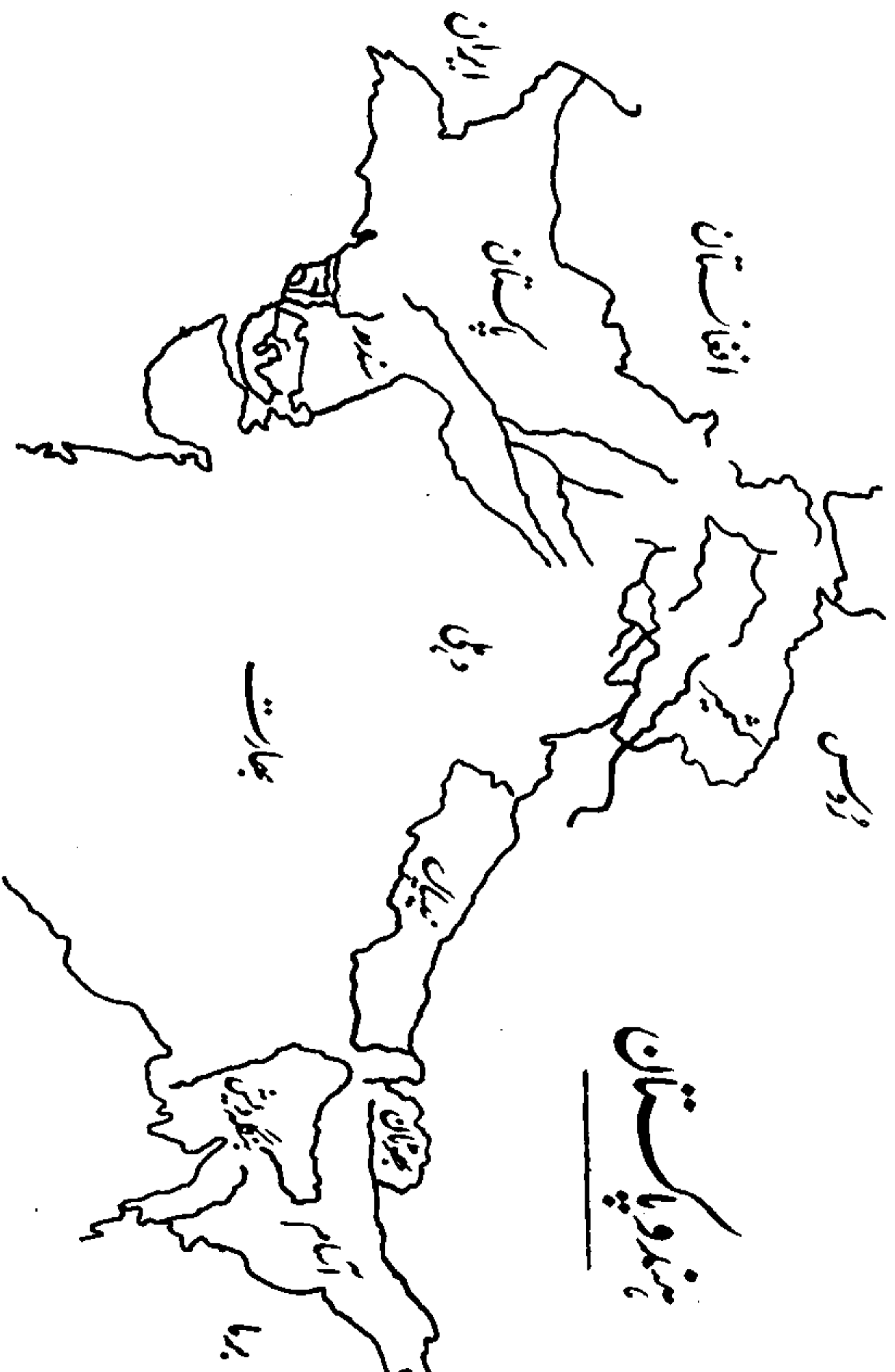
ہندوپاکستان
روس
افغانستان
کشمیر
پاکستان
ایران
دہلی
نیپال
بھوٹان
سندھ
آسام
بھارت
بنگلہ دیش
برما

۱۰ بنگلہ دیش

بنگلہ دیش کا رقبہ ۵۴۵۰۱ مربع میل ہے اور آبادی (۱۹۷۲ء) تقریباً ساڑھے سات کروڑ جس میں مسلمانوں کا تناسب ۸۱ فیصد کے قریب ہے۔

لفظ بنگلہ

بنگال یا بنگلہ کا ماخذ بنگا یا ونگا ہے یہ ایک غیر آریائی قوم تھی جس کا ذکر سنسکرت کی قدیم رزمیہ نظموں، کتابوں اور شاستروں میں ملتا ہے۔ آغاز میں بنگال صرف اُس ساحلی علاقے کا نام تھا جو بنگال کے جنوب مشرقی گوشے میں ساحل کے ساتھ ساتھ پھیلا ہوا ہے۔ اور جس میں بنگلہ قوم آباد تھی۔ بارھویں صدی میلادی کے اواخر تک بنگال سے مُراد یہی علاقہ تھا۔ اُس وقت مغربی بنگال کا نام رادھا تھا۔ اور شمالی کا پونڈرا اور دمن۔ یہ تینوں[1] حصّے سلطان الیاس شاہ (۱۳۴۵ء تا ۱۳۵۲ء) کے زمانے میں متحد ہو کر بنگال کہلانے لگے۔ اور الیاس نے شاہِ بنگالیاں کا لقب اختیار کرلیا۔ آئینِ اکبری اور تُوزکِ جہانگیری میں بنگال کی حدود وہی تھیں جو آج ہیں۔

تاریخ

بنگلہ میں آریاؤں کا داخلہ تقریباً ایک ہزار قم میں ہوا تھا۔ اُس وقت وہاں چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں۔ مثلاً پونڈرا۔ لادھا، سوہما، ونگا وغیرہ چوتھی صدی قم میں مشرقی علاقے پر

---

[1] تاریخِ فرشتہ ج ۲ صفحہ ۲۹۶

ایک قوم یا خاندان گنگا دیدائی کی حکومت تھی۔ اس کے دارالخلافے کا نام گنگے تھا۔ جو دریائے ہگلی کے قریب واقع تھا۔ اُس وقت مغربی بنگال کی ایک ریاست کا نام پوشکرنا تھا۔ خاندانِ گُپتا بھی چھٹی صدی عیسوی تک بنگال پر حکمران رہا۔ جب پانچویں صدی میں چین کا ایک سیّاح فاہیان (FA-HIAN) اور دو سو سال بعد ہیون سانگ (HSUAN TSANG) بنگال میں آئے تو انہوں نے وہاں صرف ایک مذہب یعنی بُدھ مت دیکھا۔ جو ہندو دھرم کی یلغار کا مقابلہ کر رہا تھا۔ ساتویں صدی کے نصف آخر میں مشرقی اور جنوبی بنگال پر ایک بُدھ خاندان کھڈگا کی حکومت تھی جسے ۷۴۲ء میں ایک اور بُدھ خاندان پال نامی نے ختم کیا۔ پال خاندان چار سو سال تک حاکم رہا۔ پھر ہندوؤں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہوگئیں جو ۱۲۰۰ء تک جاری رہیں۔ اِس کے بعد وہاں مسلمان جا پہنچے۔ پہلا حملہ قطب الدین ایبک کے ایک سپہ سالار محمد بن بختیار خلجی نے ۱۲۰۲ء میں کیا تھا۔ ۱۳۲۹ء تک وہاں دہلی سے گورنر جاتے رہے پھر کچھ گورنر خود مختار ہو گئے اور مندرجہ ذیل سلسلے اُبھر آئے۔

خاندان	تعداد سلاطین	از	تا	ریمارکس
سلاطین بنگالہ	۳	۱۳۳۹ء —	۱۳۵۲ء	یہ تینوں الگ الگ افراد تھے
الیاس شاہی	۷	۱۳۴۵ء	۱۴۰۶ء	جو اپنی کوششوں سے آزاد ہوئے
خاندان راجہ کانس	۳	۱۴۰۹ء	۱۴۳۱ء	
الیاس شاہی (دوبارہ)	۵	۱۴۴۲ء	۱۴۸۱ء	
حبشی	۴	۱۴۸۶ء	۱۴۹۰ء	
حُسین شاہی	۴	۱۴۹۳ء	۱۵۲۷ء	
سُوری	۴	۱۵۵۲ء	۱۵۶۳ء	
قرارانی	۳	۱۵۶۳ء	۱۵۷۶ء	(سلاطینِ اسلام صفحہ ۳۱۲)

۱۵۷۶ء میں مغلوں نے ان سلسلوں کو ختم کرکے بنگال کو اپنا صوبہ بنالیا۔ جب مغل کمزور ہوگئے تو بنگال کا گورنر علی وردی خان خود مختار بن بیٹھا۔ اس کے خلاف ایسٹ انڈیا کمپنی نے جو ۱۶۰۰ء سے بنگال کے ایک حصّے میں قدم جما چکی تھی۔ اور اب اپنے دائرہ اقتدار کو وسیع کرنے کے درپے تھی۔ سازشوں کا ایک جال بچھا دیا۔ جب علی وردی کی وفات کے بعد اُس کا نواسہ سراج الدولہ تخت نشین ہوا تو اُس پر بار بار حملے کئے۔ آخری جنگ ۱۷۵۷ء میں ڈھاکہ کے قریب پلاسی کے مقام پر ہوئی۔ جہاں سراج الدولہ نے درجۂ شہادت حاصل کیا اور بنگال تقریباً دو سو سال کے لیے انگریزوں کا غلام بن گیا۔ جب ۱۹۴۰ء کے بعد تحریکِ پاکستان نے زور پکڑا تو ۱۴ اگست کو پاکستان وجود میں آیا جس کے دو بازو تھے۔ اوّل مشرقی بنگال جس کے مشرق میں آسام، مغرب میں بنگال، شمال میں آسام و ہند اور جنوب میں سمندر تھا دوم مغربی پاکستان جو پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان پر مشتمل تھا۔

۱۹۷۱ کی جنگ

۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں مشرقی پاکستان کی ایک پارٹی یعنی عوامی لیگ نے تقریباً ساری نشستوں پر قبضہ کرلیا۔ اور اس کے رہنما شیخ مجیب الرحمٰن نے چند ایسے مطالبات پیش کردیئے۔ جنہیں تسلیم کرنے کا مطلب مشرقی پاکستان کی علیحدگی تھا۔ ان مطالبات کا ماحصل یہ کہ :-

(۱) مرکز کو ٹیکس لگانے کے اختیارات نہیں ہوں گے۔ صرف صوبے ٹیکس لگائیں گے اور کچھ رقم مرکز کو بھی دے دیں گے۔

(۲) ہر صوبے کی فوج الگ ہوگی۔

(۳) سکّہ بھی الگ ہوگا۔

(۴) صُوبے اپنی مرضی سے بیرونی تجارت کریں گے۔

(۵) ہر صُوبے کے محاصل اُس کے پاس رہیں گے اور صُوبے سے باہر صرف نہیں ہوں گے

(۶) ڈھاکہ دارالحکومت ہوگا اور چٹاگاؤں بحریہ کا مستقر۔

اِن مطالبات کے مسترد ہونے پر مجیب الرحمان نے سول نافرمانی کی تحریک شروع کر دی۔ ساتھ ہی فوج پر حملے ہونے لگے۔ ۲۵ مارچ ۱۹۷۱ء کو مجیب الرحمان کی گرفتاری عمل میں آئی۔ اور حالات یہاں تک بگڑے کہ جابجا فوج سے جھڑپیں شروع ہوگئیں۔ ان جھڑپوں نے باقاعدہ جنگ کی صُورت اختیار کرلی۔ اور تباہی کا وہ بازار گرم ہوا کہ ساٹھ ستّر لاکھ بنگالی ہندوستان میں بھاگ گئے۔ حکومت ہند نے اس ابتری کو بہانہ بنا کر یکم دسمبر ۱۹۷۱ء کو مشرقی پاکستان میں افواج بھیج دیں۔ چونکہ پاکستانی فوج کو کسی طرف سے کوئی امداد نہیں پہنچ سکتی تھی اس لیے سولہ دن کی شدید جنگ کے بعد ہماری افواج نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو مشرقی پاکستان ایک الگ آزاد مملکت بن گیا اور اُس کا نام بنگلہ دیش رکھا گیا۔ دو ماہ بعد پاکستان کے صدر ذوالفقار علی بھٹّو نے شیخ مجیب الرحمان کو، جو لائل پور کی ایک جیل میں محبوس تھا رہا کر دیا۔ اور وہ نئے آئین کے تحت بنگلہ دیش کا وزیر اعظم بن گیا۔ ۱۹۷۶ء میں اِسے فوج نے قتل کر دیا اور جنرل ضیاء الرحمان برسرِ اقتدار آ گئے۔

بنگلہ دیش کی خاص پیداوار پٹ سن ہے جس کی ضرورت ہر ملک کو رہتی ہے۔

مآخذ

۱۔ ادارہ مُعارفِ اسلامیہ "بنگلہ"

۲: سلاطین اسلام صفحہ ۳۱۳

۳: مطالعہ پاکستان صفحہ ۸۲

پاکستان کی ایک تاریخ قدیم ہے اور دوسری جدید ۔ قدیم کا آغاز نامعلوم زمانوں سے ہوتا ہے ۔ اور جدید کا اسلامی حملوں سے ۔

قدیم تاریخ

اس موضوع پر قومی عجائب گھر پاکستان کے سپرنٹنڈنٹ جناب تصویر حسین صاحب حمیدی کا ایک علمی مقالہ ۱۰ فروری ۱۹۴۷ء کے جنگ میں شائع ہوا تھا ۔ یہاں ہم اسی کے کچھ اقتباسات پیش کرتے ہیں ۔

زمانہ قبل از تاریخ

دریائے سندھ اور جہلم کے درمیانی خطے میں پوٹھوہار کا کوہستانی علاقہ ہے ۔ یہی وہ وادی ہے جہاں برصغیر کے قدیم ترین تمدن نے جنم لیا تھا ۔ دریائے سواں کے کنارے اسلام آباد کے قریب حجری دور کے آثار پائے گئے ہیں ۔ یہ آثار بھدے پتھروں کے اوزار اور ہتھیاروں تک محدود ہیں ۔ اس دور کا انسان غاروں اور چٹانوں میں بسیرا کرتا تھا ۔ اور جنگلی پھل کھا کر زندگی گزارتا اور پتھروں کے ہتھیاروں سے جانوروں کا شکار کیا کرتا تھا ۔

ٹیکسلا کے قریب کھدائی سے برآمد ہونے والی اشیاء سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حجری

دَور کے ترقی یافتہ زمانے کی باقیات ہیں۔ یہاں پائے جانے والے پتھر کے چاقو، تیروں کے سَر، کلہاڑیاں اور مٹی کے برتن ظاہر کرتے ہیں کہ انسان حیوانیت سے نکل کر تمدنی دَور میں داخل ہو رہا ہے۔

خیرپور کے نزدیک کوٹ ڈیجی کی کھدائی سے دریافت ہونے والی چیزوں میں مٹی کے سبک سبک برتن ہیں جن پر چاکلیٹ، سُرخ اور سیاہ رنگ میں سیدھے سادھے ڈیزائن بنائے گئے ہیں۔ پتھر کے سڈول چاقو اور دیگر چیزیں شامل ہیں۔

کوہ ہمالیہ کی ڈھلانوں سے لے کر بحرِ عرب کے ساحل تک پھیلی ہوئی تہذیب جسے وادیِ سندھ کی تہذیب کے نام سے ساری دنیا میں شہرت حاصل ہے۔ سرزمین ہند و پاک کی عظیم ترین تہذیبوں میں سے ایک تھی۔ یہ ایک ہزار میل پر چھائی ہوئی تہذیب ایک ہزار سال تک چھائی رہی۔ موئن جو داڑو اور ہڑپہ اس تہذیب کے دو مرکز ہیں۔ اِن دو مرکزوں کے علاوہ اَب تک کوئی ڈیڑھ سو بستیاں بھی دریافت کی جا چکی ہیں۔ جو اِن کے ساتھ ساتھ قائم رہی ہوں گی۔

گندھارا کا زمانہ

گندھارا نہ صرف ایک فن کا نام ہے۔ بلکہ اِس خطّے کا نام بھی ہے۔ جہاں یہ فن پہلی صدی عیسوی میں پروان چڑھا تھا۔ گندھارا کا علاقہ جنوبی افغانستان سے لے کر راولپنڈی کے قرب و جوار تک پھیلا ہوا ہے۔ گندھارا کا نام سب سے پہلے ویدوں میں ملتا ہے۔ سکندرِ اعظم کے حملے کے وقت بھی یہ علاقہ بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ اشوک کے زمانے میں اس علاقے کے رہنے والوں نے بُدھ مت قبول کر لیا۔ کنشک کے دور میں گندھارا نے بڑی خوشحالی حاصل کی۔ اور اس زمانے میں فن سنگ تراشی اور مجسمہ سازی کے آرٹ کو عروج ہوا۔

گندھارا آرٹ اصل میں ایک مذہبی آرٹ ہے جس کے ذریعہ بُدھ مذہب کے پیروکاروں نے اپنی رُوحانی داستانوں کو زندۂ جاوید بنا دیا - اس آرٹ کی مدد سے گوتم بُدھ کی زندگی کے ہر پہلو کو اُجاگر کیا ہے - اس کا جنم، اس کا بچپن، اس کی شادی - اس کا تخت و تاج کو خیرباد کہنا - اس کا نروان حاصل کرنا، اس کی تبلیغ اور اس کی وفات غرض زندگی کے ہر دور کی عکاسی کی ہے اور اس طرح ایک بے مثال فن ظہور پذیر ہوا۔

ہڑپہ اور موہن جو ڈارو کی تہذیب کے آثار مغربی پاکستان کے طول و عرض میں ملتے ہیں - قیاس یہ ہے کہ جب ۱۵۰۰ ق م کے قریب اس ملک میں آریے داخل ہوئے تو انہوں نے ان تہذیبوں کو تباہ کر دیا - وہ لوگ مغربی پاکستان میں نہ ٹھہرے بلکہ گنگا جمنا کی وادی میں جا آباد ہوئے۔

پاکستان اور ایران

برِصغیر کا تاریخی دَور چھٹی صدی ق م سے شروع ہوتا ہے - یہ وہ زمانہ ہے جب ایران کے ایک بادشاہ دارائے اوّل (۵۲۲ - ۴۸۶ ق م) نے سندھ کو اپنی سلطنت کا بیسواں صوبہ بنا لیا تھا - اُن ہی دنوں ٹیکسلا کی شہرت کا آغاز ہوا - یہ شہر اُس دور کی شہری زندگی کا ایک عمدہ نمونہ تھا - ۳۲۶ ق م میں جب یہاں اسکندرِ اعظم آیا تو اِس حصہ ملک کا رابطہ یونان اور ایشیائے وسطیٰ کے ممالک سے بھی قائم ہو گیا - اور ان تمام ممالک سے تجارت ہونے لگی۔

اسکندرِ اعظم کے بعد برِصغیر میں چندر گپت موریہ کی حکومت قائم ہو گئی - اشوکِ اعظم کا تعلق موریہ ہی سے تھا - خاندانِ موریہ[1] کا تعلق صوبہ بہار کے نندا خاندان سے تھا - اِس خاندان کے

---

[1] موریہ - نندا خاندان کے آخری بادشاہ نے اپنے خاندان کے ایک شہزادے چندر گپت کو مگدھا سے نکال دیا تھا - یہ پاکستان میں آ گیا اور یہاں سے ایک لشکر جرار لے کر واپس لوٹا - مگدھا پر حملہ کر کے نندا خاندان

آخری راجہ نے چندر گپت کو بہار سے نکال دیا تھا اور وہ پاکستان میں آ گیا تھا۔ یہاں سے اُس نے ایک عمدہ فوج ترتیب دے کر بہار پر حملہ کیا اور نندا سے سلطنت چھین لی۔

جب موریہ خاندان کمزور ہو گیا تو ایک یونانی حکمران نے پاکستان کو فتح کر کے ایک نئی سلطنت کی بنا ڈال دی۔ اِس خاندان کا مشہور ترین بادشاہ مینا ندر تھا۔ اس نے بُدھ مت قبول کر لیا تھا۔ اس کی سلطنت مشرق میں متھرا اور مالوہ تک پھیل گئی تھی۔ اور اس کا صدر مقام سیالکوٹ تھا۔

اِس خاندان کو کشان[1] قوم نے ختم کر کے ایک ایسی سلطنت کی بنا ڈال دی جس کا صدر مقام پشاور تھا۔ اور جو وسطِ ایشیا تک پھیل گئی تھی۔ کنشک اِس خاندان کا مشہور بادشاہ تھا جس نے پشاور اور ٹیکسلا کو بُدھ مت کا مرکز بنا دیا تھا۔ اور کشمیر کو فتح کرنے کے بعد یارقند ختن اور کاشغر تک نکل گیا تھا۔

سے حکومت چھین لی اور ۳۲۳ ق م میں تخت پر بیٹھ گیا۔ یہ خاندان موریہ کا بانی تھا۔ اس کی سلطنت خلیج بنگال سے بحیرۂ عرب تک پھیل گئی۔ یہ خاندان ۱۸۵ ق م تک برسرِ اقتدار رہا۔ سید معین الحق، تاریخ ہند و پاک حصہ اول صفحہ ۱۰۲

[2] ہند پر حملۂ اسکندر (۳۲۴ ق م) کے وقت جنوبی بہار (ماگدھا) پر نندا خاندان کی حکومت تھی اس کا بانی ایک حجام مہا پدما تھا۔ جو خوشامد سے پہلے شاہ ماگدھا کا مقرب بن گیا اور پھر کوئی چال چل کر اقتدار پر قابض ہو گیا اس خاندان کا زمانۂ حکومت ۱۰۵ سال تھا۔ اِن سے چندر گپت نے حکومت چھینی تھی۔ حملۂ اسکندر کے وقت اِس خاندان کا آخری بادشاہ حکومت کر رہا تھا۔ (مجم دار، ایڈوانسڈ ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۶۲ لندن ۱۹۵۸ء)

[1] کشان یا کشن ۱۶۵ ق م میں وسطِ ایشیا سے نکل کر آہستہ آہستہ وادیٔ گندھارا تک پہنچ گئے۔ ان کے متعدد بادشاہوں نے ۳۲۲ برس حکومت کی۔ ان کا زوال ۱۶۷ء میلادی میں ہوا۔ ان میں مشہور ترین کنشک تھا جس کا صدر مقام پشاور تھا۔ یہ بدھ مت کا پیرو تھا اور اس کی حکومت ہند میں بنارس، چین میں ختن اور ایران میں پارتھیا تک

کنشک کے بعد گپت[1] خاندان برسرِ اقتدار آیا اور پھر سفید ہنز[2] کی یہاں حکومت قائم ہو گئی ان کے ایک حکمران نے بدھ مذہب کے ہر مندر کو مسمار اور ہر بھکشو کو قتل کر دیا اور اس طرح بدھ مت کا انحطاط شروع ہو گیا۔

ٹیکسلا کی اہمیت

علوم و فنون کے لحاظ سے بھی ٹیکسلا کو اہمیت حاصل تھی سیاست کا مشہور ماہر و عالم چانکیہ ٹیکسلا کا رہنے والا تھا۔ مشہور فلسفی نجومی پانینی (۶۰۰ ق م) بھی اسی علاقے سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اس دور کے دو مشہور طبیب آتریہ اور چراک (کنشک کا معالج خاص) یہیں کے رہنے والے تھے۔

تاریخِ جدید

پاکستان کی تاریخِ جدید محمد بن قاسم کے حملوں سے شروع ہوتی ہے۔ محمد بن قاسم نے ۷۱۱ء میں سندھ میں داخل ہو کر وہاں ایک حکومت کی بنا ڈال دی تھی جو کم و بیش تین سو برس تک زندہ رہی اس حکومت نے مدارس کھولے، مساجد بنائیں اور تبلیغی مراکز قائم کئے۔ یہی کام بعد میں غزنویوں،

پھیلی ہوئی تھی۔

(معین الحق حصہ اوّل صفحہ ۱۴۶)

[1] گپت خاندان کو ۳۲۰ء میں اقتدار حاصل ہوا۔ ان لوگوں نے ۵۵۰ء تک حکومت کی۔ انہیں وسط ایشیا کے سفید ہنز اور ہند کے گاڈا خاندان نے ختم کیا تھا۔ ایضاً صفحہ ۱۵۸

[2] ہنز وسطِ ایشیا سے آکر گپت خاندان کے بعض اضلاع پر قابض ہو گئے۔ یہ ۴۵۸ء میں برسرِ اقتدار آئے اور انہیں ۵۶۷ء میں نوشیرواں (شاہ ایران) نے ختم کیا۔

غوریوں اور دیگر حکمران سلسلوں نے کیا۔ نتیجہ یہ کہ تیرہ سو سال میں یہاں مسلمانوں کی تعداد چودہ کروڑ تک پہنچ گئی۔ حکمران سلسلے یہ تھے۔

سلسلہ	تعدادِ سلاطین	از ـــــ تا	کیفیت
غزنوی	۱۶	۳۸۸ ـــــ ۵۸۲ھ	
غوری	۱۰	۶۰۲ ـــــ ۹۶۲ھ	
خلجی	۶	۶۸۹ ـــــ ۷۲۰ھ	
تغلق	۱۱	۷۲۰ ـــــ ۸۰۵ھ	
سادات	۴	۸۱۷ ـــــ ۸۴۷ھ	
لودھی	۳	۸۵۵ ـــــ ۹۳۰ھ	
افغان	۵	۹۴۶ ـــــ ۹۶۲ھ	
مُغلیہ	۲۶	۹۳۲ ـــــ ۱۲۷۵ھ	

جب ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی (غدر) کے بعد انگریز نے "بغاوت" کا سارا الزام مسلمانوں کے سر تھوپ کر اُن پر رزق و عزت کے تمام دروازے بند کر دیئے۔ تو مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ اور ہر مقام سے صدائے احتجاج بلند ہونے لگی۔ اِن صداؤں میں بلند ترین سَر سیّد احمد خان کی تھی۔ انہوں نے جنوری ۱۸۸۳ء میں وائسرائے کی کونسل کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"ہندوستان ایک برِ صغیر ہے۔ ملک نہیں۔ اِس میں الگ الگ قومیں آباد

ہیں جن میں مسلمان سب سے بڑی اقلیت ہیں اور ہندوؤں سے علیحدہ ایک قوم ہیں۔ لہذا ان سے جداگانہ قومیت کی بنیاد پر ہی سلوک ہونا چاہیئے۔"

زاہد حسین انجم، عالمی معلومات

مطبوعہ فیروز سنز لاہور ۱۹۷۲ء صفحہ ۱۲

۱۸۸۵ء میں ایک انگریز مسٹر ہوم نے ہندوؤں کو منظم کرنے کے لیے انڈین نیشنل کانگرس کی بنا ڈال دی اور برطانیہ کے زیر سایہ ہوم رول کا مطالبہ کر دیا۔ جب یہ مطالبہ زور پکڑ گیا اور مسلمانوں کو ہندوؤں کی غلامی کا خطرہ لاحق ہو گیا تو انہوں نے بھی ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھ دی اور ہندوستان کے تمام بڑے بڑے مسلم رہنما اس میں شامل ہو گئے۔ ان رہنماؤں کی تقاریر سے دس کروڑ مسلمانانِ ہند جاگ اُٹھے۔ اور جداگانہ وطن کے لیے زور لگانے لگے۔ دسمبر ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس الٰہ آباد میں منعقد ہوا۔ جس میں حکیم مشرق علامہ سر محمد اقبال نے ہند میں ایک اسلامی حکومت کے قیام کی تجویز پیش کی اور ساتھ ہی فرمایا:

میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ ہند میں ایک اسلامی ریاست کا قیام مسلمانوں کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے۔

(عالمی معلومات صفحہ ۱۳)

۱۹۲۵ء اور ۱۹۲۷ء کے درمیان ہندو مسلم سوال کو حل کرنے کے لیے تین کانفرنسیں انگلستان میں ہوئیں۔ جن میں مسلمانوں کی طرف سے قائد اعظم، علامہ اقبال، سر آغا خان اور مولانا محمد علی جوہر جیسے عمائد شامل ہوتے۔ اور غیر مسلموں کی طرف سے مسٹر گاندھی، جواہر لال نہرو اور سر سپرو جیسے۔ پھر گاندھی و جناح (قائد اعظم) کی ملاقاتیں بھی برسوں

جاری رہیں۔ وائسرائے ہند نے بھی متعدد کوششیں کیں، لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اور قائدِ اعظم الگ جداگانہ اسلامی ریاست کے مطالبہ پہ ڈٹے رہے۔ بالآخر انگریز اور ہندو دونوں نے اس مطالبے کو تسلیم کر لیا اور ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کا سورج دو ریاستوں پر طلوع ہوا۔ اُس وقت اسلامی ریاست میں پانچ صوبے تھے۔ یعنی مشرقی پاکستان، پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان۔ اُس وقت اِن کی مجموعی آبادی آٹھ کروڑ تھی ۱۹۶۱ء میں ۹ کروڑ، ۳۰ لاکھ ہوگئی اور ۱۹۷۱ء میں ۱۳ کروڑ تک جا پہنچی۔ لیکن ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان ہم سے علیحدہ ہوگیا۔

مشرقی پاکستان کی علیحدگی

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں مجیب الرحمٰن (نیشنل عوامی لیگ کا قائد) نے مشرقی پاکستان کی ۹۰ فیصد نشستوں پر قبضہ کر لیا اور پھر اپنے مشہور چھ نکات پیش کر دیئے کہ،

۱۔ مرکز ٹیکس نہیں لگا سکے گا اور وہ اپنے مصارف صوبوں سے لے گا۔

۲۔ کہ ہر صوبے کو یہ اختیار ہوگا کہ جس ملک سے چاہے تجارت کرے۔

۳۔ صوبے اپنی الگ فوج رکھ سکیں گے۔

۴۔ مشرقی پاکستان کا روپیہ اور سونا صوبے سے باہر نہیں آئے گا۔

۵۔ ہر صوبے کا سکہ الگ ہوگا۔

۶۔ پاکستان کا دارالحکومت ڈھاکہ ہوگا۔

جب حکومت نے اِن مطالبات کو مسترد کر دیا تو مارچ ۱۹۷۱ء میں مجیب الرحمٰن نے سولِ نافرمانی کا آغاز کر دیا۔ حکومتِ ہند نے اُسے نہ صرف ہر قسم کے وسائل (اسلحہ، روپیہ وغیرہ) فراہم کئے بلکہ ۲۲ر نومبر ۱۹۷۱ء کو مشرقی پاکستان پر حملہ بھی کر دیا۔ ۱۶ر دسمبر

کو افواج پاکستان نے ہتھیار ڈال دیئے اور مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن کر ہم سے الگ ہوگیا۔ باقیماندہ پاکستان کا رقبہ اور آبادی اِس جدول میں دیکھیے۔

علاقہ	رقبہ (مربع میل)	آبادی ۱۹۷۲ء	آبادی فی مربع میل
پنجاب مع اسلام آباد	۷۹۶۳۴	۳،۷۶۰۹۰۰۰	۴۷۱ افراد فی میل
سندھ	۵۴۴۰۷	۱،۳۹،۶۵۰۰۰	۲۵۷ " "
بلوچستان	۱۳۴۰۵۰	۲۴۰۰۹،۰۰۰	۱۸ " "
سرحد اور قبائلی علاقے	۳۹۲۸۳	۱۰۹۰۹۰۰۰	۲۶۵ " "
کشمیر	۳۲۰۰۰	اندازاً ۱۴،۰۰،۰۰۰	۴۴ " "
پاکستان [۱]	۳،۳۹،۳۷۴	۶،۶۲،۹۲۰۰۰	۲۲۷ " "

مشرقی پاکستان کا رقبہ ۵۵۱۲۶ مربع میل تھا۔ اس کی آبادی ۱۹۷۰ء میں ساڑھے سات کروڑ تھی اور وہاں ایک میل میں ۹۲۲ افراد آباد تھے۔

اضلاع

مختلف صوبوں میں اضلاع کی تعداد یہ ہے۔

---

[۱] یہ اعداد عالمی معلومات صفحہ ۴۱ سے لیے گئے ہیں لیکن PAKISTAN BASIC FACTS کے پانچویں ایڈیشن بابت ۱۹۶۵ء-۶۶ء صفحہ ۱۱ کی رو سے مغربی پاکستان کا رقبہ ۳،۱۰،۴۰۳ مربع میل ہے۔

بلوچستان میں دس یعنی کوئٹہ، سبی، لورالائی، ژہوب، چاغی، قلات، مکران، خاران
لس بیلا اور کچھی۔ سرحد میں نو یعنی پشاور، مردان، کوہاٹ، بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان
چترال، سوات، مالاکنڈ اور ہزارہ۔ سندھ میں گیارہ یعنی کراچی، حیدرآباد، دادو،
لاڑکانہ، نواب شاہ، خیرپور، سکھر، ٹھٹھہ، تھرپارکر اور سانگھڑ۔
پنجاب میں اُنیس یعنی۔ لاہور، گوجرانوالہ، شیخوپورہ، سیالکوٹ، راولپنڈی، گجرات
جہلم، کیمبل پور، سرگودھا، میانوالی، جھنگ، لائل پور، ملتان، مظفرگڑھ، ڈیرہ غازی خان
بہاولپور، بہاول نگر، رحیم یارخان اور ساہیوال۔
آزاد کشمیر میں مظفرآباد، میرپور۔

کُل اضلاع: ۵۱

مشرقی پاکستان میں اٹھارہ اضلاع تھے۔ لیکن اب وہ بنگلہ دیش بن چکا ہے۔ اس
لیے تفصیل میں جانا بے سُود۔

گورنر جنرل اور صدر

۱۹۵۶ء کے آئین سے پہلے یہاں کا سربراہِ مملکت گورنر جنرل کہلاتا تھا اور بعد
میں صدر کہلانے لگا۔ نام یہ ہیں۔

نام	از ——— تا	منصب
۱۔ قائدِ اعظم	اگست ۱۹۴۷ء تا ستمبر ۱۹۴۸ء	گورنر جنرل
۲۔ خواجہ ناظم الدین	ستمبر ۱۹۴۸ء تا اکتوبر ۱۹۵۱ء	״
۳۔ ملک غلام محمد	اکتوبر ۱۹۵۱ء تا اکتوبر ۱۹۵۵ء	״

نام	از ——— تا	منصب
۴. اسکندر مرزا	اکتوبر ۱۹۵۵ء تا مارچ ۱۹۵۶ء	گورنر جنرل
۵. ایضاً	مارچ ۱۹۵۶ء تا اکتوبر ۱۹۵۸ء	صدر
۶. فیلڈ مارشل محمد ایوب خان	اکتوبر ۱۹۵۸ء تا مارچ ۱۹۶۹ء	"
۷. جنرل آغا محمد یحییٰ خاں	مارچ ۱۹۶۹ء تا دسمبر ۱۹۷۱ء	"
۸. ذوالفقار علی بھٹو	دسمبر ۱۹۷۱ء تا ۵ جولائی ۱۹۷۷ء	"
۹. جنرل محمد ضیاء الحق	۵ جولائی ۱۹۷۷ء سے۔	

وزرائے اعظم

فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے وزارتِ عظمیٰ کا منصب ختم کر دیا تھا۔ جسے پندرہ برس کے بعد ذوالفقار علی بھٹو نے پھر زندہ کر دیا۔

وزرائے اعظم کے نام یہ ہیں۔

۱. لیاقت علی خان از اگست ۱۹۴۷ء تا اکتوبر ۱۹۵۱ء
۲. خواجہ ناظم الدین از اکتوبر ۱۹۵۱ء تا اپریل ۱۹۵۳ء
۳. محمد علی بوگرہ از اپریل ۱۹۵۳ء تا اگست ۱۹۵۵ء
۴. چوہدری محمد علی از اگست ۱۹۵۵ء تا ستمبر ۱۹۵۶ء
۵. حسین شہید سہروردی از ستمبر ۱۹۵۶ء تا اکتوبر ۱۹۵۷ء
۶. چندریگر از اکتوبر ۱۹۵۷ء تا دسمبر ۱۹۵۷ء
۷. ملک فیروز خان نون از دسمبر ۱۹۵۷ء تا اکتوبر ۱۹۵۸ء

اکتوبر ۱۹۵۸ء میں جنرل ایوب خان نے مارشل لاء لگا کر تمام اختیارات خود سنبھال

لیے تھے۔ پندرہ برس کے بعد اگست ۱۹۷۳ء میں ذوالفقار علی بھٹو نے اس عہدے کو پھر زندہ کر دیا۔ اور قوم نے انہیں آئین کے تحت پہلا وزیرِ اعظم منتخب کر لیا۔

زرعی پیداوار

۱۹۷۱ء میں پاکستان کی زرعی پیداوار یہ تھی۔

گندم	۶۷۵۹۰۰۰ ٹن	سالانہ
چاول	۲۱۶۹۰۰۰ ٹن	〃
باجرہ، جوار، مکئی اور چنا	۱۹۵۸۰۰۰ ٹن	〃
فصلوں کا میزان :	۱۰۸۸۶۰۰۰ ٹن	〃

صنعتی پیداوار

پاکستان میں مختلف قسم کے کارخانے سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ مثلاً بناسپتی گھی کے ۱۳۔ سوتی اور اونی کپڑے کے ۲۹۔ برقی سامان کے ۲۔ ادویہ کے ۵۔ انجینیرنگ کے ۸۔ پنکھا سازی کے ۲۲۔ چینی کے ۱۴۔ سیمنٹ کے ۶۔ سگریٹ کے ۵۔ شیشے کے ۷۔ موٹریں، ریڈیو اور ٹی وی جوڑنے اور دیگر مصنوعات کے سینکڑوں۔ اِن میں بعض کی پیداوار ۱۹۷۱ء میں یہ تھی۔

۱۔ چینی	۵،۸۰،۰۰۰ ٹن	سالانہ
۲۔ سوت	۷۵ کروڑ پونڈ	سالانہ
۳۔ سگریٹ	۳۶۰۹ کروڑ	〃
۴۔ سوتی کپڑا	۹۴ کروڑ گز	〃

۵. ریشمی اور ریسے آن کا کپڑا ۷ کروڑ ۲۹ لاکھ گز
۶. ٹائر ٹیوب ۶۹ لاکھ ۹ ہزار "
۷. دیاسلائی ۱۰۱۹۰۰۵۰۰۰ اگرس "
۸. سیمنٹ ۲۶ لاکھ ٹن "

ریلوے

پاکستان میں ریلوے لائن کی لمبائی ۵۶۶۷ میل ہے۔ یہاں ۸۲۷ ریلوے سٹیشن، ۱۰۴۰ انجن ۱۴۳۲ کوچیز اور ۳۸ ہزار ویگن ہیں ویگن اور کوچیز ملک ہی میں تیار ہوتی ہیں۔

تعلیم

۱۹۸۰ء تک پاکستان میں آٹھ یونیورسٹیاں، ۲۲۸ کالج اور ۴۲۰۶۳ سکول تھے۔ پچھلے تین سال میں بھی ان میں اضافہ ہوا۔ لیکن ابھی تک محکمۂ تعلیم کی سالانہ رپورٹ سامنے نہیں آئی۔ اس لیے تازہ اعداد و شمار سے ہم ناآشنا ہیں۔

پاکستان کے بے شمار اور پہلو بھی ہیں۔ مثلاً اس کی معدنی پیداوار، جہاز رانی، ہوابازی بجلی، ڈاک خانے، تارگھر، ریڈیو سٹیشن، بینک کاری، تاریخی مقامات وغیرہ۔ ان تمام تفاصیل کے لیے حکومت کی سالانہ رپورٹوں کی طرف رجوع فرمائیے۔

ماخذ ۱۔ عالمی معلومات ص ۱۰۱-۱۹۴ ۲۔ PAKISTAN BASIC FACTS
۳۔ مطالعۂ پاکستان صفحہ ۱۰۰ ۲۰ ۴۔ سلاطین اسلام صفحہ ۳۰۲

۱۲- تُرکی

ترکی کا موجودہ رقبہ ۲۹۶۵۰۲ مربع میل ہے[1]۔ اور آبادی ۱۹۷۱ء تین کروڑ پینتیس لاکھ۔ اس کے شمال میں بحیرۂ اسود، جنوب میں بحیرۂ رُوم اور شام، مشرق میں جارجیا و آرمینیہ اور مغرب میں درۂ دانیال اور بحیرۂ رُوم ہے۔ اس کی لمبائی کوئی ایک ہزار میل ہے۔ اور چوڑائی تقریباً چار سو میل۔ (دی مڈل ایسٹ صفحہ ۴۲۲)

تاریخ

ترکی کی موجودہ ریاست کس طرح ظہور میں آئی؟ اس کی رُوداد مختصراً یوں ہے۔

سلجوق بن تُقان ایک ترک سردار تھا جو منگولیا سے نکل کر بخارا میں آباد ہو گیا تھا۔ اور اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ یہ محمود غزنوی کے خلاف لڑتا رہا۔ اور بالآخر خراسان سے غزنویوں کو نکال کر سلجوقی سلطنت کی بنا ڈال دی۔ جو رفتہ رفتہ مغرب میں درّۂ دانیال اور جنوب میں کوہ ہندوکُش تک پھیل گئی۔ یہ سلطنت بلد کمزور ہو گئی اور کرمان، شام، عراق اور رُوم میں

---

[1] ریڈرز ڈائجسٹ کی اٹلس میں ترکی کا رقبہ ۲۹۶۱۸۵ میل درج ہے۔ عالمی معلومات میں ۲۹۶۵۰۰ آکسفورڈ سکول اٹلس میں ۲۹۶۰۰۰ اور "دی مڈل ایسٹ" میں ۲۹۶۲۹۰ اس میں سے ۹۲۶۰ میل یورپ میں ہے۔ اور باقی ایشیا میں۔

کئی سلجوقی سلسلے اُبھر آئے۔ ان کے کوائف جدول ذیل میں دیکھئے۔

سلسلے کا نام	تعداد سلاطین	از		تا	کیفیت
سلاجقہ بزرگ	۸	۴۲۹ھ / ۱۰۳۷ء	تا	۵۵۲ھ / ۱۱۵۷ء	۱۲۰ سال
سلاجقہ کرمان	۱۱	۴۳۳ھ / ۱۰۴۱ء	تا	۵۹۲ھ / ۱۱۹۰ء	۱۴۹ سال
سلاجقہ شام	۴	۴۸۷ھ / ۱۰۹۴ء	تا	۵۱۱ھ / ۱۱۱۷ء	۲۳ سال
سلاجقہ عراق	۹	۵۱۱ھ / ۱۱۱۷	تا	۵۹۰ / ۱۱۹۴ء	۷۷ سال
سلاجقہ رُوم	۱۹	۴۷۰ھ / ۱۰۷۷ء	تا	۷۰۰ھ / ۱۳۰۰ء	۲۲۳ سال

جب سلجوقیوں کے یہ سلسلے ختم ہونے لگے تو ان کے فوجی جرنیل جو اتابک کہلاتے تھے مختلف صُوبوں میں خود مختار بن بیٹھے۔ تفصیل اِس جدول میں دیکھئے۔

سلسلہ	دارالحکومت	تعداد سلاطین	از	تا	عرصۂ اقتدار
اتابکان دمشق	دمشق	۶	۴۹۷ھ / ۱۱۰۳ء	۵۴۹ھ / ۱۱۵۴ء	۵۲ سال
〃 الجزیرہ	بغداد وغیرہ	۳	۵۲۱ھ / ۱۱۲۷ء	۶۴۸ھ / ۱۲۵۰ء	۱۲۳ سال
〃 موصل	موصل	۱۱	۵۲۱ھ / ۱۱۲۷ء	۶۶۰ھ / ۱۲۶۲ء	۱۰۷ سال
〃 سنجار	سنجار	۴	۵۶۶ھ / ۱۱۶۰ء	۶۱۷ھ / ۱۲۲۰ء	۵۰ سال
〃 اربل	اربل	۴	۵۳۹ھ / ۱۱۴۴ء	۶۳۰ھ / ۱۲۳۲ء	۸۸ سال
〃 آذربیجان	آذربیجان	۵	۵۳۱ھ / ۱۱۳۶ء	۶۲۲ھ / ۱۲۲۵ء	۹۹ سال

سلسلہ	دارالحکومت	تعداد سلاطین	از	تا	مدت اقتدار
اتابکان فارس	شیراز	۱۰	۵۴۳ھ / ۱۱۴۸ء	۶۸۶ھ / ۱۲۸۶ء	۱۳۹ سال
" لرستان و خوزستان	ایذج	۱۳	۵۴۳ھ / ۱۱۴۸ء	۸۲۷ھ / ۱۴۲۳ء	۲۴۵ سال

تُرک

ترکوں کا اصلی وطن منگولیا اور سائبیریا تھا۔ یہ قدیم زمانے سے اپنے وطن کو چھوڑ کر مغرب کی طرف ہجرت کرتے رہے۔ چنانچہ اِن میں سے کچھ قبائل ترکستان، کچھ آذربیجان، کچھ آرمینیہ، کچھ والگا کے کنارے، کچھ کریمیا اور کچھ ارضِ رُوم میں آباد ہو گئے۔ ان کے نام ہر جگہ ہر زمانے میں مختلف تھے۔ چنگیز کے عروج سے پہلے ان کا عمومی نام تاتاری تھا اور خصوصی و انفرادی تغزت، یباقو، تخشی، بغما، تُوغاج وغیرہ اور بعد از عروج یہ مُغل کہلانے لگے۔

لفظِ تُرک کے معنی ہیں قوت اور مضبوطی۔ یہ نام ایک قبیلے نے جو وسطی ایشیا کے ایک پہاڑ التائی کے دامن میں آباد تھا۔ اختیار کر لیا تھا۔ جب بعد میں اس قبیلے کو سیاسی عظمت حاصل ہوئی تو بہت سے دیگر قبائل بھی اپنے آپ کو تُرک کہنے لگے۔ کہتے ہیں مسیح سے ساڑھے پانچ سو سال پہلے ایران کے ایک شہنشاہ سائرس اعظم نے وحشی قبائل کو روکنے کے لیے بحیرۂ خزر سے آگے تک ایک دیوار بنائی تھی۔ وہ وحشی قبائل یہی ترک تھے۔

عثمانی تُرک

تیرھویں صدی میلادی میں جب تاتاری خوارزم پر حملہ آور ہوتے تو بہت سے لوگ بھاگ نکلے۔ اِن میں سے ایک تُرک سردار طغرل تھا۔ جو اپنے قبیلے کو لے کر ایشیائے کوچک کی طرف چلا گیا۔ اُس وقت وہاں سلجوقیوں کی حکومت تھی۔ جب یہ قافلہ

انگورہ کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ دو فوجیں بر سرِ پیکار ہیں اور ایک فوج بھاگ رہی ہے۔ خونِ شجاعت و شرافت جوش میں آیا اور طغرل چار سو جوانوں کے ہمراہ شکست خوردہ فوج کی مدد کے لیے آگے بڑھا اور شکست کو فتح سے بدل دیا۔ یہ فوج رُوم کی سلجوقی حکومت کی تھی اور دوسری تاتاریوں کی۔ خود بادشاہ علاء الدین کیقبادِ اوّل (۱۲۱۹ء۔۱۲۳۶ء) اپنی فوج کی کمان کر رہا تھا۔ اس نے اِس نادیدہ محسن کا شکریہ ادا کیا۔ اور اسے سگوت کا علاقہ دے دیا۔ جو خلیج فاسفورس کے ایشائی ساحل پر دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ طغرل آہستہ آہستہ قریب کے رُومی علاقے اپنی جاگیر یا ریاست میں شامل کرتا گیا۔ اور جب ۱۲۸۸ء میں اس کا انتقال ہوگیا تو اس کا فرزند عثمان اس کا جانشین بنا۔ جب ۱۲۹۹ء میں تاتاری پھر حملہ آور ہوئے۔ اور سلجوقیوں کا آخری بادشاہ کیقبادِ ثانی (۱۲۹۶ء۔۱۳۰۰ء) قتل ہوگیا۔ تو عثمان نے تمام اختیارات سنبھال لئے اور رفتہ رفتہ عثمانی سلطنت کی حدود مشرق میں ایران، جنوب میں بحرِ ہند اور مغرب میں آسٹریا تک پھیل گئیں۔ اِس خاندان کے ۳۶ بادشاہوں نے ۱۲۹۹ء سے ۱۹۲۴ء تک ۶۲۵ سال حکومت کی۔ ۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم میں ترکی کو شکست ہوئی۔ اتحادی (فرانس، برطانیہ، امریکہ وغیرہ) اِس کے حصے بخرے کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ کہ فوج کے ایک افسر کمال اتاترک نے ترکی کو بچانے کی جنگ شروع کردی۔ اِس میں تمام نوجوان تُرک شامل ہوگئے اور بالآخر اتحادیوں نے ترکی کی آزادی کو تسلیم کرلیا۔ کمال ۱۹۲۴ء سے ۱۹۳۸ء تک بر سرِ اقتدار رہا۔ اُس کے بعد عصمت انونو صدر بنا۔ پھر ۱۹۵۰ء میں جلال بایار مسند نشین ہوا۔ ۱۹۶۰ء میں گرُسل نے صدارت سنبھالی۔ ۱۹۶۶ء میں جودت سنائے صدارت کے لیے منتخب ہوا۔ اور ۱۹۷۳ء کے انتخابات میں فاہر کورو ترک صدر بنا۔

ماخذ :-

۱. مُسلم آن دی مارچ صفحہ ۳۷

۲. برٹانیکا "ٹرکی" ج ۲۲ صفحہ ۶۲۴

۳. انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، "ترک"

۴. دی مڈل ایسٹ صفحہ ۴۳۳ ۔

۵. سلاطینِ اِسلام صفحہ ۲۰۴ ۔

۱۴ - تنزانیہ

مشرقی افریقہ کا یہ ملک بحرِ ہند کے ساحل پر واقع ہے۔ اس کے مشرق میں سمندر مغرب میں کانگو، شمال میں کینیا اور یوگنڈا۔ اور جنوب میں موزمبیق ہے۔ اس کا رقبہ ۳۶۲۶۸۸ مربع میل ہے۔ اور آبادی (۱۹۶۵ء) ایک کروڑ ایک لاکھ اُناسی ہزار۔ یہ ۱۸۸۵ء سے ۱۹۱۹ء تک جرمنی کی نو آبادی رہا۔ جب پہلی جنگِ عظیم میں جرمنی ہار گیا۔ تو ۱۹۱۹ء میں اسے برطانوی انتداب میں دے دیا گیا اور کچھ حصہ بلجیم کے قبضے میں رہا۔ لیکن ۲۲ مارچ ۱۹۲۱ء کو یہ حصہ بھی برطانوی نگرانی میں چلا گیا (برطانیکا ج ۱۱ صفحہ ۸۲)

اس ملک میں تقریباً ایک سو قبائل آباد ہیں، جن کے سردار سلطان کہلاتے ہیں جتنے قبیلے اتنے سلطان - یہ سلاطین داخلی امور میں آزاد ہیں۔ لیکن آزادی تک اُن کے امور خارجہ پر برطانیہ کا تصرف رہا۔ پہلے زنجبار اور ٹانگانیکا دو الگ الگ ملک تھے۔ لیکن اپریل ۱۹۶۴ء میں یہ مدغم ہو کر ایک ملک بن گئے۔ اور ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۴ء سے تنزانیہ کہلانے لگے۔

اس ملک میں میٹھے پانی کی ایک بہت بڑی جھیل ہے۔ چار سو میل لمبی، پندرہ سے پچاس میل تک چوڑی اور ۴۷۰۰ فٹ تک گہری ہے۔ یہ سائبیریا کی مشہور جھیل

بیکل (BAIKAL) کے بعد سب سے بڑی جھیل ہے جو تنزانیہ و کانگو کے درمیان حدِ فاصل کا کام دیتی ہے۔ اِس ملک سے بحیرۂ رُوم اور ایشیائی ممالک کی تجارت دو ہزار سال سے ہو رہی ہے۔ یہاں کی پیداوار کافی، مکی، چمڑے، مونگ پھلی، کپاس اور تیل کے بیج ہیں۔ یہ ۱۰ دسمبر ۱۹۶۳ء کو آزاد ہوا تھا۔ اِس میں مسلمانوں کا تناسب ۶۵ فیصد ہے (پاکستان ٹائمز ۲۲ فروری ۱۹۷۴ء صفحہ ۱۱)

ماخذ

۱۔ برطانیکا ج ۲۱ صفحہ ۸۲،

۲۔ کامپٹن ج ۲۲ صفحہ ۱۵

۳۔ وہاٹ آف نالج ج ۷ صفحہ ۲۱۹

۴۔ پاکستان ٹائمز ضمیمہ ۲۲ فروری ۱۹۷۴ء

۱۴ - تُونس

یہ مُلک افریقہ کے شمالی ساحل پر لیبیا اور الجیریا کے درمیان واقع ہے۔ اس کا موجودہ رقبہ ۴۸۲۰۰ مربع میل ہے اور آبادی (۱۹۷۱ء) ۵۲ لاکھ

تاریخ

تونس کے متعلق ہمارے پاس یقینی اطلاعات موجود نہیں۔ ہمیں اتنا ہی علم ہے کہ اندازاً ۱۲۰۰ ق م میں فینیقیوں[1] نے افریقہ کے کچھ شمالی ساحل پر قبضہ کرنے کے بعد تونس میں ایک شہر قرطاجنہ (کارتھیج) کے نام سے آباد کیا تھا اور اُسے اپنا دارالحکومت بنا لیا تھا۔ بائیبل میں تونس

---

[1] فینیقی، فینیقیہ کا باشندہ۔ فینیقیہ عزبی شام میں ایک علاقہ ہے جو بحیرۂ رُوم کے مشرقی ساحل پر واقع ہے اس کے جنوب میں فلسطین اور شمال مشرق میں لبنان کا سلسلہ کہستان ہے۔ اسے عرب کنعان کہتے تھے۔ اور یونانی فینیقیہ (نخلستان) اس کی لمبائی ۱۲۰ میل تھی اور چوڑائی زیادہ سے زیادہ ۲۰ میل۔ اس کے مشہور شہر طائر، سیڈان اور طرابلس تھے۔

(ولیم سمتھ، لُغاتِ بائیبل، نیویارک صفحہ ۵۲۵)

کورشیش کہا گیا ہے ۔ اس کا ذکر یونان کے دو مؤرخین ڈائیڈورس (DIODOROS
بعداز ۲۰۰ قم) اور پولیبیس (POLIBIUS ۲۰۵ - ۱۲۲) قم نے بھی کیا ہے۔
اس کا پرانا نام تانی نس (TYNES) تھا۔ جسے ایک دفعہ لیبیا کے ایک بادشاہ اگیتھوکلیز
(AGATHOCLES) نے اور بعد ازاں ایک رومن جرنیل رگولس (REGULUS
۲۵۶ قم) نے فتح کیا تھا۔ ۴۲۹ء میں اس پر یورپ کے وحشی قبائل دینڈلز کا قبضہ ہو گیا۔
۵۷۳ء میں رومن آگئے اور ۶۴۸ء میں یہ اسلامی سلطنت کا حصہ بن گیا۔ اس کے بعد
یہاں کیا ہوا ؟ جدولِ ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

فرماں روایان تونس

خاندان	تعداد سلاطین	دار الحکومت	از تا	کیفیت
بنو اغلب	۱۱	تونس	۱۸۴ھ تا ۲۹۶ھ	۱۸۴ھ میں ہارون الرشید (۱۷۰ھ تا ۱۹۳ھ) نے ابراہیم بن اغلب کو تونس کا گورنر مقرر کر دیا ۔ یہ بہت جلد خود مختار بن بیٹھا اور بحیرہ رُوم کے چند جزائر مثلاً سسلی ، کارسیکا اور سارڈینیا پر قابض ہو گیا ۔ اس خاندان کا خاتمہ خلفائے فاطمی نے کیا تھا ۔
خلفائے فاطمی	۱۴	پہلے مہدیہ پھر قاہرہ	۲۹۶ھ تا ۵۶۷ھ	اِس سلسلے کا بانی ابو محمد عبید اللہ تھا ۔ جس نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا

خاندان	تعدادِ سلاطین	دارالحکومت	از تا	کیفیت
				اور بہت سے لوگ اس کے پیرو بن گئے تھے۔ اس حیثیت سے اس نے فائدہ اُٹھایا اور تونس پر قبضہ کرلیا پھر اپنا اقتدار مراکش اور مصر تک پھیلا لیا۔ انہیں ایوبیوں نے ختم کیا تھا۔
بنوزیری	۸	تونس	۳۶۲ھ تا ۵۴۳ھ	جب خلفائے فاطمی کی گرفت ڈھیلی پڑگئی تو بربر کے ایک رئیس یوسف بلکین بن زیری نے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ ۱۸۰ برس کے بعد اس سلسلے کے کچھ مقبوضات پر الموحدین اور کچھ پر سسلی کے ایک بادشاہ راجر نے قبضہ کرلیا۔
موحدین	۱۳	مراکش	۵۲۴ھ تا ۶۶۷ھ	بربر کا ایک سردار ابوعبداللہ بن تومرت ایک بہت بڑا مبلغ اور موحد تھا۔ اس کا مقصد دین کو ہر قسم کے شرک سے پاک کرنا تھا۔ اور اسی بنا پر یہ لوگ موحدین کہلاتے تھے۔ جب یہ ۵۴۲ھ

خاندان	تعداد سلاطین	دارالحکومت	از تا	کیفیت
				میں فوت ہوگیا تو اس کا بھائی عبدالمومن اس کا جانشین بنا۔ اس نے جلد سیاسی قوت حاصل کرلی۔ اور مصر سے مراکش تک نیز اسپین پر بھی قبضہ جمالیا۔ بالآخر انہیں مراکش کے بنومرین (۵۹۱ھ تا ۸۷۰ھ) اور تونس کے بنوحفص نے ختم کر دیا۔
بنوحفص	۲۳	تونس	۶۲۵ھ - ۹۴۱ھ	ابتدا میں ابوحفص کی اولاد موحدین کی طرف سے تونس پر حکومت کیا کرتی تھی۔ جب موحدین میں آثار ضعف نمودار ہوئے تو یحییٰ اوّل بن ابی حفص نے خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ اسے ۹۴۱ھ میں سلاطینِ عثمانی نے ختم کیا تھا۔

۱۸۸۱ء میں فرانس کی افواج تونس میں داخل ہوگئیں اور پچھتر برس تک ملک کا استحصال کرتی رہیں۔ اِس عرصے میں آزادی کی کئی تحریکیں اُٹھیں اور بالآخر مارچ ۱۹۵۶ء میں تونس آزاد ہوگیا۔

ماخذ (۱) دائرہ معارفِ اسلامیہ پنجاب ج ۴ صفحہ ۵۶، ۸۴۶

(۲) سلاطینِ اسلام صفحہ ۹۰ - ۹۱

(۳) اسلام اِن افریقہ صفحہ ۹۷

۱۵- جمہوریہ وسطی افریقہ

یہ ملک افریقہ کے وسط میں واقع ہے۔ اس کے شمال میں چڈ، جنوب میں کانگو، مشرق میں جنوبی سوڈان اور مغرب میں کیمرون ہے۔ اس کا رقبہ ۲۴۰۰۰۰ مربع میل اور آبادی (۱۹۷۱ء میں) ۲۱ لاکھ ہے۔ جس میں مسلمانوں کا تناسب چھیاسٹھ فیصد ہے۔ اس ملک کی حبشی آبادی چار نسلی گروہوں پر مشتمل ہے۔ مانجیا بایا، بندا، باکا اور زندے۔ ہر گروہ کی زبان دوسرے سے الگ ہے۔ اس کی مشترک ملکی زبان سانگھو (SANGHO) کہلاتی ہے۔ یہ گروہ مختلف قافلوں اور مختلف زمانوں میں یہاں وارد ہوئے تھے۔ یہ کہاں سے آئے تھے ہمیں معلوم نہیں۔

یہ ملک تقریباً ستر برس تک فرانس کے تحت رہا۔ فرانس سے اس کا پہلا رابطہ ۱۸۸۶ء میں قائم ہوا تھا۔ جب فرنچ کانگو کی شمالی سرحد اس ملک کے جنوبی حصوں تک بڑھا دی گئی تھی ۱۸۹۴ء میں یہ فرانس کی ایک نوآبادی بن گیا۔ ۱۹۰۶ء میں اسے چڈ سے ملا کر ایک ملک بنا دیا گیا۔ اس کی یہ ہیئت ۱۹۲۵ء تک قائم رہی۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۶ء سے فرانس نے اسے خود اختیاری کی ایک اور قسط عطا کی۔ بعد ازاں ۱۹۵۲ء اور پھر ۱۹۵۶ء میں اسے مزید اختیارات سے نوازا گیا اور ۱۳ اگست ۱۹۶۰ء سے یہ کامل آزاد ہو گیا۔

ماخذ:- ۱- اسلام ان افریقہ صفحہ ۲۰۵

۲- افریقہ صفحہ ۲۰۰

۱۶- جنوبی یمن

یمن دو حصوں میں منقسم ہے ۔ شمالی اور جنوبی یمن ۔ جنوبی یمن کا رقبہ ۱,۱۱,۰۷۵ مربع میل ہے اور آبادی (۱۹۷۰ء) ۱۱,۵۸,۰۰۰ ۔ شمالی یمن کا دارالحکومت صنعا ہے اور جنوبی یمن کا مدینۃ الشعاب ۔ اس کی لمبائی ۵۰ ، میل ہے اور چوڑائی زیادہ سے زیادہ ۲۲۵ میل [illegible] مختلف اقوام مسلط رہیں ۔ اور بالآخر ۱۹۶۷ء میں اسے آزادی مل گئی

([illegible] ۱۴۱)

قدیم تاریخ

جنوبی یمن اور شمالی یمن کی قدیم تاریخ ایک ہی ہے ۔ یمن کی کھدائیوں اور قدیم تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ یمن میں سب سے پہلے سبا کو عروج حاصل ہوا تھا ۔ سبا قحطانی قبائل کی ایک اہم شاخ ہے ۔ بیشتر عرب عدنان و قحطان کی اولاد ہیں ۔ اور یہ دونوں ابراہیمؑ کی ۔ بعض قبائل مثلاً طسم ، جدیس ، عاد اولیٰ اور بنو جرہم ان سے پہلے گزرے ہیں ۔ اسلامی ماہرینِ انساب نے عدنان کو قحطان کا نواسہ بتایا ہے ۔ اور عدنان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکیسواں اور فہر

(قریش) کا گیارہواں جد قرار دیا ہے۔ فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ، بن خزیمہ، بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان) لیکن مفسرین بائیبل قحطان کو یقطان کی تحریف قرار دیتے ہیں۔ جو حضرت نوحؑ کی نسل میں سے پانچواں تھا۔ یعنی:۔

نوحؑ
|
سام
|
ارفکسد
|
شلخ
|
عبر
|
یقطان۔ فلج

ممکن ہے کہ قحطان اور یقطان دو الگ الگ شخصیتیں ہوں۔ ہم جس قحطان سے بحث کر رہے ہیں وہ عدنان کا ہم عصر تھا۔ نیز ایک اہم شخصیت۔ یہ دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اندازاً تین سو سال بعد گزرے تھے۔ بنو قحطان میں سے ایک سردار کا نام سبا تھا۔ جس کے دو بیٹے بہت مشہور تھے۔ کہلان اور حمیرؔ۔ حمیر جنوبی و غربی یمن پر فرماں روا تھا اور کہلان صنعا مآرب اور غربی حضرموت پر (معجم البلدان۔ یاقوت رومی، سبا)

شروع میں قحطانی یمن میں رہتے تھے۔ جب بندِ عرم ٹوٹا اور شہر سبا کو نقصان پہنچا تو ان کی ایک کثیر تعداد وسطی و شمالی عرب کی طرف منتقل ہوگئی اور بنو عدنان کی طرح کئی قبائل میں بٹ گئی۔ بنو ازد، طی، ہمدان، کلب، غسان، اوس، خزرج اور کندہ سب کے سب قحطانی تھے۔ ان[1] میں سے کچھ شمالی عرب میں آباد ہوگئے مثلاً طی، اوس، خزرج وغیرہ اور کچھ

---

[1] زبید احمد:۔ ادب العرب صفحہ ۹۔

شام و عراق کی طرف نکل گئے۔ مثلاً بنو لخم، غسان اور کلب۔ بنو عدنان بھی جو یمامہ، نجد، حجاز اور دیگر شمالی حصوں میں آباد تھے۔ کئی شاخوں میں بٹ گئے۔ مثلاً ہوازن، سُلیم، غطفان، باہلہ مزینہ، تمیم، کنانہ، وائل، اسد وغیرہ۔

سبا کا سیاسی اقتدار

سبا کو سیاسی اقتدار کب حاصل ہوا تھا؟ تاریخ بتانے سے قاصر ہے۔ مؤرخین کا اندازہ یہ ہے کہ حکومت سبا کئی ادوار سے گزری۔ پہلا دور ۱۱۰۰ق م سے ۵۵۰ ق م تک تھا۔ اس کے بادشاہ مکارب کہلاتے تھے اور بلقیس کا تعلق اسی دور سے تھا۔

دوسرا دور ۵۵۰ ق م سے شروع ہو کر ۱۱۵ ق م پر ختم ہوا۔ وادیٔ عرم کا سیلاب جس سے سبا تباہ ہو گیا تھا، اسی زمانے میں آیا تھا۔

تیسرا دور ملوکِ حمیر کا تھا جو ۱۱۵ق م سے سنہ ۳۰۰ء تک تھا۔ اور آخری دور تبابعہ (تُبّع کی جمع) کا تھا، سنہ ۳۰۰ء سے ۵۲۵ء تک۔ ان کی حکومت میں حضر موت بھی شامل تھا۔ حکومتِ یمن کی سرحدات ہمیشہ بدلتی رہی ہیں۔ کبھی تو یہ مشرق میں خلیج ایران تک پھیل جاتی تھیں اور کبھی نواحِ مآرب (دارالحکومت) تک سمٹ جاتی تھیں۔

تبابعہ کی تعداد کافی تھی۔ ان میں مشہور ذُو نواس ہے۔ یہ خود یہودی تھا اور عیسائیت کا دشمن جب نجران (یمن کے شمال میں ایک شہر) کے لوگ عیسائی ہو گئے تو اس نے انہیں تلخ نتائج کی دھمکی دی اور بالآخر ۵۲۵ء میں بیس ہزار نجرانیوں کو زندہ جلا دیا۔[1]

---

[1] فوج کے سپہ سالار کا نام ارباط تھا۔ اسے اٹھارہ سال بعد فوج کے ایک اور سردار ابرہہ نے قتل کر کے یمن پر قبضہ کر لیا اور ۵۴۳ء سے یمن پر حکومت کرنے لگا۔ سنہ ۵۷۰ء میں کعبہ پر چڑھ دوڑا پرندوں نے اسے کنکروں سے تباہ کر دیا۔ اس واقعہ سے چالیس دن بعد حضورؐ کی ولادت ہوئی۔

(قصص القرآن ج ۲ ص ۲۳۹)

جب یہ خبر حبشہ کے عیسائی بادشاہ نجاشی تک پہنچی تو اس نے فوج بھیج کر ۵۲۵ء میں سارے یمن پر قبضہ کر لیا اور ذونواس دریا کے راستے بھاگ نکلا۔ لیکن اس کی کشتی الٹ گئی۔ اور وہ ڈوب گیا۔ (ایضاً صفحہ ۲۴۰) اس کے بعد پچاس برس تک یمن نجاشی کا ایک صوبہ رہا۔ بعدازاں حمیری خاندان کے ایک رئیس سیف بن ذی یزن نے کسریٰ کی مدد سے ۵۷۵ء میں کھویا ہوا وقار پھر حاصل کر لیا جو تقریباً پچاس برس تک قائم رہا۔ بعدازاں یمن خلافت راشدہ کا ایک صوبہ بن گیا۔ پھر کیا ہوا؟ اور کون کون سے خاندان یمن پر مسلط رہے عنوان یمن کے تحت دیکھیے۔

عدن اور حضرموت

عہد حمیر میں اور اس سے پہلے بھی عدن اور حضرموت کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ ہندوستان اور شرق بعید کے سامان سے بھرے ہوئے جہاز حصن الغراب[1] پر لنگر انداز ہوتے تھے۔ وہاں سے یہ سامان پہلے صنعا میں لائے جاتے اور وہاں سے ساحلی شاہراہ کے ذریعے بحیرۂ روم کی بندرگاہوں تک پہنچا دیئے جاتے۔ یہ تجارت سولہویں صدی تک جاری رہی۔ جب سولہویں صدی میں عثمانی ترک مصر پر قابض ہوئے تو ساتھ ہی پرتگالی بھی بحیرۂ قلزم میں آنکلے۔ ان میں تاجرانہ رقابت شروع ہو گئی اور تجارت سمندری راستوں سے ہونے لگی۔ پرتگالی ناکام ہو گئے۔ اور ترکوں نے آگے بڑھ کر ۱۵۳۸ء میں عدن پر قبضہ کر لیا۔ ۱۶۰۰ء

---

[1] حصن الغراب ایک چھوٹے سے پتھریلے جزیرے کا نام ہے۔ جو حضرموت کے سامنے اور عدن سے دو سو میل مشرق میں واقع ہے۔

میں برطانیہ نے عدن پر قبضہ کرنا چاہا۔ لیکن ناکام رہا۔ ۱۶۰۲ء میں ڈچ نے حضر موت کے ساحل پر ایک جگہ ایک کارخانہ لگالیا لیکن ترکوں کے دباؤ سے جلد بھاگ نکلے۔ اس کے بعد ڈنمارک فرانس اور برطانیہ نے بھی وہاں قدم جمانے کی کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ جب اٹھارویں صدی کے اواخر میں تُرک کمزور ہو گئے اور نپولین کی فتوحات نے یورپ میں تہلکہ سا ڈال دیا۔ تو برطانیہ نے ہند کی حفاظت کی خاطر ۱۸۰۲ء میں عدن کے قریب ایک جزیرے پَرِم پر اور ۱۸۳۹ء میں عدن پر قبضہ کر لیا۔ مدّت تک یمن اور عدن کی سرحدات نامُشخص رہیں۔ آخر ۱۹۳۴ء میں برطانیہ و امام یمن کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جس کی رُو سے سرحدات کی تعین ہو گئی۔ ۱۸۳۹ء سے ۱۹۳۲ء تک عدن حکومتِ بمبئی کے تحت رہا۔ پھر یہ وائسرائے ہند کے تحت کر دیا گیا اور یہ صُورتِ حال سالِ آزادی یعنی ۱۹۶۷ء تک جاری رہی۔

مآخذ :-

۱۔ دی مڈل ایسٹ صفحہ ۱۰۴

۲۔ کنسائز انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۵۶۵

۳۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام "یمن"

۴۔ یاقوت : معجم البلدان "سبا"

۵۔ سیوہاروی۔ قصص القرآن صفحہ ۲۲۹

۱۷- چاڈ

وسطی افریقہ کی اس ریاست کا رقبہ ۴۹۶۰۰۰ مربع میل ہے اور آبادی ۱۹۷۱ء ۳۸ لاکھ ۔ اس کے شمال میں لیبیا، جنوب میں جمہوریہ وسطی افریقہ، مشرق میں سوڈان اور مغرب میں نائیجر نیز نائیجیریا ہیں۔ اس کی ایک جھیل بھی چاڈ کے نام سے مشہور ہے۔ جس کے ارد گرد کچھ افریقی اور سامی قبائل رہتے ہیں۔ افریقی قبائل میں سے نینگ اور زندہ آدم خور ہیں۔

آج سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے فرانس افریقہ میں داخل ہوا تھا۔ وہ یکے بعد دیگرے اپنے مقبوضات میں اضافہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کی افریقی سلطنت ۳۰،۰۰۰،۰۰ مربع میل میں پھیل گئی۔ اس میں چاڈ بھی شامل تھا۔ شروع میں چاڈ کی جھیل کو بڑی اہمیت حاصل رہی یورپ والوں کا خیال یہ تھا کہ اس کا پانی زراعت اور برقی توانائی کے لیے مفید ثابت ہوگا۔ چنانچہ ۱۸۹۰ء ۔ ۱۸۹۳ء کے درمیان برطانیہ، فرانس اور جرمنی نے اس کا کنارہ بانٹ لیا۔ فرانس اپنے حصے کے کنارے پر ۱۸۹۶ء میں پہنچا اور برطانیہ ۱۹۰۲ء میں جب پہلی جنگ عظیم میں جرمنی کو شکست ہوئی تو فرانس اس کے حصے پر بھی قابض ہوگیا۔ یہ جھیل نائیجر، نائیجیریا، کیمرون اور چاڈ کے مابین سرحد کا کام دیتی ہے۔

سب سے پہلا یورپی سیاح جو ۱۸۹۶ء میں چاڈ کی حدود میں داخل ہوا تھا۔ وہ

ایک فرانسیسی ایمل جینٹل (EMILE GENTIL) تھا۔ اس پر وہاں کے ایک قبائلی سردار رابح زُبیری نے حملہ کر دیا، لیکن شکست کھائی۔ چاڈ کی سرحدات دیر تک غیر متعین رہیں۔ اور کئی سال کی گفت و شنید کے بعد ۱۹۱۳ء میں معین ہوئیں۔ اس کے بعد آزادی کی تحریک شروع ہو گئی جو بڑھتی ہی گئی۔ اور بالآخر ۱۱ اگست ۱۹۶۰ء کو یہ ملک آزاد ہو گیا۔

ماخذ:۔

۱۔ اسلام اِن افریقہ صفحہ ۴۶۶

۲۔ کامپٹن ج ۴ صفحہ ۲۰۳

۱۸- حبشہ

مشرقی افریقہ کا یہ ملک سوڈان اور شمالیہ کے درمیان واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۴۵۵،۰۰۰ مربع میل اور آبادی (۱۹۶۲ء) دو کروڑ اٹھارہ لاکھ ہے۔

تاریخ حبشہ

ہم حبشہ کی قدیم تاریخ سے بے خبر ہیں۔ صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ اس ملک کا چرچا اُس زمانے میں بھی تھا۔ جب یونان دورِ طفولیت سے گزر رہا تھا۔ یونان کا مشہور شاعر ہومر ۸۵ ق م اپنی نظموں میں سیاہ رُو (بلکہ سوختہ رُو) حبشیوں کا ذکر کرتا ہے اور انہیں AETHIOPES کہہ کر پکارتا ہے۔ یہ ETHIOPIA ہی کی ایک شکل ہے۔ پانچویں صدی ق م کا یونانی مورخ ہیرو ڈوٹس بھی اپنی تحریروں میں حبشہ کا ذکر کرتا ہے۔ یہ معلومات اُس نے سیاحتِ مصر کے زمانے میں حاصل کی تھیں۔

حبشہ کی بعض تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ سبا کی ملکہ بلقیس دراصل حبشی النسل تھی۔ جب یہ حضرت سلیمانؑ (۱۰۱۵ - ۹۷۵ ق م) سے یروشلم میں ملنے گئی تو وہاں اسلام لانے کے بعد حضرتِ سلیمان کی زوجیت میں آگئی تھی۔ واپس آنے کے بعد اس کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا جو بعد میں مینلک اوّل کے نام سے حبشہ کا بادشاہ بن گیا۔ یہ سلیمانی شاہانِ حبشہ میں سے پہلا بادشاہ تھا اور

ہیل سلاسی اِس سلسلے کا دو سو پچیسواں فرمانروا۔

جب ساتویں صدی میں مسلمانوں نے افریقہ کے شمالی ساحل کو فتح کیا تو اِسلام صحرا کو پھلانگ کر مشرق میں سمالیہ و تنزانیہ اور مغرب میں کیمرون کی طرف بڑھنے لگا۔ آج افریقہ کی ۴۷ ریاستوں میں سے ۲۷ اسلامی بن چکی ہیں۔ جن کا مجموعی رقبہ تقریباً ۷۰ لاکھ مربع میل ہے۔ آج کل (۱۹۷۵ء) افریقہ کی کل آبادی ساڑھے پینتیس کروڑ اور رقبہ ایک کروڑ سولہ لاکھ بارہ ہزار مربع میل ہے۔ اِسلام سیلاب کی رفتار سے آگے بڑھ رہا ہے اور اندازہ یہ ہے کہ جنوبی افریقہ اور روڈیشیا کے سوا باقی تمام ریاستوں کو بہت جلد اپنی لپیٹ میں لے گا۔

اسلام سے حبشہ کا رابطہ اُس وقت قائم ہوا جب پانچویں اور چھٹے سالِ بعثت میں مسلمانِ مکہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے۔ اِن میں سے بعض وہاں گیارہ برس رہے۔ اُس وقت کے بادشاہ نجاشی نے مسلمانوں سے بہت عمدہ سلوک کیا۔ اور جب وہ فوت ہوگیا تو حضورؐ نے مدینہ میں اُس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔

ابرہہ، جس نے حضورؐ کے سالِ ولادت (۵۷۰ء) میں مکہ پر ہاتھیوں سے حملہ کیا تھا۔ شاہِ حبشہ کا گورنر تھا۔ یہ یمن میں متعین تھا اور بعد میں بڑی حد تک خود مختار ہوگیا تھا۔

جب ۷۰۲ء میں حبشہ کے دریائی قزاقوں نے جدّہ کو تباہ کر دیا تو اُس وقت کے خلیفہ عبدالملک اموی (۶۸۵ء - ۷۰۵ء) نے حبشہ کے ساحل پر قبضہ کر لیا۔ یہ انہی مسلمانوں کی تبلیغ کا نتیجہ تھا کہ آج صومالیہ میں مسلمانوں کا تناسب سو فیصد ہے اور حبشہ میں پچپن فیصد۔ حبشہ کے بعض مقامی تاریخ نگار لکھتے ہیں کہ اسلام پھیلانے میں سب سے پہلے احمد النجاشی نے حصہ لیا تھا۔ جو حبشہ کا رہنے والا تھا۔ اور ہجرت اُولیٰ (۵ سالِ بعثت) کے وقت اِسلام لایا تھا۔ اُس کا مزار تگرائے میں مرجعِ خواص و عوام ہے۔ ماخذ:- ۱۔ افریقہ صفحہ ۱۵۱
۲۔ اِسلام اِن افریقہ صفحہ ۱۹۸ ۳۔ ہینڈ بک صفحہ ۸۸

۱۹- دَہومی

مغربی افریقہ کے اِس ملک کا رقبہ ۴۴،۰۰۰ مربع میل اور آبادی ۱۹۷۱ء ۲۸ لاکھ ہے اس کے شمال میں نائیجر، جنوب میں سمندر۔ مشرق میں نائیجیریا اور مغرب میں ٹوجو ہے۔ ضمیمہ پاکستان ٹائمز اشاعت ۲۲؍فروری ۱۹۷۴ء صفحہ XII کے مطابق اس میں مسلمانوں کا تناسب ۹۵ فیصد ہے۔

اِس میں اٹھارہ قبائل آباد ہیں۔ اِن میں سے دہومی قبیلہ سب سے زیادہ طاقتور ہے باقیماندہ قبائل میں سے ناگو، بالی، بَریبا اور گُرمائی قابلِ ذکر ہیں۔

تاریخ

اِس ملک کی تاریخ سترھویں صدی سے شروع ہوتی ہے۔ اُس وقت دہومی الاڈہ یا اردرہ کی وسیع سلطنت کا صوبہ تھا۔ اِس سلطنت کے دارالحکومت کا نام بھی الاڈہ تھا جو سمندر سے تقریباً پچاس میل شمال میں (اندرونِ ملک) واقع تھا۔ جب سلطنت کے حکمران کی وفات ہوگئی تو اس کی سلطنت تین بیٹوں میں بٹ گئی۔ ایک بیٹے نے الاڈہ ہی کو دارالحکومت بنالیا۔ دوسرے نے قدرے مشرق میں پورٹو نوو (ایک ساحلی شہر) کے نام سے ایک ریاست قائم کرلی اور تیسرے

نے دہومی پر قبضہ جمالیا۔ ۱۸۲۴ء میں دصومی باقی دو ریاستوں کو ہڑپ کر گیا۔

۱۸۱۸ء میں گیزُد دہومی کا بادشاہ تھا۔ اس نے اپنے چہل سالہ دورِ حکومت میں اپنی سلطنت کو مزید وسیع کرلیا۔ ۱۸۶۴ء میں پورٹو نودو پر فرانس قابض ہوگیا۔ اُس وقت دہومی کے دارالحکومت کَن ٹوٹو پر برطانیہ قابض تھا۔ لیکن ۱۸۸۹ء میں برطانیہ و فرانس کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جس کی رُو سے کن ٹوٹو بھی فرانس کے حوالے ہوگیا۔ یہ صورتِ حال ستّر برس تک قائم رہی۔ اور نومبر ۱۹۶۰ء میں یہ ملک کاملاً آزاد ہوگیا۔

ماخذ:۔

۱۔ کامپٹن ج ۶ صفحہ ۱۲

۲۔ اسلام اِن افریقہ صفحہ ۵۰۷

۲۰۔ زنجبار

مشرقی افریقہ کی یہ چھوٹی سی ریاست چند جزائر اور ساحل کے دس میل چوڑے خطے پر مشتمل ہے۔ اس کا رقبہ ۱۰۲۰ مربع میل اور آبادی ۳،۵۰،۰۰۰ ہے۔ یہ تنزانیہ کے مشرقی ساحل پر (اور اس کے قریب) واقع ہے۔ زنجبار بھی ایک جزیرہ ہے۔ ساحل سے بیس میل مشرق کی طرف دیگر جزائر میں سے قابل ذکر پیما، مافیا اور تُمبیتو ہیں۔ اس کی اصل آبادی واہ دیُو کہلاتی ہے۔ ان کا گزارہ ماہی گیری اور مویشی پلنے پر ہے۔ دارالحکومت اور اس کے نواح میں عموماً عرب پاکستانی ہندو اور دیگر اقوام کے لوگ رہتے ہیں۔

آج سے پانچ سو سال پہلے زنجبار ایک آزاد اور طاقتور ملک تھا۔ پندرہویں صدی کے آخر میں وہاں پرتگالی جا نکلے۔ اور ملک پر قابض ہو گئے۔ ۱۷۳۰ء میں عربوں نے قبضہ کر لیا۔ ۱۸۳۲ء میں عمان و مسقط کے والی سید سعید نے اسے ہتھیا لیا۔ جب ۱۸۵۶ء میں سعید کی وفات ہو گئی تو سلطنت اس کے دو بیٹوں مجید و برگش میں بٹ گئی۔ زنجبار مجید کے حصے میں آیا۔ لیکن اس کی وفات (۱۸۷۰ء) کے بعد برگش زنجبار کا مالک بھی بن گیا۔ ۱۸۸۰ء میں وہاں برطانوی

جرمن اور اطالوی جا نکلے اور مختلف اضلاع پر قابض ہوگئے۔ صرف دو سال کے عرصے میں برطانیہ نے باقی سب کو نکال دیا اور خود مالک بن بیٹھا۔ گو وہاں ایک بے بس سا سلطان موجود رہا۔ لیکن تمام اختیارات برطانیہ کے پاس تھے۔ دسمبر ۱۹۶۳ء میں یہ آزاد ہوگیا۔ لیکن مقامی آبادی نے عرب حکمران کے خلاف بغاوت کردی۔ اُسے اختیارات سے محروم کرنے کے بعد ۱۹۶۴ء میں زنجبار کو موجودہ تنزانیہ کا حصّہ بنادیا۔ تنزانیہ کا رقبہ ۳۶۳۷۰۰۸ مربع میل ہے، اور آبادی ۵۰۰۰۰۰۰ ر ۹۴۔ اس میں مسلمانوں کا تناسب ۶۵ فیصد ہے۔

مآخذ

۱۔ کامپٹن ج ۲۴ صفحہ ۲۵۲

۲۔ اسلام اِن افریقہ صفحہ ۲۹۹

۳۔ پاکستان ٹائمز ضمیمہ ۲۲ فروری ۱۹۷۴ء صفحہ XII

۲۱- سعودی عرب

اس ریاست کا رقبہ آٹھ لاکھ ستر ہزار مربع میل اور آبادی اسی لاکھ ہے۔ اس کے شمال میں عراق واردن، جنوب میں یمن حضرموت اور عمان، مشرق میں خلیجی ریاستیں اور مغرب میں بحیرہ قلزم ہے۔

تاریخ

عرب کون تھے، کہاں سے کب آئے؟ ان سوالات کا جواب ابھی تک نہیں مل سکا قدیم اشوری، شامی، بابلی اور یمنی تحریروں اور کتبوں[1] سے جو کچھ ہمیں اب تک معلوم ہوا ہے۔ وہ یہ

---

[1] تلاش و تحقیق کے لیے ۱۸۳۲ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے ایک مشن یمن بھیجا۔ اس کو حضرموت کے ایک برباد قلعہ میں ایک کتبہ ملا جسے سید سلیمان ندوی نے ارض القرآن (ج ۱ صفحہ ۳۲) میں نقل کر دیا ہے ۱۷۶۲ء میں نی بہر (NEBUHR) وہاں گیا تھا۔ یہ ڈنمارک سے آیا تھا۔ کئی اور یورپی بھی یہاں آئے تھے۔ ۱۸۱۵ء میں ہمیرک (HEMRRICH)۔ ۱۸۳۶ء میں پی ایچ بوٹا (P.H. BOTTA) ۱۸۶۹ء میں ہالوے (HALVEY) آیا تھا۔ یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ ان سیاحوں کے انکشافات پر مسٹر ڈی جی ہورما تھ (D.C.HORATH) نے ۲۵۰ صفحات کی ایک کتاب لکھی ہے۔ ابن حائک ہمدانی (۳۳۴ھ) نے بھی اکیل میں بعض ایسے کتبات کا ذکر کیا ہے جو اس وقت تک دریافت ہو چکے تھے۔ ارض القرآن ج ا صفحہ ۳۲ - ۴۰)

ہے کہ عرب کے قدیم باشندے طسم، جدیس، ثمود، عاد ارم اور جُرہم تھے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بنو جُرہم ہی کی ایک لڑکی سے شادی کی تھی۔ یہ کہاں چلے گئے۔ اور کیسے نابود ہو گئے۔؟ تاریخ نہیں بتاتی۔ قرآن میں صرف دو کا ذکر ملتا ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ ۝ فَأَمَّا ثَمُودُ فَأُهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ ۝ وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝

"ثمود و عاد نے قیامت کا انکار کیا۔ سو ثمود کو ہم نے کڑک سے تباہ کیا۔ اور عاد کو زناٹے کی تُند و تیز آندھی نے آلیا۔ اور وہ ہلاک ہو گئے۔

مؤرخین[1] کا قیاس یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت اندازاً ۲۲۰۰ ق م میں ہوئی تھی۔ ان سے تین چار سو سال بعد قحطان و عدنان آئے۔ قحطان عدنان کا نانا تھا (نسب

---

[1] اسلامی مورخین کا سلسلہ امیر معاویہ کے عہد (۴۰۔۶۰ ھ) سے شروع ہوا تھا۔ ان میں سب سے پہلا عبید بن شریہ (۷۰ ھ کے قریب) اخبار الملوک الماضین کا مصنف تھا۔ دوسرا ابوعُبیدہ مَعمر بن مثنیٰ (۱۱۰۔۲۰۹ ھ) کتاب الخیل وغیرہ کا مصنف۔ تیسرا ہشام بن محمد الکلبی صاحب کتاب البلدان (۲۰۴ ھ) چوتھا ابن ہشام (۲۱۸ ھ) سیرت رسول کا مؤلف۔ پانچواں واقدی (۱۳۰۔۲۰۷ ھ) فتوح الشام کا مصنف۔ چھٹا ابن سعد (۲۳۰ ھ) صاحب طبقات۔

اس کے بعد اتنے تاریخ نگار پیدا ہوئے کہ انہیں شمار کرنا مشکل ہے۔ عرب کی بہترین تاریخ ابن الحائک ہمدانی نے دو کتابوں میں لکھی تھی۔ صفۃ جزیرۃ العرب اور اکلیل۔ اکلیل لاندن میں چھپ گئی ہے۔ اس میں یمن کی تاریخ ہے اور جزیرۃ العرب میں عرب کا جغرافیہ۔

(ارض القرآن ج ا صفحہ ۱۴۔۱۸)

نامہ رسولؐ صفحہ ۹) آج عربستان میں یا قحطان کی اولاد ہے۔ جو پہلے جنوبی عرب میں آباد تھی اور اب اس کی کچھ شاخیں مثلاً طیؔ، کلب، غسان، اوس، خزرج وغیرہ شمال کی طرف ہجرت کر گئی ہیں اور عدنان کی۔ جو شمالی و وسطی عرب میں آباد ہے۔

بائبل کے حصہ اوّل 'پیدائش' میں دسویں باب کا تعلق دسویں صدی قبل مسیح سے معلوم ہوتا ہے اس میں یُقطان اور حضر مُوت کا بھی ذکر ہے۔ جو شاید قحطان اور حضرموت ہی کی تحریف ہو۔ وہاں یہ بھی ذکر ہے کہ حضرت سلیمان (۹۵۰ ق م) کے جہاز بحیرۂ قلزم میں اور تجارتی قافلے شمالی عرب تک آتے جاتے تھے۔ یمن کی کھدائیوں سے پتہ چلا ہے کہ وہاں گیارہ یا بارہ سو قبل مسیح میں سبا کی، اور بعد میں حضرموت۔ قبیلۂ معین وغیرہ کی حکومتیں قائم ہوگئیں تھیں۔ حکومت سبا کی کے کئی دور تھے۔ یعنی

دورِ اوّل ۱۱۰۰ ق م سے ۵۵۰ ق م تک: بلقیس کا تعلق اسی دور سے تھا اور اس کے ملوک مکارب کہلاتے تھے۔ وادیٔ عرم کا بند اسی دور میں تعمیر ہوا تھا۔

دورِ ثانی ۵۵۰ ق م سے ۱۱۵ ق م تک: عرم کا بند اسی زمانے میں ٹوٹا تھا۔

دورِ ثالث ۱۱۵ ق م سے ۳۰۰ء تک: یہ ملوک حمیر کا زمانہ تھا۔

دورِ رابع ۳۰۰ء سے ۵۲۵ء تک: یہ دور تبابعہ تھا۔

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے "جنوبی یمن" شمار۔۱۴

شمالی عرب پر آرامیوں کا اثر غالب تھا۔ اور چھٹی صدی قبل مسیح میں تیما۔ ایک حکم۔۔۔

لہ آرام مختلف خطوں کا نام رہا ہے۔ اس سے عموماً وہ علاقہ مراد لیا جاتا رہا جو فلسطین کے شمال مشرق میں دریائے فرات سے دمشق تک پھیلا ہوا تھا۔ کبھی کبھی اس کا اطلاق صرف دمشق اور کبھی اشوریہ پر بھی ہوتا رہا۔ یہاں مراد اوّل الذکر ہے (بائبل کی ڈکشنری صفحہ ۴۸)

کا مرکزی شہر تھا۔ اسوریہ کے ایک کتبے میں قوم ثمود کا ذکر ملتا ہے جو آٹھویں صدی قبل مسیح میں
مدائن صالح اور اس کے نواح میں آباد تھی۔ ۵۲۹ قم میں ایران کے شہنشاہ سائرس نے
بابل کو فتح کیا اور عرب کا شمالی مشرقی حصہ ایران کا ایک صوبہ بن گیا۔ دو سو سال بعد جب
اسکندرِ یونانی نے ایران کو فتح کیا تو عرب کا کچھ حصہ اس کے قبضے میں چلا گیا۔ اسکندر کے
بعد جب مصر پر بطالسہ (۳۲۳ - ۱۶۷ قم) کی حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے بحیرہ قلزم
اور عرب کی بعض بندرگاہوں پر اقتدار قائم کرلیا۔ پھر شمالی عرب میں نبطیوں (آل نبیط)
کی حکومت قائم ہوگئی۔ جو شمال میں شام تک پھیل گئی تھی۔ ۱۰۵ء میں شمالی عرب پر
رومنوں کا قبضہ ہوگیا۔ اس وقت کے حالات ایک عرب جغرافیہ نگار کلاڈیس
بطلیموس نے قلمبند کیے تھے۔

ساسانی خاندان کے پہلے فرمانروا اردشیر اوّل (۲۴۱ء) نے مشرقی عرب میں
ایک شہر بسایا، در بنواز د کو وہاں آباد کر دیا۔ چوتھی اور پانچویں صدی کی تاریخ سے ہم آگاہ
نہیں، چھٹی صدی میں حبشہ نے یمن پر قبضہ کرلیا۔ اور ۵۷۰ء میں یمن کا حبشی گورنر
ابرہہ مکہ پر چڑھ دوڑا اور پٹ گیا۔ بعد میں جنوبی عرب پر ایرانی چھا گئے۔ اور ۶۳۲ء میں
یمن خلافت راشدہ کا ایک صوبہ بن گیا۔ اس کے بعد کیا ہوا، یہ جدول دیکھیے۔

سلسلہ	خلفا یا حکمرانوں کی تعداد	از	تا	کیفیت
خلفائے راشدین	۴	۶۳۲ء تا	۶۶۱ء	
اُمیّہ	۱۴	۶۶۱ء تا	۷۵۰ء	
عباسی	۳۷	۷۵۰ء تا	۱۲۵۸ء	

سلسلہ	خلفا یا حکمرانوں کی تعداد	از تا	کیفیت
رسولیانِ یمن	۱۷	۱۲۲۹ء تا ۱۴۵۱ء	ان کی حکومت حضرموت سے مکہ تک تھی۔
ممالیکِ مصر	-	۱۵۱۷ء	ان ممالیک میں سے بعض عرب کے حکمران رہے
ترکانِ عثمانی	۲۸	۱۵۱۷ء تا ۱۹۱۶ء	

(انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، "جزیرۃ العرب")

شریف مکّہ

حسین بن علی ہاشمی ترکوں کی طرف سے ۱۹۰۸ء میں حرمین کا گورنر مقرر ہوا تھا۔ اُس وقت اس کی عمر ۵۲ برس تھی۔ بیروت میں امریکی یونیورسٹی کے معلمین کی مساعی سے عربوں میں وطنیت کا خیال پیدا ہوگیا تھا جس سے شریف مکہ بھی متاثر ہوا۔ اور ترکوں کے خلاف بغاوت کے منصوبے بنانے لگا۔ جب ۱۹۱۴ء میں پہلی عالمی جنگ چھڑی تو برطانیہ نے شریف کو تھپکی دی اور وعدہ کیا کہ اگر اتحادی جیت گئے تو برطانیہ سارے عرب کو شمالی شام سے بحیرۂ عرب اور خلیج ایران سے بحرِ قلزم تک آزادی دے کر شریف مکّہ کو بادشاہ بنادے گا۔ چنانچہ ۱۹۱۶ء میں شریف نے بغاوت کرکے ترکوں کو عرب سے نکال دیا لیکن خاتمۂ جنگ کے بعد برطانیہ نے تمام وعدے توڑ ڈالے اور عربستان کو عراق، شام، اُردن، فلسطین، لبنان، یمن، جنوبی یمن، عمان، نجد و حجاز اور خلیجی ریاستوں میں تقسیم کرکے شریف کو عقبہ و یمن کے درمیانی علاقے کا بادشاہ بنادیا۔ شام و لبنان فرانس کے حوالے کردیئے۔ عراق و فلسطین کو اپنے انتداب میں لے لیا۔ اُردن

عبداللہ بن شریف کو ملا اور باقی حصے مقامی امرار کے پاس رہنے دیئے۔ شریف کا شجرۂ نسب یہ ہے :-

شریف کے خلاف عرب میں خصوصاً اور دنیائے اسلام میں عموماً شدید نفرت پھیل گئی اور بالآخر سنہ ۱۹۲۵ء میں اس کی حکومت کو ابنِ سعود نے ختم کر دیا۔
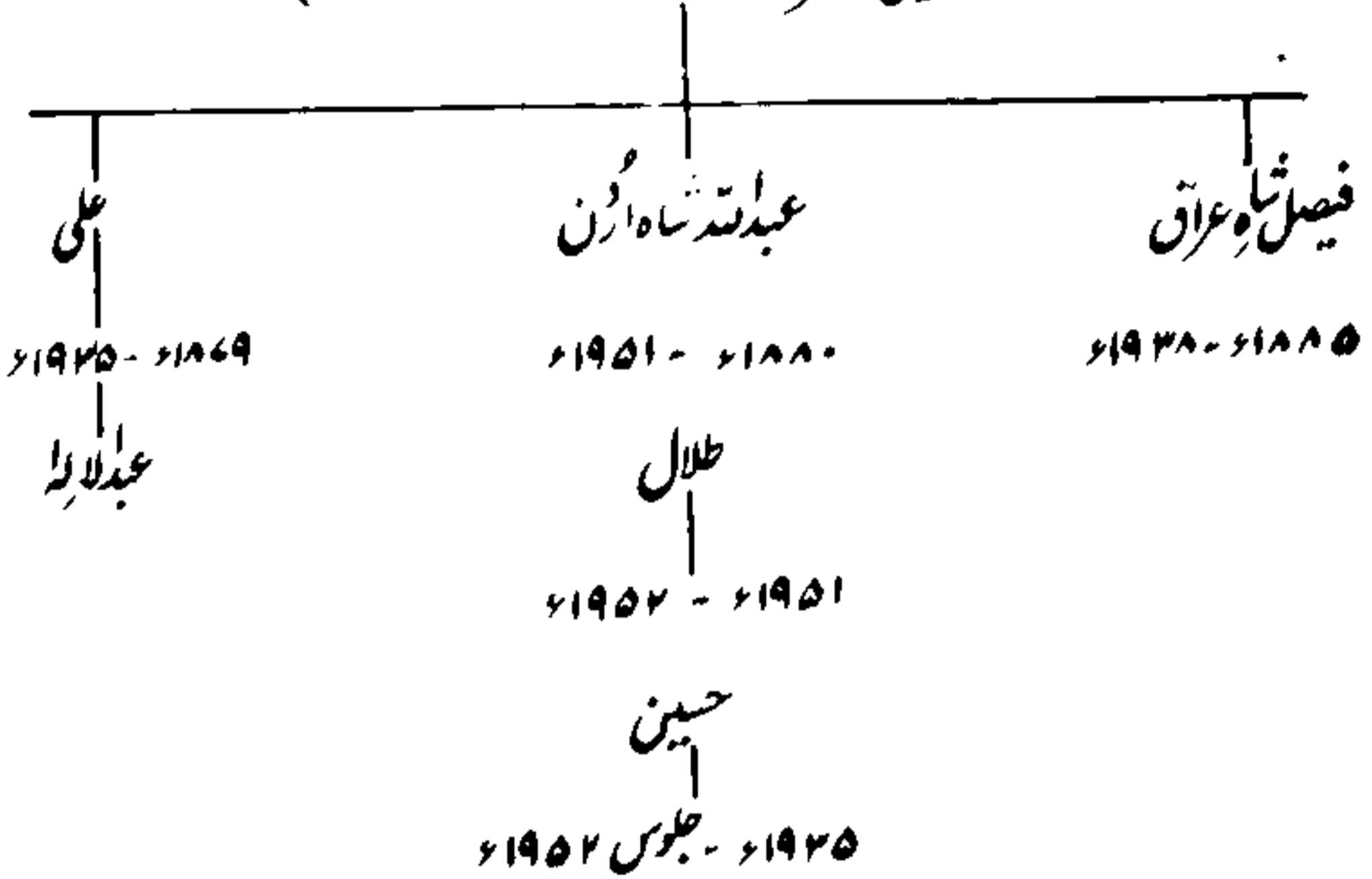
ابنِ سعود کے اسلاف

ابنِ سعود کے اسلاف کے متعلق ہم اتنا ہی جانتے ہیں کہ سعود بن محمد بن مُقارِن (مقرِن) اس کا ایک جدّ تھا۔ یہ قبیلہ عنزہ کا رئیس تھا۔ اور درعیہ (نجد[1]) میں رہتا تھا۔ اس کا فرزند محمد عبدالوہاب نجدی کا پیرو بن گیا۔ اس کی حکومت صرف نجد پر تھی۔ اس کے بعد کئی اور جانشین

---

[1] نجد ایک سرسبز و بلند خطّہ ہے اس کے شمال میں صحرائے شام، جنوب میں یمامہ، مشرق میں خلیجی ریاستیں اور مغرب میں حجاز ہے۔ یہ بہت سے قبائل کا مسکن رہا ہے۔ مثلاً بنو اسد،

باقی اگلے صفحہ پر

آ سکے۔ شجرہ یہ ہے :-

شجرۂ ابنِ سعود

مُقرِن
|
مُحمّد
|
سُعود
(۱۷۳۵ء)
|
مُحمّد
(۱۷۳۵ء - ۱۷۶۶ء)

عبدالعزیز
(۱۷۶۶ء - ۱۸۰۳ء)
|
سعود
(۱۸۰۳ء - ۱۸۱۴ء)

عبداللہ
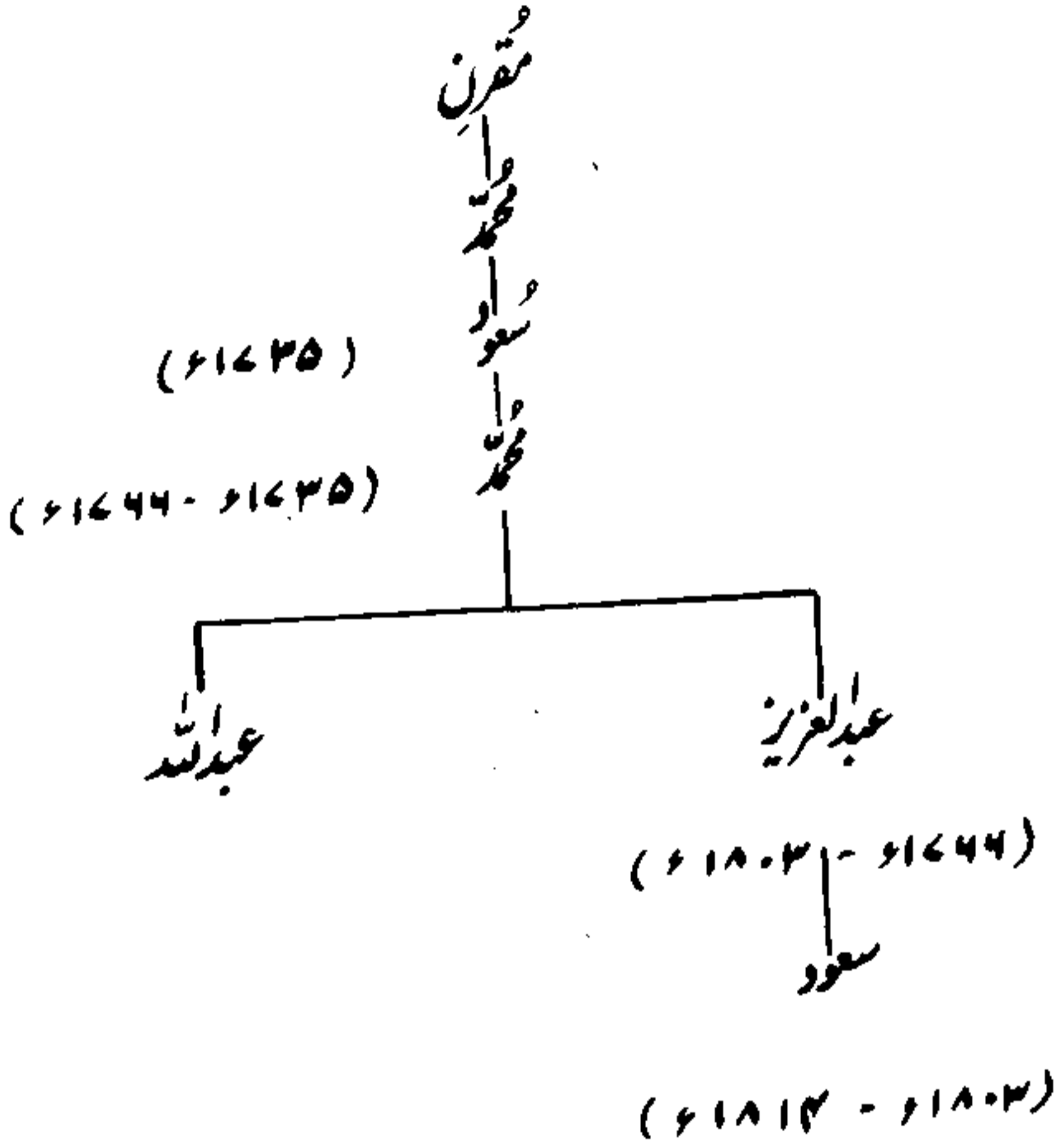
جاری :- بنو اضبط بن کلاب، بنو نمیر، بنو یربوع وغیرہ۔ بکر و تغلب کی مشہور جنگ یہیں ہوئی تھی۔ یہیں کندہ کے نام سے ایک حکومت بنی تھی۔ مُہلہل جو عربی شاعری کا بابا آدم کہلاتا ہے یہیں پیدا ہوا تھا۔ اور امرُ القیس حکومتِ کندہ کا آخری شاہزادہ تھا۔ نجد عہد قدیم سے قبائلِ عدنانیہ کا مسکن ہے۔ یہیں حضرت خالد بن ولید نے پہلی مسجد بنوائی تھی۔ یہیں عرب کے مشہور شعراء الاعشیٰ اور طَرَفہ دفن ہیں اور لیلیٰ بھی یہیں رہتی تھی۔
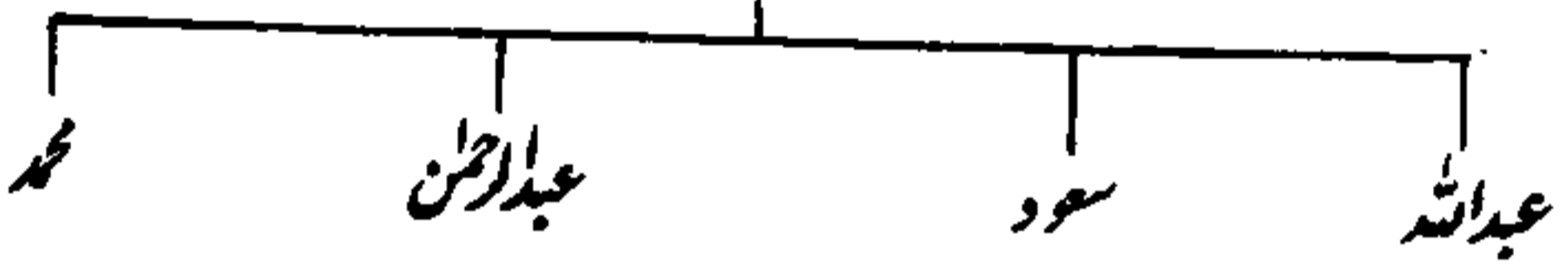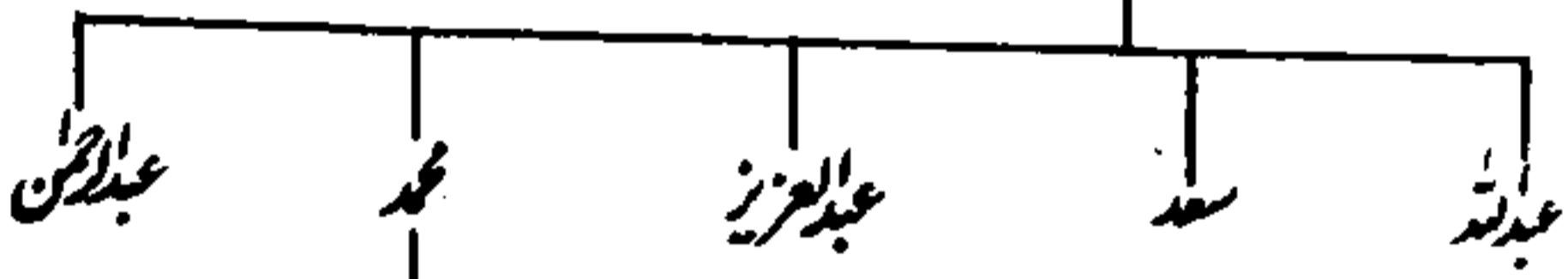
(دائرہ المعارف الاسلامیہ ج ۱ صفحہ ۵۲۶)

نوٹ:۔ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۰۲ء تک کون حکمران رہا یقینی طور پر معلوم نہیں ہو سکا کوئی عبدالعزیز بن سعود بن فیصل کا نام لیتا ہے۔ اور کوئی عبدالرحمٰن بن سعود بن فیصل کا۔ ابن سعود کا شجرہ ہر جدید مورخ نے دیا ہے لیکن ہر شجرہ دوسرے سے مختلف ہے۔ سعود بن عبدالعزیز بن محمد (۱۸۱۲ء) بڑا باہمت حکمران تھا۔ اس نے حجاز، جنوبی شام، کچھ عراق اور عمان تک کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا اور ترکوں کو دو مرتبہ شکست دی۔ اس کا فرزند عبداللہ نالائق ثابت ہوا۔ اور جان تک سے ہاتھ دھو بیٹھا اور اس کی سلطنت پر ترک قابض ہو گئے۔

عبدالعزیز بن سعود

عبدالعزیز بن سعود ۱۸۸۰ء کے قریب ریاض میں پیدا ہوا تھا جوان ہوا تو اس نے رشیدیوں[1] سے نجد لینے کا ارادہ کیا۔ جنوری ۱۹۰۲ء میں یہ تیس اونٹ اور چالیس آدمی لے کر آدھی رات کو ریاض میں جا نکلا۔ تینتیس آدمیوں کو شہر کے باہر چھوڑ گیا اور سات کو ساتھ لے کر کسی طرح رشیدی گورنر کے قلعے میں اتر گیا۔ گورنر کو اس کے پینتالیس محافظوں سمیت مار ڈالا۔ اور ریاض پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد رشیدیوں نے بارہا حملے کیے۔ ترک بھی ان کی مدد کرتے رہے، لیکن بے سود۔ بالآخر ۱۹۲۱ء میں رشیدیوں کے آخری حکمران محمد بن طلال نے

---

[1] نجد میں جبل شمر کا ایک سردار جس کا پورا نام عبداللہ بن علی الرشید تھا۔ اس نے ۱۸۳۵ء میں حائل کے شہر پر قبضہ کر کے اپنی حکومت کی بنا ڈال دی۔ یہ حکومت پھیلتی اور سکڑتی رہی اس کے حکمرانوں کی تعداد کافی تھی۔ ان میں سے طلال، متعب، محمد، عبدالعزیز بن متعب، سلطان اور سعود بہت اہم ہیں۔ آخری بادشاہ محمد بن طلال تھا۔ ان کی حکومت ۱۹۲۱ء تک جاری رہی۔

(دائرہ المعارف الاسلامیہ ج ا صفحہ ۵۲۰)

اپنا تاج وتخت ابنِ سُعود کے سُپرد کر دیا۔ (عریبیا ری بارن از جارج خیراللہ صفحہ ۱۱۶)

۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۶ء تک

گو ۱۹۱۹ء میں شریف کی افواج کو ابن سُعود نے تُرَابہ کے مقام پر زبردست شکست دی تھی لیکن اس نے ہزیمت خوردہ فوج کا تعاقب نہ کیا اور برطانیہ کے ڈر سے خاموش بیٹھا رہا۔

۱۹۲۲ء میں نجدی افواج اُردن پر بڑھیں۔ لیکن برطانیہ کے کہنے سے پیچھے ہٹ گئیں ۱۹۲۴ء میں شریف سے پھر تصادم ہوگیا اور ابنِ سعود نے مکّہ و طائف کو لے لیا ۱۹۲۵ء میں جدّہ، ینبوع اور مدینہ پر قبضہ کر لیا اور جنوری ۱۹۲۶ء میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔

۱۹۲۴ء میں فتح مکّہ کے بعد حسین اپنے اہل وعیال کو لے کر جدّہ چلا گیا اور اپنے ایک فرزند علی ا ۱۸۷۹ء ۔ ۱۹۳۵ء کو اپنا جانشین بنا گیا۔ پھر جدّہ سے عقبہ میں منتقل ہوگیا اس پر ابن سعود معترض ہوا۔ اور برطانیہ نے اُسے قبرص بھیج دیا۔ ۱۹۳۰ء میں اس پر فالج گرا۔ اسے علاج کے لیے اُردن میں عبداللہ کے پاس بھیج دیا گیا جہاں یہ جون ۱۹۳۱ء میں مر گیا۔

شریف مکّہ کی حکومت ختم ہونے کے بعد ابنِ سعود سارے عرب کا بادشاہ بن گیا جب یہ ۱۹۵۳ء میں فوت ہوا تو اس کا فرزند سعود اس کا جانشین بنا ۱۹۶۴ء میں اس نے تخت چھوڑ دیا اور اس کے بھائی فیصل بن عبدالعزیز نے اقتدار سنبھال لیا اور آج ۱۹۸۲ء میں خالد بن عبدالعزیز حکومت کر رہا ہے۔

مآخذ:- ۱۔ دی مڈل ایسٹ صفحہ ۸۱ ۲۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ، پنجاب "ابنِ سعود"
۳۔ نسب نامہ رسولؐ صفحہ ۹ ۴۔ ڈکشنری آف دی بائیبل صفحہ ۴۸
۵۔ خیراللہ صفحہ ۱۱۶ ۶۔ دی عرب اویکننگ صفحہ ۳۲۷

مشرقِ وسطیٰ

ترکی
شام
دمشق
لبنان
اسرائیل
جارڈن
بغداد
عراق
کویت
سعودی
عرب
خلیج
یمن
عدن

۲۲- سُمالی جمہوریہ

مشرقی افریقہ کا یہ ملک بحرِ ہند کے ساحل پر واقع ہے اور خلیج عدن سے نیز وہی تک بارہ سو میل میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کا عرض ۱۵۰ میل سے ۳۰۰ میل تک ہے! اور کُل رقبہ ۲۰۰،۰۰۰ ، ۳ مربع میل کے قریب ہے۔ اس کے شمال اور مشرق میں سمندر، مغرب میں حبشہ اور جنوب میں کینیا ہے۔ سُمالیہ کی قدیم تاریخ سے ہم بے خبر ہیں۔ صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ قرونِ وسطیٰ (۱۵۰۰ء - ۵۰۰ء) میں چند قبائل شمال کی طرف سے بھی سُمالیہ میں آئے تھے۔ سمالیہ کی موجودہ آبادی ۲۹ لاکھ ہے جو مختلف قبائل پر مشتمل ہے۔ ان میں سے اسحاق، دیر اور درود بہت اہم ہیں۔ یہ شاخ در شاخ میں منقسم ہیں۔ مثلاً درود کی سب سے بڑی شاخ کبلا ہے۔ جس کی دو شاخیں کومبا اور گنادا کہلاتی ہیں۔ درود کی ایک اور شاخ سَدا ہے جس کا ایک بطن (شاخ) مِرّہان کے نام سے معروف ہے۔ یہ قبائل اور اُن کی درجنوں شاخیں ملک کے طول و عرض میں آباد ہیں۔ نسلاً یہ لوگ اپنے آپ کو عربوں کی اولاد بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُنکا جدِ اوّل اسحاق بن احمد تھا۔ جو بارھویں یا تیرھویں صدی میں چالیس دیگر افراد کے ساتھ حضر موت سے آیا تھا۔

(اسلام ان افریقہ صہ ۲۳۰)

یہ روایت کسی ایک قبیلے کے متعلق تو صحیح ہو سکتی ہے۔ لیکن سارے ملک پر اس کا اطلاق

درست نہیں۔ کیونکہ اس ملک کے مقامی حبشی باشندے قدیم زمانوں سے یہاں آباد ہیں۔ اور عربوں کا ورود بہت بعد کا واقعہ ہے۔

یورپیوں کا ورود

انیسویں صدی کے وسطِ آخر میں جب بعض یورپی اقوام نے مشرق کا رُخ کیا تو اِنکے کچھ گروہ افریقہ میں بھی آگھسے۔ اور انہوں نے اہلِ سومالیہ کو آزادی سے محروم کر دیا۔ ۱۸۸۴ء میں برطانیہ و فرانس اور ۱۸۸۹ء میں اطالوی آئے۔ اور یہ مختلف اضلاع پر قابض ہو گئے۔

برطانیہ کے حصے میں	۶۸۰۰۰	مربع میل	علاقہ آیا۔
اٹلی نے	۲۲۵۰۰۰	″ ″	پر قبضہ کر لیا۔
اور فرانس نے	۹۰۰۰	″ ″	ہتھیا لیا۔
میزان :-	۳,۰۲۰۰۰		

دوسری جنگِ عظیم کے بعد جب اقوامِ متحدہ نے تمام اقوام کو آزاد کرانے کے لیے مستعمرین پر دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ تو رفتہ رفتہ تمام ممالک آزاد ہو گئے اور سُمالیہ کے تینوں خطے ضم ہو کر یکم جولائی ۱۹۶۰ء کو ایک وسیع و آزاد جمہوریہ بن گئے۔ ۱۹۷۱ء میں اس ملک کی آبادی ۳۰ لاکھ ۲۶ ہزار تھی۔ تقریباً سب کے سب مسلمان۔ دارالحکومت کا نام موغادیشو ہے۔ اور ۱۹۶۵ء سے جنرل محمد صیاد سربراہِ حکومت ہے۔

ماخذ ۱۔ اِسلام اِن افریقہ صفحہ ۲۲۶ ۲۔ کامپٹن ج ۲۰ صفحہ ۲۵۶
۳۔ افریقہ صفحہ ۱۰۱
۴۔ عالمی معلومات صفحہ ۳۷۲

۲۳- سوڈان

یہ ملک مشرقی افریقہ میں واقع ہے اس کے شمال میں مصر، جنوب میں کینیا و یوگنڈا مشرق میں حبشہ و قلزم اور مغرب میں چاڈ واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۹،۶۷،۵۰۰ مربع میل اور آبادی ۱۹۷۱ء ۱،۶۲،۰۰۰۰۰ ہے۔ مسلمانوں کا تناسب ۷۰ فیصد ہے۔

تاریخ سوڈان

سوڈان کی قدیم تاریخ سے ہم بے خبر ہیں۔ صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ تقریباً ۵۰۰ ق م میں لیبیا کے ایک خاندان نے نوبیا (سوڈان) میں طرحِ حکومت ڈال دی تھی اور نپاتہ[1] کو دار الحکومت بنا لیا تھا۔ رفتہ رفتہ اِس نے مصر پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہ خاندان صدیوں باقی رہا۔ پھر جب اِس میں آثارِ اضمحلال نمودار ہوئے تو ۳۵۰ء میں حبشہ کے عیسائی بادشاہ نے اس پر قبضہ کر لیا کچھ دیر بعد سوڈان میں تین الگ الگ سلطنتیں قائم ہو گئیں جنہوں نے چھٹی صدی میلادی میں عیسائیت قبول کر لی۔

جب ۶۳۹ء میں مسلمان مصر پر قابض ہوئے تو اُس وقت سوڈان میں دو عیسائی خاندان حکمران تھے۔ مسلمانوں نے چھ صدیوں تک اِن سے کوئی تعرض نہ کیا لیکن جب مصر میں ممالیک بحری

---

[1] نپاتہ شمالی سوڈان کا ایک شہر تھا۔ موجودہ مِراوی (NIROWI) کے قریب اور خرطوم سے دو سو میل شمال میں۔ یہ اب مٹ چکا ہے۔

(۱۴۹۰ء - ۱۲۵۰ء) برسرِ اقتدار آگئے۔ تو انہوں نے رفتہ رفتہ شمالی سوڈان کی حکومت کو ختم کر دیا۔ لیکن جنوبی حکومت ۱۵۰۴ء تک باقی رہی۔ اسے حبشی حملہ آوروں نے جو جنوب کی طرف سے آئے تھے اور فُنج کے نام سے مشہور تھے، ختم کیا۔ ۱۵۹۶ء میں سلطان سلیمان سلونگ نے جو عرب سے آیا تھا سوڈان کے ایک حصّے پر حکومت قائم کرلی اور جب اٹھارویں صدی میں فنج کمزور پڑ گئے تو اِس اِسلامی حکومت نے فُنج کے اہم شہر اور علاقے کردُفان (خرطوم سے دو سو میل جنوب میں) پر قبضہ کرلیا۔ اور حکومتِ فُنج جلد ختم ہوگئی۔ ۱۸۱۹ء میں مصر کے خدیو محمد علی نے سوڈان پر قبضہ کرلیا۔ ۱۸۸۲ء میں مہدی[1] سوڈانی نے مصر اور برطانیہ کو سوڈان سے نکال کر اپنی حکومت قائم کرلی۔ اِس کے خلاف مصر، برطانیہ اور حبشہ نے بار بار فوج بھیجی۔ لیکن ہر بار شکست کھائی۔ جب ۱۸۸۵ء میں اس کی وفات ہوگئی تو اس کے خلفا تیرہ برس تک حکومت کرتے رہے۔ ۱۸۹۸ء میں برطانیہ نے ایک فوج جنرل کچنر کی کمان میں بھیجی۔ اور اس نے مہدی کی حکومت کو ختم کر دیا۔ پھر مصر و برطانیہ مل کر حکومت کرنے لگے اور ملک کا نام رکھ دیا "اینگلو اجپشن سوڈان"۔ مصر آزاد ہونے کے بعد سوڈان کا مطالبہ کرنے لگا لیکن برطانیہ نہیں مانتا تھا۔ بالآخر ۱۹۵۶ء میں سوڈان کو آزادی مل گئی۔ ۱۹۵۸ء میں جنرل ابراہیم عبود نے اقتدار پر قبضہ کرلیا اور ۱۹۶۴ء میں جنرل نمیری آگیا۔ ماخذ: ۱۔ کامپٹن ج۲۱ صفحہ ۱۵۰۔ ۲۔ اسلام اِن فریقہ صفحہ ۵۵۔ ۳۔ افریقہ صفحہ ۸۶، ۹۰

---

[1] مہدی سوڈانی کا اصلی نام محمد تھا اور اسکے باپ کا نام عبداللہ تھا۔ عبداللہ ایک بڑھئی تھا جو کشتیاں بناتا تھا۔ محمد کی ولادت ۱۸۴۴ء کے قریب ہوئی تھی۔ بڑے ہو کر اس نے مہدیت کا دعویٰ کیا اور پیروؤں کی ایک کثیر تعداد اپنے گرد جمع کرلی۔ انہی کی مدد سے اس نے حکومت قائم کی اور مصر و برطانیہ کو بار بار شکست دی۔ اسکی وفات ۱۸۸۵ء میں ہوئی تھی

۲۴- سیرالیون

غربی افریقہ کا یہ ملک لبریا اور گنی کے درمیان اوقیانوس کے ساحل پر واقع ہے اِس کا رقبہ ۲۷۹۴۵ مربع میل اور آبادی (۱۹۷۱ء) ۲۷ لاکھ ہے۔ اس میں مسلمانوں کا تناسب ۵۶ فیصد ہے

تاریخ

پرتگال کا ایک سیاح پیڈرو دا سنٹرا (PEDRO DA CINTRA) ۱۴۶۰ء میں ساحل کے اس مقام پر اُترا جو سیرالیون کے قریب تھا۔ اِس سے پہلے دنیا اس ملک سے نا آشنا تھی۔ اُس نے ایک شیر نما پہاڑ دیکھ کر اسے سیرالیون (شیر نُما) کے نام سے موسوم کر دیا۔ اِس سے پہلے اِس خطے کا نام رومارنگ (ROMARONG) تھا۔

۱۷۸۶ء میں انگلستان کے ایک رحم دل ڈاکٹر ہنری سمتھ مین نے ساحل کے اِس حصے پر اُن غلاموں کے لیے جو اپنے آقاؤں کی قید سے بھاگ نکلے تھے اور اُن فوجیوں کے لیے جنہیں فوج سے ڈسچارج کر کے بے روزگار کر دیا گیا تھا۔ ایک شہر تعمیر کرایا۔ ۱۷۸۸ء میں ہیی برطانیہ نے تمنی قبیلہ کے سردار نمبانہ نامی سے ساحل کا ایک ٹکڑا خرید کر وہاں بندرگاہ بنا دی۔ ۱۷۹۲ء میں غلاموں کے لیے ایک اور نو آبادی بنا دی گئی۔ جس کا نام فری ٹاؤن رکھا گیا۔ یہی شہر بعد میں اس ملک کا دارالحکومت قرار پایا۔

برطانیہ آہستہ آہستہ اپنے مقبوضہ رقبے میں بزور زر اضافہ کرتا گیا۔ یہاں تک کہ ایک اچھا خاصا رقبہ انگریز کے قبضے میں آگیا۔ جب اس صورتِ حال کے خلاف مقامی آبادی نے احتجاج کیا تو برطانوی پارلیمنٹ نے ۱۸۵۵ء میں مزید رقبہ حاصل کرنے کی ممانعت کردی ۱۸۹۶ء میں برطانیہ نے اسے اپنی نوآبادی بنالیا۔ چونکہ برطانیہ کا راج ہر جگہ ظالمانہ، خود غرضانہ اور زرطلبانہ رہا ہے اس لیے مقامی آبادی نے ۱۸۹۸ء میں بغاوت کردی۔ اس بغاوت کو کچلنے کے لیے برطانیہ نے بے اندازہ مظالم توڑے لیکن یہ فسادات ساٹھ برس تک جاری رہے۔ بالآخر ۲۷ اپریل ۱۹۶۱ء کو یہ ملک کاملاً آزاد ہوگیا۔

اس ملک میں کئی وحشی قبائل آباد ہیں۔ ان میں تمنی، سُوسُو، مینڈی اور سُوئیما قابلِ ذکر ہیں۔ اِن میں مسلمانوں کا تناسب تقریباً ستر فیصد ہے۔ اِس ملک میں ہیروں کی کئی کانیں ہیں

ماخذ :۔

۱۔ کامپٹن ج ۲۰ صفحہ ۱۹۲

۲۔ اِسلام اِن افریقہ صفحہ ۲۹۸

۳۔ افریقہ صفحہ ۳۴۰، ۳۴۸

۲۵- سینی گال

غربی افریقہ کی یہ ریاست گیمبیا کے شمال اور ماریطانیہ کے جنوب مغرب میں ساحل پر واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۷۷،۴۰۱ مربع میل اور آبادی (۱۹۷۱ء) ۴۰ لاکھ ہے۔ مسلمانوں کا تناسب ۸۹ فیصد ہے۔

اس ملک کا نام ایک دریا سے ماخوذ ہے۔ جو اس ملک سے گزر کر اور ایک ہزار میل کی راہ طے کر کے اوقیانوس میں گرتا ہے۔ پہلے اس ملک کو اہل یورپ سینی گیمبیا کہتے تھے۔ اور پچھلے دو سو سال سے یہ سینی گال کہلاتا ہے۔ حبشی افریقہ میں یہ پہلا ملک ہے۔ جہاں ۱۰۵۰ء میں المرابطین نے ایک زاویہ بنا کر حبشیوں کو اسلام سے روشناس کرایا تھا۔ ان لوگوں کی ایک خاصی تعداد مسلمان ہو کر اشاعت اسلام میں سرگرم ہو گئی۔

اس ملک کی مقامی آبادی میں فولا۔ وولوف اور مَدِنگو قبائل قابلِ ذکر ہیں۔ کچھ بربرہ بھی یہاں آباد ہیں۔

اس ملک میں سب سے پہلے پندرھویں صدی میں پرتگالی آتے تھے پھر ۱۶۲۶ء میں فرانس نے دریائے سینی گال پہ ایک رہائشی بستی بنالی۔ ۱۷۵۸ء میں برطانوی آگئے

اور فرانس سے اُس کے مقبوضات چھین لئے لیکن ایک معاہدے کی رُو سے جو برطانیہ و فرانس میں ہوا تھا۔ ۱۸۸۲ء میں یہ ملک فرانس کو مل گیا۔ اور یہ دائیں بائیں ہر طرف بڑھنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ الجیریا سے انگولا اور سوڈان سے سینی گال کے ساحل تک چھا گیا۔ یہ سارا رقبہ کوئی ۴۸ لاکھ مربع میل بنتا ہے۔ طویل جدوجہد کے بعد یہ ملک ۲۰؍ جون ۱۹۶۰ء کو آزاد ہو گیا اور ۲۰؍ ستمبر ۱۹۶۰ء کو اقوام متحدہ کا ممبر بن گیا۔

ماخذ:۔

۱۔ اسلام ان افریقہ صفحہ ۲۴۲
۲۔ کامپٹن ج ۲۰ صفحہ ۱۰۸ بی

۲۶ - شام

شام کے شمال میں ترکی، جنوب میں اُردن اور فلسطین، مشرق میں عراق اور مغرب میں بحیرہ رُوم ہے۔ اِس کا رقبہ ۶۶۰۴۶ مربع میل ہے اور آبادی (۱۹۷۱ء) ۶۴ لاکھ۔

قدیم تاریخ

شام کی تاریخ بہت پُرانی ہے۔ اور یہ آہستہ آہستہ سامنے آرہی ہے۔ ۱۹۳۰ء میں شام کے ایک شہر لتاقیہ (یا لاذقیہ۔ انطاکیہ سے ۶۰ میل جنوب میں ایک ساحلی شہر) سے قدرے شمال میں کھدائیوں سے ایک ایسی تہذیب کے آثار ملے ہیں جو چودھویں اور پندرھویں صدی قبل مسیح میں عروج پر تھی۔ وہاں سے ایسے گھر برآمد ہوئے ہیں جن کے ساتھ غسل خانے بھی تھے [illegible] جو ایک لائبریری کا پتہ دیتی ہے۔ اِس لائبریری میں جنگی نظموں اور دعاؤں کے مجموعے، صرف و نحو کی کتابیں، اور وہ تحائف رکھے تھے۔ جو فراعینِ مصر نے مختلف مواقع پر سلاطینِ شام کو بھیجے تھے۔

بیسویں صدی کے آغاز تک اُردن اور فلسطین بھی شام میں شامل تھے۔ پہلی جنگِ عظیم (۱۹۱۴ء - ۱۹۱۹ء) کے بعد انگریزوں نے اسے چار ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔ شام، لبنان، اُردن اور فلسطین۔ شام و لبنان فرانس کے سپرد کر دیئے۔ اُردن کو شاہ حسین کے ایک فرزند عبداللہ

لہ کنسائز انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۵۰۳

کے حوالے کر دیا۔ اور فلسطین کو اپنی نگرانی میں لے لیا۔ اِن چاروں ٹکڑوں کی پرانی تاریخ شام ہی کی تاریخ ہے۔ بائبل کے عہد میں شام کو آرام[1] کہتے تھے۔ اُس وقت کا شام تین سو میل لمبا اور پچاس سے ایک سو پچاس میل تک چوڑا تھا۔ کل رقبہ ۳۰ ہزار مربع میل کے قریب تھا۔ لیکن آج کا شام اُس سے دُگنا ہے۔

شام کے ابتدائی باشندے کنعانی، حتّی اور عموری اور دیگر حامی النسل قبائل تھے جو پہلے مصر، حبشہ اور کُش (حبشہ و مصر کے درمیان) میں آباد تھے۔ وہاں سے یہ ہجرت کر کے پہلے حمات تک آئے۔ اور پھر بقیہ شام پر بھی قابض ہو گئے۔ دمشق کو اُس وقت بھی خاص اہمیت حاصل تھی (پیدائش ۱۵/۲) حما کا ذکر بائبل میں بھی ملتا ہے (گنتی ۱۳/۲۱)

حضرت داؤدؑ (۱۰۵۵ - ۱۰۱۵ ق م) کے عہد سے شام و فلسطین نیم تاریخی دور میں داخل ہو گئے تھے۔ بائبل میں ہے کہ حضرت داؤدؑ کو پہلے ضوباہ کے بادشاہ ہَدَدعیزر سے لڑنا پڑا (۲ سیموئل ۸/۳) پھر دمشق کو شکست دی۔ اس کے بعد بنو عمون[2] سے مقابلہ ہو گیا۔ (۲ سیموئل ۱۰/۱) ان تمام لڑائیوں میں حضرت داؤد کو فتح نصیب ہوئی۔ اور اُن کی حکومت ساحل لبنان سے لبِ فرات تک پھیل گئی اور سارا فلسطین، شام اور اُردن اُن کے حیطۂ اقتدار میں آ گیا۔ یہ شان و شوکت

---

[1] ڈکشنری آف بائبل صفحہ ۴۸ جب شام کئی چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں بٹ گیا تو ہر ریاست کا نام دوسری سے الگ ہو گیا۔ لیکن لفظ آرام مشترک رہا۔ مثلاً آرام ضوباہ (۱ سیموئل ۱۴/۴۷) آرام معکہ (۱ تاریخ ۱۹/۶) آرام دمشک (دمشق ۱، ۲ سیموئل ۸/۵)۔ لفظ آرام کے معنی ہیں مرتفع سطح زمین۔

[2] حضرت لوطؑ کی ایک بیٹی کی اولاد جو عمان میں آباد ہو گئی تھی۔

حضرت سلیمان کے عہد (۱۰۱۵ - ۹۷۵ ق م) میں بھی باقی رہی۔ صرف اتنا سا فرق پڑا کہ صوباہ کے ایک سردار اُزان نے دمشق میں اپنی الگ سلطنت قائم کرلی۔ (۱ تاریخ ۱۱/۲۳)

حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد اُن کی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ جنوبی حصہ بنو یہوداہ کو مِلا اور شمالی حصہ باقی بنو اسرائیل[1] (رُوبن، شمعون، اشکار، یوسف وغیرہ) کی اولاد کو۔ بنو لاوی دونوں سلطنتوں میں مذہبی امور کے نگران تھے۔ ان سلطنتوں کے کوائف اور دیگر واقعات اِس جدول میں دیکھیے۔

سال	سلسلۂ سلاطین	دیگر کوائف
۹۷۵ - ۵۸۷ ق م	۴۰ سلاطینِ یہوداہ	۵۸۶ ق م میں بخت نصر نے یروشلم کو تباہ کردیا اور یہوداہ کی سلطنت بھی ختم ہوگئی۔
۹۵۳ - ۷۲۲ ق م	۳۰ سلاطینِ اسرائیل	شمالی سلطنت اسرائیل کہلاتی تھی۔ اسے اشوریا نے ختم کیا تھا۔ سماریہ اس کا دارالحکومت تھا۔
۵۳۷ - ۴۵۸ ق م	سائرس کا زمانہ	ایران کے شہنشاہ سائرس نے یہودیوں کی رہائی کا حکم دے دیا۔ انہیں بخت نصر پکڑ کر بابل

[1] حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں اور بارہ فرزند۔ اُنکی بیوی لیاہ سے رُوبن، شمعون، لاوی، یہوداہ، اشکار اور زبُولون۔ راحیل سے یُوسف اور بن یمین۔
بلہاہ سے دان اور نفتالی۔
زِلفہ سے جَد اور آشر تھے۔ پیدائش ۳۵/۲۳ - ۲۶

سال	سلسلہ سلاطین	دیگر کوائف
		میں لے گیا تھا۔ یہ واپسی قافلوں کی صورت میں ہوئی اور ۴۵۸ قم تک (۸۰ سال) جاری رہی۔ واپس آنیوالوں کی تعداد دو لاکھ تھی (کمپینین[۱۲])
۴۵۸ - ۳۳۳ قم	اشور و ایران	فلسطین پر پہلے اشوریوں نے قبضہ کیا تھا۔ پھر یہ بابل کے قبضے میں چلا گیا اور ۴۵۸ قم سے ۳۳۳ قم تک ایران کے تحت رہا۔
۳۲۱ قم کے بعد	یونانی عروج کا زمانہ	جب ۳۲۳ قم میں اسکندر اعظم کی وفات ہوئی تو اس کی وسیع سلطنت اس کے جرنیلوں نے بانٹ لی۔ مصر پر جنرل بطلیموس قابض ہو گیا اور عراق و شام سلوقس کے حصے میں آئے۔
۲۰۰ - ۱۲۶ قم	انطاکیہ کے بادشاہ	جب سلوقس شام پر قابض ہوا تو اس نے حلب کے مغرب میں ساحل کے قریب انطاکیہ شہر کی بنا ڈال دی اور اُسے اپنا دار الحکومت بنا لیا۔ اس سلسلے کے تمام بادشاہ انطیاقس کہلاتے تھے۔ یہ کُل سات تھے۔ آخری انطیاقس کی وفات ۱۲۶ قم میں ہوئی تھی۔ یہ سب کے سب یہود کے دشمن تھے۔ ان میں سے ایک یعنی انطیاقس چہارم نے بیت المقدس کو

دیگر کوائف	سلسلۂ سلاطین	سال
لُوٹ کر ہزاروں یہودی قتل کر دیے تھے۔ (بائبل کی ڈکشنری صفحہ ۴۱)		

۱۶۴ - ۶۹ قم، مکابی

فلسطین کی ایک قدیم بستی مُحَدِین (مودین) میں ایک نیک یہودی مُتّی تھیاس رہا کرتا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ انطاکیہ کے انطیاقس یہودیوں کی ثقافت، مذہب اور تہذیب کو مٹانے پر تُل گئے ہیں تو یہ مخالفت پہ تُل گیا۔ گو حکومت نے اس کے پیروں کو سخت ترین ایذائیں دیں۔ لیکن اس کے عزم میں فرق نہ آیا۔ جب یہ مر گیا تو اس کا ایک فرزند جُودا اس قوم کا لیڈر منتخب ہوا۔ اس نے اپنا لقب مُکابی (ہتھوڑے والا) تجویز کیا۔ اور اس کے بعد سارا سلسلہ سلاطینِ مکابی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ ان لوگوں نے سلاطینِ انطاکیہ کو مسلسل شکستیں دے کر یہود کو پھر زندہ کر دیا۔ یہ سلسلہ ۱۶۴ قم سے ۶۹ قم تک باقی رہا۔

۴۷ قم تا ۱۰۰ء ہیرڈیس کا خاندان

ہیروڈیس فلسطین ہی کے ایک رئیس اینٹی پیٹر (ANTI PATER) کا فرزند تھا۔ جُولیس سیزر (روم کا مشہور شہنشاہ) نے اینٹی پیٹر کو ۴۷ قم میں یہوداہ کا گورنر بنا دیا تھا۔ جب ۴۱ قم میں اینٹونی (ANTONY) شام میں گیا تو ہیرڈیس کو گورنر بنا دیا اور ایک سال بعد بادشاہ۔ بادشاہت کا یہ سلسلہ ۱۰۰ء تک جاری رہا۔ سلاطین کی تعداد چھ تھی۔ (ڈکشنری آف دی بائبل صفحہ ۲۳۷)

رومنز شام میں

شاہانِ ہیروڈئیس کے بعد بھی شام پر رومنز کا تسلط رہا۔ جب ۳۳۰ء میں سلطنت رومہ شرقی و غربی رومہ میں تقسیم ہوگئی۔ تو شام شرقی رومہ کا حصہ بن گیا۔ یہ صورتحال ۶۳۳-۴ء میں مسلمانوں کے تسلط تک قائم رہی۔ اس کے بعد کے تغیرات اس جدول میں دیکھئے۔

سلسلہ	تعداد سلاطین	عرصۂ حکومت از — تا	کیفیت
خلفائے راشدین	۴	۱۱ھ تا ۴۰ھ	
خلفائے اُمیہ	۱۴	۴۱ھ تا ۱۳۲ھ	
خلفائے عباسی	۳۷	۱۳۲ھ تا ۶۵۶ھ	اس دوران میں بنو طولون نے مصر و شام میں خودمختاری کا اعلان کر دیا اور اس کے ۵ سلاطین نے ۲۵۴ سے ۲۹۲ھ تک حکومت کی۔
اخشیدی	۵	۳۲۳ھ تا ۳۵۸ھ	محمد الاخشید عباسیوں کی طرف سے مصر کا گورنر تھا۔ اس نے آزادی کا اعلان کر دیا تھا۔
فاطمی	۱۵	ھ تا ھ	یہ لوگ مصر کے حکمران تھے۔ لیکن ۲۵۶ھ میں شام کو بھی فتح کر لیا تھا۔
آلِ حمدان	۸	۳۱۷ھ تا ۳۹۴ھ	
آلِ مرداس	۱۱	۴۱۴ھ تا ۴۷۲ھ	
سلاجقہ بزرگ و سلاجقہ شام	۱۲	۴۲۹ھ تا ۵۵۲ھ	
اتابکان دمشق	۶	۴۹۷ھ تا ۵۴۹ھ	

حمص، حلب اور		
دمشق کے ایوبی	۲۵	۵۸۲ھ تا ۶۴۲ھ
ممالیک بحری و برجی	۳۰	۶۴۸ھ تا ۹۲۲ھ
ترکان عثمانی	۲۹	۹۲۲ھ تا ۱۳۳۷ھ (۱۹۱۹ء)

پہلی جنگِ عظیم کے بعد

پہلی جنگ کے بعد اتحادیوں نے ترکی کے عربی مقبوضات کو آپس میں تقسیم کر لیا عراق و فلسطین پر انگریز قابض ہوگیا اور شام و لبنان فرانس کے حوالے ہوگئے۔ اس بندر بانٹ پر ان ممالک میں شدید ردِ عمل ہوا۔ اور آزادی کی تحریک شروع ہوگئی۔ بالآخر ربع صدی کی جدوجہد کے بعد ۱۹۴۶ء میں شام کاملاً آزاد ہوگیا۔

شام کا پہلا صدر شکری القوتلی تھا۔ جسے ۱۹۴۹ء میں فوج کے چیف آف سٹاف کرنل حسنی زعیم نے معزول کر کے اختیارات خود سنبھال لیے تھے۔ چند ماہ بعد کرنل سمیع نے اقتدار پر قبضہ کر لیا اور صرف دو ماہ بعد کرنل ادیب الشکلی نے اسے برطرف کر دیا۔ ۱۹۵۳ء کے انتخابات کے بعد شکلی کو صدر منتخب کر لیا گیا۔ ۱۹۵۸ء میں شام نے مصر سے الحاق کر لیا۔ لیکن ۱۹۶۱ء میں الگ الگ ہوگئے۔ ۱۹۶۳ء میں جنرل الامین الحفیظ صدر بنا۔ ۱۹۶۶ء میں نورالدین العطاشی برسرِ اقتدار آگیا۔ ۴ مارچ ۱۹۷۱ء کو حافظ الاسد نے منصب صدارت سنبھال لیا۔ اور آج ۱۹۸۲ء میں یہی صدر ہے۔

ماخذ :-

۱:- دی مڈل ایسٹ صفحہ ۳۸۳ ۲:- بائیبل

۳:- کنسائز انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۵۰۲ ۴:- ڈکشنری آف دی بائیبل صفحہ ۶۷۵

۵:- انقلاباتِ عالم صفحہ ۱۴۹ ۶:- کیپنین صفحہ ۱۸۲

۲۷۔ عراق

اس ملک کا رقبہ ۱۱۸،۶۰۸ مربع میل اور آبادی (۱۹۷۱ء) ایک کروڑ ہے

تاریخ عراق

شمالی عراق کی کھدائیوں سے کچھ ایسے آثار ملے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں چھ ہزار سال قبل مسیح میں بھی کچھ قبائل آباد تھے۔ بعد میں جب خلیج ایران سمٹ کر جنوب کی طرف سرک گئی اور نیچے سے وہ علاقہ برآمد ہوا جو موجودہ بصرہ اور بغداد کے درمیان واقع ہے۔ تو یہاں بھی تین ہزار قبل مسیح میں کچھ قافلے باہر سے آنے لگے۔ پہلا اور تیسرا قافلہ ایران کی سطوح مرتفع سے آیا تھا۔ اور دوسرا شمالی اناطولیہ سے۔ یہ لوگ رفتہ رفتہ ایک قوم بن گئے اور سمیری کے نام سے معروف ہو گئے۔ نسلاً یہ غیر سامی تھے۔ بعد میں اکادی[1] ابھرے جو سامی النسل تھے۔ ان کے پاس ایک درخشاں تہذیب تھی۔ جس سے سمیری بھی متاثر ہوئے اور ان کے ملاپ سے ایک روشن تر تہذیب وجود میں آگئی۔ پھر وہاں حتی[2] اور حری[3] آپہنچے۔ ان

---

[1] اکادی سے مراد ہے اکد کا رہنے والا۔ قدیم بابل کا یہ شہر موجودہ بغداد سے قدرے شمال مغرب میں واقع تھا۔ ۲۳۵۰ ق م میں سارگن اوّل نے اسے دارالحکومت بنایا تھا۔

[2] حتی حت کا اسم نسبت ہے۔ حت کنعان بن حام بن نوح کا ایک بیٹا تھا جس کی اولاد موجودہ وسطی ترکی میں آباد ہو گئی تھی۔

[3] حضرت یعقوب کے بھائی عیسو کی اولاد۔

لوگوں کی جدوجہد سے عراق میں کئی چھوٹی بڑی سلطنتیں وجود میں آئیں۔ ان میں سے دو بہت طاقتور تھیں۔ شمال میں اشوریہ اور جنوب میں بابل۔

(دی مڈل ایسٹ صہ ۲۴۳)

بابل

یہ فرات کے کنارے ایک شہر تھا۔ جو بابلی حکومت کا پائے تخت رہا۔ جب سام بن نوح کی اولاد ادھر اُدھر پھیلی تو ان کا ایک گروہ شِنعار (موجودہ بصرہ و کوفہ کے درمیان دجلہ و فرات کا دوآبہ) میں آباد ہوگیا تھا۔ وہاں انہوں نے ایک شہر (بابل) کی بنا ڈال دی۔ جس کے معماروں کی بولیوں میں اللہ نے اختلاف ڈال دیا تھا۔ اس اختلاف سے کام میں رکاوٹ پیدا ہوگئی۔ لفظ بابل کے معنی ہیں رکاوٹ، افراتفری، گڑبڑ اور اس مینار کا نام "بابل" پڑ گیا۔ بعد میں شہر بھی اسی نام سے پکارا جانے لگا۔ یہ شہر مدت ہوئی تباہ ہو چکا ہے۔ اور اب کھدائیوں سے اس کے درودیوار برآمد ہو رہے ہیں۔ بعض کتبوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شہر ۳۸۰۰ ق م میں موجود تھا۔

اس کی سیاسی تاریخ اندازاً تین چار ہزار قبل مسیح سے شروع ہوتی ہے۔ کالڈیہ کا ایک مورخ بِروسس[1] (BEROSUS) بابل کے تین حکمران سلسلوں کا ذکر کرتا ہے۔ پہلا سلسلہ ۴۹ کالدیائی سلاطین کا تھا۔ دوسرا نو عرب شاہوں کا، اور تیسرا ۴۹ اشوری بادشاہوں کا۔ پہلے سلسلے کا ... حیات ۴۵۸ سال۔ دوسرے کا ۲۴۵ سال اور تیسرے کا ۵۲۶ برس تھا۔ گو بطلیموس (۱۵۱ء میں زندہ) نے اپنی کتاب "قانونِ بطلیموس" (CANON OF PTOLEMY) میں ۷۴۷ ق م

---

[1] بابل کا ایک پادری جس نے بابل کا علم نجوم و رمل یونانی میں منتقل کیا تھا۔ نیز بابل کی تاریخ تین جلدوں میں لکھی جو ۲۵۰ ق م میں مکمل ہوئی تھی۔ (برطانیکا ج ۳ صفحہ ۴۶۰)

سے ۳۳۱ق م تک کے بابلی فرمانرواؤں کے نام بتقیدِ سنینِ جلوس دیئے ہیں۔ لیکن یہ فہرست ہم تک نہیں پہنچی۔ ہم صرف چند ایک ناموں سے آشنا ہیں۔ مثلاً بنبو نصر جو ۷۴۷ ق م میں تخت نشین ہوا تھا۔ بخت نصر جس نے ۵۸۶ ق م میں یروشلم کو مسخر کرنے کے بعد ستر ہزار یہودیوں کو اسیر بنالیا تھا۔ اور اس کا والد بنبو پلاسر ۶۲۵ ق م میں زوالِ نینوی کے بعد بابل کی سلطنت بہت وسیع اور طاقتور بن گئی۔ لیکن ۸۶ برس بعد (۵۳۹ ق م) سائرس نے بابل کو فتح کرلیا۔ اور یہ ایران کا ایک صوبہ بن گیا۔ جب ۳۳۱ ق م میں اسکندر یونانی نے دارا کو شکست دی تو وہ بابل پر بھی قابض ہوگیا۔ اسکندر کی موت (۳۲۳ ق م) کے بعد اُس کے مشرقی جانشین نے انطاکیہ کو دارالحکومت بنالیا اور بابل شہر اس حد تک نظر انداز ہوا کہ اس کی سرکاری عمارات ملبے کا ڈھیر بن گئیں اور رفتہ رفتہ شہر اجڑ گیا۔

محققینِ یورپ نے قدیم بابل کے متعلق بتایا ہے کہ وہاں کئی سلسلے برسرِ اقتدار آئے تھے۔

اوّل:۔ سُمیری، جس کے آٹھ یا دس بادشاہوں نے ۲۸۰۰ ق م سے ۲۵۰۰ ق م تک سلطنت کی تھی۔ یہ لوگ عراق کے شمال مشرق سے آئے تھے۔

دُوم:۔ اکادی جو ۲۷۰۰ ق م سے ۲۱۹۱ ق م تک حکمران رہے۔ اس سلسلے کا بانی سارگن تھا۔

سُوم:۔ نمرودوں کا سلسلہ جو ۲۱۱۳ ق م سے ۲۰۰۶ ق م تک برسرِ اقتدار رہا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انہی میں سے ایک نے آگ میں پھینکا تھا۔

چہارم:۔ عموری۔ جو شام و اُردن سے آتے تھے۔ یہ ۱۸۹۴ ق م سے ۱۵۹۵ ق م تک بابل پر چھائے رہے۔ مشہور مقنن حمورابی (۱۷۹۲-۱۷۵۰ ق م) اس سلسلے کا چھٹا بادشاہ تھا۔ اس کا قانون جو ۲۸۰ دفعات پر مشتمل تھا۔ پتھر کی سلیٹوں پر لکھا ہوا دستیاب ہوا ہے۔

پنجم :۔ کساٹ۔ جو شمال مشرقی پہاڑوں سے آئے تھے۔ یہ ۱۵۹۵ ق م سے ۱۱۶۲ ق م تک حکومت کرتے رہے۔

ششم :۔ ان مسلسل حملوں سے بابل کمزور ہو گیا تھا چنانچہ اس پر آشوری قابض ہو گئے۔ گو ۶۲۶ ق م میں تھوڑی سی دیر کے لیے بابل آزاد ہو گیا تھا۔ لیکن اشوریوں نے اسے پھر دلوچ لیا۔ اور بالآخر ۵۲۹ ق م میں ایران کے مشہور شہنشاہ سائرس (۵۲۹ ق م) نے بابل پر قبضہ کر لیا۔ یہ قبضہ ۳۳۲ ق م تک قائم رہا۔ جب ۳۳۲ ق م میں اسکندرِ یونانی نے کیانی سلطنت کو ختم کیا تو بابل سلطنتِ یونان کا حصہ بن گیا۔ ۱۷۰ ق م میں ایران کا ایک قبیلہ پرتھوا جو خراسان میں آباد تھا۔ بیدار ہوا تو اس کے دوسرے بادشاہ مِتھری دات (۱۲۰ ق م - ۸۸ ق م) نے یونانیوں کو بابل سے نکال دیا۔ تقریباً اڑھائی سو سال بعد روما کے شہنشاہ ٹراجن (۵۳ - ۱۱۷ ق م) نے عراق کو فتح کر لیا۔ ۲۵۸ء میں شاپور ساسانی نے رومیوں سے عراق چھین لیا۔ اِن کا قبضہ ۶۳۷ء تک جاری رہا۔ بک آف نالج میں عراق کے تحت درج ہے کہ عراق پر یونانیوں کا تسلط ۳۳۱ ق م سے ۱۴۱ ق م تک رہا تھا۔ پھر پارتھیا والے آگئے۔ جن کی حکومت ۱۴۱ ق م سے ۲۲۶ء میلادی تک جاری رہی۔ اس کے بعد ساسانی ابھرے اور ۲۲۶ء سے ۶۳۷ء تک حکومت کرتے رہے۔ پھر عراق خلافتِ راشدہ کا حصہ بن گیا۔

(دی نیو ڈکشنری آف بائبل۔ " بابل ")

اشوریہ

اشور سام بن نوحؑ کے ایک لڑکے کا نام تھا۔ جب اس کی اولاد پھلی اور پھولی تو اس نے موصل (شمالی عراق) کے مشرق میں لبِ دجلہ ایک سلطنت کی طرح ڈال دی

پہلے یہ ایک چھوٹے سے خطے پر تھی۔ بعد میں بڑھتے بڑھتے شمال میں ارمینیہ، جنوب میں خلیج ایران، مشرق میں کردستان اور مغرب میں فرات تک پہنچ گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام (۱۵۷۱ قم) کو بھی اشوریہ کا علم تھا (دیکھئے پیدائش ۲/۱۴، ۱۵/۱۸، گنتی ۲۲/۲۲، ۲۴) لیکن اس کا ذکر بطور سلطنت مناہم[1] کے دور سے پہلے کہیں نہیں ہوا۔

یونان کا مشہور مورخ ہیروڈوٹس (۴۸۴ - ۴۲۴ قم) لکھتا ہے (ڈکشنری آف دی بائبل صفحہ ۵۹) کہ اشوری ۵۲۰ برس تک ایشیا کے بادشاہ رہے۔ ان کے اقتدار کا آغاز ۱۲۲۸[2] قم کے قریب ہوا تھا۔ شروع میں کلاہ شرغت (KILAH SHERGHAT) ان کا دارالحکومت تھا جو دجلہ کے دائیں کنارے پر واقع تھا۔ بعد میں یہ شرف نینوا[3] کو مل گیا۔ شرغت چودہ بادشاہوں کا دارالحکومت رہا ہے۔ ان کا عرصۂ حکومت ۱۲۲۸ سے ۹۳۰ قم تک تھا۔ تغلت پلسر اول، اس سلسلے کا مشہور بادشاہ تھا۔ بعد میں شاہانِ نینوا کا زمانہ آیا جو ۶۱۲ قم یہ ختم ہوا۔ تغلت پلسر دوم، شال مینسر دوم، سارگن اور سناکریب اس سلسلے کے مشہور بادشاہ تھے۔

زوالِ اشوریہ

یوں تو بابل اور اشوریوں میں مدت سے تصادم ہو رہا تھا۔ لیکن ۶۱۲ قم میں بابل اور ایران نے مل کر حملہ کیا۔ اور اشوریہ کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ (ڈکشنری صفحہ ۵۸)

---

[1] مناہم (MENAHEM) اسرائیل کا ایک بادشاہ تھا جو تقریباً ۷۵۰ قم میں تخت نشین ہوا تھا۔ (کیمبینین صفحہ ۱۸۳)

[2] یہ تاریخ یقینی نہیں۔ بلکہ قیاسی ہے۔ ہر مورخ نے ایک الگ تاریخ دی ہے۔

[3] نینوا کا بانی نمرود بن کُش بن حام بن نوح تھا۔ (ڈکشنری صفحہ ۴۵۶)

عراق ظہورِ اسلام کے بعد

عراق پر ۶۴۰ء سے ۱۲۵۸ء تک خلفائے راشدین، اُمیہ اور عباسیوں کا تسلط رہا۔ ۱۲۵۸ء میں ہلاکو خان قابض ہو گیا اور اس کے گورنر ۸۰ سال تک حکومت کرتے رہے۔ بعد میں جب تاتاریوں میں پھوٹ پڑ گئی تو انہی کی ایک شاخ آلِ جلائر (۱۳۳۶ء سے ۱۴۱۱ء) نے ۱۳۵۴ء کے قریب عراق پر قبضہ کر لیا۔ ترکوں کے دو گروہ گوسفندِ سیاہ و سپید کے نام سے موسوم تھے۔ دونوں کا دارالحکومت آذر بیجان تھا۔ سیاہ گوسفند (یا قرہ قویون لو) کے سات بادشاہ ۱۳۷۸ء سے ۱۴۶۹ء تک حکومت کرتے رہے۔ بعد میں سپید گوسفند یا آق قویون لو برسرِ اقتدار آ گئے۔ اس سلسلے کے ۱۲ سلاطین نے ۱۳۷۸ء سے ۱۵۰۲ء تک حکومت کی۔

آلِ جلائر کو گوسفندِ سیاہ نے اور خود انہیں ۱۴۶۹ء میں گوسفندِ سپید نے ختم کر دیا ۱۵۰۲ء میں ایران کے مشہور صفوی بادشاہ اسماعیل اوّل (۱۵۰۲ء۔ ۱۵۲۴ء) نے گوسفندوں کا سلسلہ مٹا کر عراق پر قبضہ کر لیا۔ ۱۵۳۵ء میں وہاں عثمانی ترک جا پہنچے۔ ان کا اقتدار ۱۹۱۹ء تک رہا۔ جب پہلی جنگِ عظیم میں ترکی کو شکست ہوئی تو اس کے مقبوضات کو برطانیہ و فرانس نے بانٹ لیا۔ فرانس شام پر اور برطانیہ عراق و فلسطین پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد آزادی کی کئی تحریکیں اُٹھیں اور بالآخر ۱۹۳۲ء میں عراق کاملاً آزاد ہو گیا۔ ۱۹۵۸ء تک اس پر شریفِ مکہ کی اولاد[1] (فیصل، شاہ غازی اور فیصل دوم)

---

[1] عراق کو ۱۹۲۱ء ہی میں کچھ اختیارات دے کر شریفِ مکہ کے بیٹے فیصل کو بادشاہ

حکومت کرتی رہی ۱۹۵۸ء میں فوج کے ایک افسر عبدالکریم قاسم نے آلِ شریف کو موت کی گھاٹ اُتار دیا۔ ۱۹۶۳ء میں ایک اور فوجی انقلاب آیا۔ قاسم کو موت کی سزا ملی اور جنرل عبدالسلام عارف برسرِ اقتدار آگیا۔ تین برس بعد یعنی ۱۹۶۶ء میں یہ وفات پاگیا۔ اور اس کے بھائی عبدالرحمٰن عارف نے نظم و نسق سنبھال لیا۔ ۱۷ر جولائی ۱۹۶۸ء کو احمد حسن البکر عراق کا صدر بن گیا۔

ماخذ :۔

۱:۔ برطانیکا۔ "عراق"

۲:۔ کامپٹن ج ۱۲ صفحہ ۲۸۰

۳:۔ اے ڈکشنری آف دی بائیبل صفحہ ۴۰۵

۴:۔ دی مڈل ایسٹ صفحہ ۲۴۲

۵:۔ دی نیو ڈکشنری آف دی بائیبل "بابل"

۶:۔ کنسائز انسائیکلوپیڈیا "عراق"

۷:۔ سلاطینِ اسلام صفحہ ۲۵۶ - ۲۷۰

بقیہ حاری :۔ بنا دیا گیا تھا۔ اس کا عرصہ حکومت ۱۹۲۱ء سے ۱۹۳۲ء تک تھا۔ پھر اس کا فرزند شاہ غازی ۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۹ء تک برسرِ اقتدار رہا۔ اس کی موت کے بعد فیصل دوم بادشاہ بنا۔ چونکہ یہ نابالغ تھا۔ اِس لیے اس کا ماموں عبدالاِلٰہ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۵۳ء تک ریجنٹ رہا۔ پھر فیصل نے اختیارات سنبھال لیے۔ اور ۵ سال کی حکومت کے بعد فوجی انقلاب میں قتل ہوگیا۔

۲۸- عرب امارات

خلیج سے مراد خلیجِ ایران ہے جو بصرہ سے عمان تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی لمبائی کوئی ۶۰۰ میل ہے۔ اور چوڑائی زیادہ سے زیادہ ۲۰۰ میل ہے۔ اس کے مغربی ساحل پر کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں ہیں۔ مثلاً کویت، بحرین، دوبئی، ابوظبی، شارجہ، اجمان، اُمّ القوین، فجیرہ، راس الخیمہ، ابوموسیٰ اور عمان و مسقط۔ ان تمام ریاستوں پر آج سے کوئی ڈیڑھ سو سال پہلے برطانیہ نے اپنے مشرقی مقبوضات کی حفاظت کی خاطر قبضہ کیا تھا۔ لیکن ۱۹۷۱ء میں ان تمام کو آزاد کر دیا گیا۔ اور ان میں سے سات یعنی دوبئی، ابوظبی، شارجہ، اُمّ القوین، راس الخیمہ اجمان اور فجیرہ کا ایک وفاق بنایا گیا جو عرب امارات کے نام سے معروف ہے۔ ان تمام کا رقبہ ۳۲ ہزار مربع میل ہے اور آبادی دو لاکھ۔ لیکن بعد میں راس الخیمہ اس وفاق سے نکل گیا۔ وفاق کا رقبہ دو ہزار میل کم ہو گیا اور آبادی صرف ایک لاکھ دس ہزار رہ گئی۔ اس وفاق کا پہلا صدر دوبئی کا امیر شیخ زید بن سلطان النہیان منتخب ہوا۔ بحرین اور قطر بھی اس وفاق میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ماخذ:- (پاکستان اکانومسٹ شمارہ ۱۱ ستمبر ۱۹۷۱ء)

۲۹۔ قطر

عرب کی یہ چھوٹی سی ریاست خلیجِ ایران کے عربی ساحل پر واقع ہے۔ اس کا رقبہ چار ہزار مربع میل اور آبادی ساٹھ ہزار کے قریب ہے۔ اس کے شمال میں بحرین ہے اور مشرق میں خلیج۔ دوہا اس کا دارالحکومہ ہے۔ ماہی گیری، چرپانی اور موتیوں کی تلاش اہلِ قطر کے ذرائع معاش ہیں۔ قطر سے برطانیہ کے تعلقات ۱۸۸۲ء میں قائم ہوئے تھے۔ برطانیہ نے ہندوستان کی حفاظت کے لیے یہاں فوجی اڈے بنا لیے تھے۔ ۱۹۱۶ء میں برطانیہ اور حکومتِ قطر میں ایک معاہدہ ہوا جس کی رُو سے حکومتِ قطر برطانیہ کی رضا کے بغیر تیل نکالنے اور موتی تلاش کرنے کا اجازت نامہ کسی کمپنی یا حکومت کو نہیں دے سکتی۔ ۱۹۴۹ء میں وہاں تیل برآمد ہوا جو ۱۹۶۹ء میں پچیس لاکھ ٹن سالانہ تک جا پہنچا۔ قطر پر قدیم زمانے سے شیوخ کی حکومت چلی آتی ہے۔ ۱۸۸۲ء میں شیخ قطر کو برطانیہ نے دبوچ لیا اور تقریباً نوے برس تک اس کا استحصال کرتا رہا جب ۱۹۷۱ء میں برطانیہ نے خلیجی ریاستوں سے رختِ سفر باندھا تو ۱۲ ستمبر ۱۹۷۱ء کو قطر بھی آزاد ہو گیا۔

ماخذ :۔

۱۔ کیکسٹن ج ۵ صفحہ ۴۵۹۴

۲۔ مڈل ایسٹ صفحہ ۱۱۳

۳۰۔ کویت

مشرقی عرب کی یہ ریاست خلیج ایران کے مغربی ساحل پر بصرہ سے کوئی چالیس میل جنوب میں واقع ہے۔ اس کا رقبہ چھ ہزار مربع میل اور آبادی (۱۹۶۵ء) ۴۶۸۰۰۰ ہے۔

۱۸۵۰ء میں یورپ کی بعض اقوام نے کویت تک ریلوے بنانا چاہی۔ پہلے برطانیہ نے فرات و کویت کو منسلک کرنا چاہا۔ بعد میں جرمنی کی طرف سے برلن، بغداد، کویت سکیم کا چرچا ہوا۔ لیکن ترکی کی مزاحمت کی وجہ سے کوئی سکیم کامیاب نہ ہو سکی۔ ۱۹۱۳ء میں برطانیہ نے ترکی اور بصرہ سے کویت تک ریلوے لائن بچھانے کی اجازت حاصل کر لی۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران برطانیہ نے کویت پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹۱۹ء میں ابن سعود نے کویت پر حملہ کر دیا لیکن برطانیہ کی مزاحمت کی وجہ سے ناکام رہا۔

برطانیہ نے ۱۸۹۹ء میں کویت سے ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے کویت برطانیہ کی رضامندی کے بغیر کسی اور ملک کو ماہی گیری، تیل اور موتی نکالنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا یہ ملک ۱۹ جون ۱۹۶۱ء کو آزاد ہو گیا۔

کویت میں تیل کی دریافت ۱۹۳۸ء میں ہوئی تھی۔ تیل کی مقدار ہر سال بڑھتی گئی۔

اور اب (۱۹۷۴ء) ۲۲ لاکھ بیرل یومیہ تک پہنچ گئی ہے (پاکستان ٹائمز اشاعت ۱۱ نومبر ۱۹۷۲ء) اس دولت کی وجہ سے کویت کی ہیئت ہی بدل گئی ہے۔ پہلے وہاں ریت اڑتی تھی۔ اور اب ہر طرف خوبصورت عمارات، باغات، پختہ سڑکیں، درسگاہیں اور کارخانے نظر آتے ہیں۔ تعلیم ہر مرحلے پر مفت ہے۔ اور سالانہ فی کس آمدنی امریکہ سے بھی زیادہ ہے۔

عبدالعزیز ابن سعود نے ۱۸۹۳ء سے ۱۹۰۲ء تک کویت ہی میں جلا وطنی کے دن گزارے تھے۔ یہیں سے وہ ایک دن چالیس آدمی ساتھ لے کر ریاض پر حملہ آور ہوا اور اسے فتح کر لیا۔ بعد میں اس نے مزید فتوحات حاصل کی۔ اور اس کی سلطنت آٹھ لاکھ ستر ہزار مربع میل میں پھیل گئی۔

کویت پر ۱۷۵۶ء سے الصباح خاندان کی حکومت ہے۔ شیخ صباح السالم الصباح ۲۷ نومبر ۱۹۶۵ء کو تخت نشین ہوا تھا۔ یہ ۱۹۷۷ء میں فوت ہو گیا۔ اور اب اس کا فرزند حکومت کر رہا ہے۔

ماخذ :۔

۱:۔ پولیٹیکل ہینڈ بک صفحہ ۱۶۴

۲:۔ مڈل ایسٹ صفحہ ۱۱۴

۳:۔ متفرق اخبارات

۳۱ - کیمرُون

مغربی افریقہ کا یہ ملک ساحلِ اوقیانوس پر واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۱۸۳۳۸۱ مربع میل ہے اور آبادی (۱۹۶۵ء) ۶۰ لاکھ۔ اس میں مسلمانوں کا تناسب (ضمیمہ پاکستان ٹائمز فروری ۱۹۷۴ء صلا ×) ۵۵ فیصد ہے۔ اس کے شمال میں چاڈ نیز نائیجیریا۔ جنوب میں گیبان۔ مشرق میں وسطی افریقی جمہوریہ اور مغرب میں سمندر ہے۔

یہ پہلے جرمنی کی نوآبادی تھا۔ ۱۹۱۶ء میں اس پر فرانس اور برطانیہ نے قبضہ کرلیا برطانیہ کے پاس شمالی اور جنوبی کیمرون کے دو چھوٹے چھوٹے ٹکڑے تھے۔ اور باقیماندہ پر فرانس قابض تھا۔ ۱۹۵۶ء میں ہر طرف بغاوت کے شعلے بھڑک اُٹھے۔ فرانس نے بغاوت کو کچلنے کے لیے ہر قسم کے حربے استعمال کئے۔ لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر یکم جنوری ۱۹۶۰ء کو یہ ملک آزاد ہوگیا۔

ماخذ:-

۱- اسلام اِن افریقہ صہ ۴۲۵

۳۲ - گنی جمہوریہ

مغربی افریقہ میں گنی نام کے دو ملک ہیں۔ پرتگالی گنی۔ جس پر پرتگال بدستور قابض ہے اور گنی جمہوریہ۔ جو ۲۹ ستمبر ۱۹۵۸ء سے آزاد ہو چکا ہے۔ اور اس کا پہلا صدر احمد سیکو[ل] (شیخ) تھا۔ اس کے شمال میں پرتگالی گنی۔ جنوب میں لبریا۔ مشرق میں جمہوریہ مالی اور مغرب میں سمندر ہے۔ اس کا رقبہ پچانوے ہزار مربع میل ہے اور آبادی (۱۹۷۱ء) چالیس لاکھ اس میں چند سیاہ فام قبائل آباد ہیں۔ مثلاً تنڈا۔ لولا، سوسو اور فلاّ وغیرہ۔ مسلمانوں کا تناسب ۵۸ فیصد ہے۔

گویہ ملک پرتگیزیوں نے چودھویں صدی میں دریافت کر لیا تھا۔ لیکن کئی صدیوں تک بیرونی دنیا اس کے داخلی حالات سے ناآشنا رہی۔ ۱۸۲۷ء میں ایک فرانسیسی سیاح اس ملک میں داخل ہوا۔ ۱۸۴۲ء میں فرانسیسی بحریہ کے چند افسروں نے ساحل کا تفصیلی جائزہ لیا۔ ۱۸۴۸ء اور ۱۸۶۵ء کے درمیان فرانس نے کئی قبائل سے معاہدے کر لیے اور ۱۸۸۲ء تک سارے ملک کو دبوچ لیا۔ اسے ۲۹ ستمبر ۱۹۵۸ء کو آزادی نصیب ہوئی۔ اور ۱۲ دسمبر

[ل] آج مارچ ۱۹۸۲ء میں بھی احمد سیکو ہی صدر ہے۔

۱۹۵۸ء کو یہ اقوامِ متحدہ کا ممبر بن گیا۔ گنی کا صدر احمد سیکوُ ایک کسان کا بیٹا ہے۔ یہ فرانس کے تحت معمولی سا کلرک تھا۔ لیکن آزادیٔ ملک کا علم بردار۔ چنانچہ حکومت نے اُسے ملک سے باہر تبدیل کر دیا۔ جس پر اس نے استعفیٰ دے دیا اور تمام تر وقت تحریک آزادی کو دینے لگا۔ اور بالآخر جیت گیا۔ یہ اپنی تقاریر میں عموماً کہا کرتا " میں تمام مذاہب کو تسلیم کرتا ہوں اور بحیثیتِ صدر ہر شخص کا نمائندہ بلکہ مُشنیٰ ہوں۔

ماخذ :۔

۱ :۔ ہینڈ بک

۲ :۔ اِسلام اِن افریقیہ صفحہ ۲۱۶

۳ :۔ برطانیکا " گنی "

۲۳ - گیمبیا

مغربی افریقہ میں سینیگال اور گنی کے درمیان ایک چھوٹا سا ملک جس کا رقبہ ۴۰۰۴ مربع میل اور آبادی (۱۹۷۴ء) چار لاکھ کے قریب ہے۔ مسلمانوں کا تناسب ۷۰ فیصد ہے۔ اس ملک کا نام ایک دریا سے ماخوذ ہے۔ جو وسط ملک سے گزر کر سمندر میں گرتا ہے اور جس کا نام گیمبیا ہے۔ اس دریا کا ذکر[1] بطلیموس نے بھی اپنے جغرافیہ میں کیا تھا۔ اور بعض عرب جغرافیہ نگاروں کو بھی اس کا علم تھا۔ جنوا (اٹلی) کے بعض ملاح ۱۲۹۱ء میں یہاں پہنچے تھے۔ لیکن یہ آگے نکل گئے۔ اور ملک کے اندرونی حصے تک نہ گئے۔ سب سے پہلے اس ملک میں ۱۴۴۶ء کے قریب پرتگالی پہنچے تھے اور پھر ۱۴۵۵ء میں فرانسیسی۔

اس ملک کے باشندے سیاہ رنگ قبائل ہیں۔ جن میں سے چار اہم ہیں۔ یعنی مَن ڈِنگو، سراحلی، وَولف اور جُولا۔ آبادی کا چھہتر فیصد اسلام قبول کر چکا ہے۔ یہاں بعض مقامات پر سونا بھی ملتا ہے۔ یہاں کا خام مال مونگ پھلی، چمڑا، سونے کی ریت اور چند دیگر اشیا تھیں۔ جن پر قبضہ جمانے کے لیے برطانیہ و فرانس میں برسوں رقابت رہی۔ پھر ۱۷۸۳ء میں انہوں نے ایک معاہدہ کیا۔ جس کی رُو سے گیمبیا کا کچھ حصہ برطانیہ کے حوالے ہو گیا۔ اور کچھ فرانس کے۔ ۱۸۰۷ء

---

[1] :- اسلام اِن افریقہ صفحہ ۴۰۲

میں گیمبیا خالص برطانوی نو آبادی بن گیا اور ۱۸ر فروری ۱۹۶۵ء کو کاملاً آزاد ہوگیا۔

ماخذ:-

۱:- ہینڈ بک ص۱۰۱

۲:- اسلام اِن افریقہ ص۲۰۲

۳:- کامپٹن گیمبیا۔

۳۴ - لبنان

لفظِ" لبنان" کے معنی ہیں سفید۔ چونکہ اِس ملک کے کہستانی سلسلے سفید رنگ کے ہیں اور بعض چوٹیوں پر ہمیشہ برف رہتی ہے۔ اس لیے سارا ملک لبنان کے نام سے مشہور ہوگیا۔ (ڈکشنری آف بائیبل صہ ۳۴۹)

یہ چھوٹا سا ملک اسرائیل کے شمال میں ساحل پر واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۴۰۱۵ مربع میل ہے اور آبادی ۲۷ لاکھ جس میں سے اکاون فیصد مسلم ہیں۔ ۱۹۴۲ء سے پہلے یہ شام کا ایک صوبہ تھا۔ اس لیے اس کی قدیم تاریخ وہی ہے جو شام کی تھی۔ شام و لبنان ۱۵۱۶ء سے ۱۹۱۸ء تک عثمانیوں کے تحت رہے۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد اتحادی۔ دُول نے شام و لبنان فرانس کے حوالے کر دیئے۔ جس سے ملک میں سخت اضطراب پھیل گیا اور بلوے شروع ہوگئے۔ یہ صورت حال بیس سال تک قائم رہی۔ جب دوسری جنگِ عظیم (۱۹۳۹ء-۱۹۴۵ء) میں فرانس کو شکست ہوگئی تو اُس نے ۱۹۴۱ء کے خاتمے سے پہلے لبنان کو آزاد کر دینے کا اعلان کیا۔ لیکن جلد ہی اس وعدے کو توڑ ڈالا۔ اِس پر بلوؤں میں اضافہ ہوگیا اور بالآخر فرانس نے ۱۹۴۲ء میں اسے مکمل آزادی دے دی اور یہ ۱۹۴۵ء میں اقوامِ متحدہ کا ممبر بن گیا۔

آئین کی رُو سے لبنان کا صدر ہمیشہ عیسائی ہوگا جو چھ برس کے لیے منتخب ہوگا۔ اور

وزارتِ عظمیٰ کا منصب سُنی مسلمان کے پاس رہے گا۔

بیروت لبنان کا دارالحکومت ہے۔ یہ دُنیا کے چند نہایت حسین شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی آبادی پانچ لاکھ سے زیادہ ہے۔ اس میں دو یونیورسٹیاں ہیں۔ ایک امریکی جو ۱۸۶۶ء میں قائم ہوئی تھی اور دوسری خود لبنان کی جو ۱۹۵۱ء میں بنی تھی۔ یہاں کا خام مال تمباکو، روغنِ زیتون اور نمک وغیرہ ہیں اور صنعت، صابن، سگریٹ، جوتے دھاگہ اور سیمنٹ بنانا۔

ماخذ:۔

۱:۔ مڈل ایسٹ صفحہ ۳۸۲

۲:۔ کامپٹن ج ۱۳ صفحہ ۱۸۰

۳:۔ ہینڈ بک صفحہ ۱۶۸

۳۵ لیبیا

مصر اور تونس کے درمیان بارہ سو میل تک پھیلا ہوا یہ ملک ایک سطح مرتفع ہے۔ جو بعض مقامات پہ دریائے نیل سے ایک ہزار فٹ بلند ہے۔ یہ خلیج سدرہ کی وجہ سے دو حصوں میں منقسم ہے۔ مشرقی حصہ سارنیکا کہلاتا ہے۔ جس پر قدیم زمانے میں پہلے یونانیوں کا غلبہ ہو گیا تھا اور بعد میں قیاصرہ کا۔ مغربی حصہ ٹرپولیتانیا یا ٹرپولیطانہ کے نام سے مشہور ہے جس پر کبھی فنیقیوں نے غلبہ پانے کے بعد شہر قرطاجنہ کی بناڈالی تھی۔

سارے ملک کا رقبہ ۶۷۹۳۵۸ مربع میل ہے۔ اور آبادی (سنہ ۱۹۷۱ء) ۱۹ لاکھ

سنہ ۱۹۶۱ء میں ایک متجسس ڈاکٹر موری کو جنوبی لیبیا میں چٹانوں پر ہاتھیوں، گورخروں اور زرافوں کی ایسی تصاویر ملی ہیں۔ جو بہت پرانی ہیں، غالباً ۵۰۰۰ ق م کی ان میں سے کچھ چھوٹی ہیں۔ صرف چند انچ کی۔ اور کچھ بڑی ہیں۔ کئی فٹ لمبی چوڑی۔ ڈاکٹر موری کو ایک غار سے ایک شہزادی کی حنوط شدہ لاش بھی ملی۔ جو اب طرابلس کے میوزیم میں ہے۔ یہ بھی شاید تصاویر مذکورہ کے زمانے میں وہاں رکھی گئی تھی۔ لیبیا کا ذکر قدیم یونانیوں کے مشہور شاعر ہومر (اندازاً ۸۵۰ ق م) نے اپنی نظم اوڈیسے (ODYSSEY) میں بھی کیا ہے۔

لہ اسلام ان افریقہ صفحہ ۶۸

قدیم سیاسی تاریخ

تاریخ یہ بتانے سے قاصر ہے۔ کہ اس ملک کے ابتدائی حکمران کون تھے قیاس یہ ہے کہ چند ماہی گیر یا چرواہا قبائل اس ملک کے شاداب حصّوں میں آباد ہوں گے۔ اور اُن پر اُن کے سرداروں کی حکومت ہوگی۔ اس ملک پر باقاعدہ حکومت کا سُراغ فینقیوں[1] کے دور سے ملتا ہے۔ جنہوں نے ۱۰۰۰ ق م سے پہلے لیبیا کے ساحل پر قرطاجنہ (کاربھیج) کی بنا ڈالی تھی۔ ساتویں صدی ق م میں وہاں یونانی جا پہنچے۔ اور مشرقی لیبیا کے ساحل پر ایک نیا شہر سرین (CYRENE) تعمیر کردیا جو یونانی تہذیب کا مرکز بن گیا۔ اور یہ علاقہ سرے نایکا کہلانے لگا۔ ۱۵۰ ق م میں کاربھیج پیدمنز

---

[1] فینقیہ شام میں ایک خطّے کا نام تھا جو بحیرۂ رُوم کے ساحل پر فلسطین کے شمال میں واقع تھا۔ اسکی مشرقی سرحد پر لبنان کے پہاڑ تھے۔ اور مغرب میں سمندر۔ یہ ایک یونانی لفظ ہے جس کے معنی ہیں کھجور کا درخت۔ دورِ اسرائیل میں اس خطّے کو کنعان کہا جاتا تھا۔ یہ خطہ صرف ۱۲۰ میل لمبا اور اوسطاً ۱۲ میل چوڑا تھا۔ طائر اور سیڈان اس کے مشہور شہر تھے۔ سیڈان وہیں تھا جہاں آج بیروت ہے۔ یونانی مورخ ہیروڈوٹس (۴۸۴ - ۴۲۴ ق م) کا خیال یہ ہے کہ یہ لوگ بحیرۂ قلزم کے ساحل سے آئے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام (۱۰۱۵ ق م) کے زمانے میں عموماً جہاز سازی کا کام کرتے تھے۔ سیڈان اور طائر کی جُدا جُدا بلدیاتی حکومتیں تھیں۔ یہ آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ با ایں ہمہ یہ سب فینقی کہلاتے تھے۔ اِن کے ملّاح بحیرۂ رُدم کو اپنی جولان گاہ سمجھتے تھے۔ یہ جہاں کوئی مفید دھات یا خام جنس دیکھتے تھے وہیں تجارتی مرکز بنا لیتے تھے۔ اِسی قسم کا ایک مرکز قرطاجنہ تھا جو غالباً ۱۰۰۰ ق م سے پہلے قائم کیا گیا تھا۔ (ڈکشنری آف بائبل صفحہ ۵۲۵، ۲۰۰، ۲۲۷)

کا قبضہ ہوگیا۔ جو ۶۴۲ - ۶۴۷ء میں اسلامی تسلط تک قائم رہا۔

(گارڈن سٹوویل، دی بک آف نالج ج ۴ "لیبیا")

دورِ اسلام میں ۸۰۰ء تک لیبیا خلافت کا حصہ رہا۔ لیکن بعد میں اس کے آقا بدلتے رہے۔ ۹۰۹ء سے ۱۱۷۱ء تک اس پر خلفائے فاطمی قابض رہے۔ پھر موحدین (۱۱۳۰ - ۱۲۶۹ء) آگئے۔ ان کے زوال کے بعد بنو حفص (۱۲۲۸ - ۱۵۳۴ء) چھا گئے۔ ۱۵۱۰ء میں اس پر ہسپانیہ کے فرمانروا فرڈیناں (۱۵۱۶ء) نے قبضہ کرلیا۔ ۱۵۲۲ء میں عثمانی ترک آ پہنچے جو ۱۹۱۲ء تک حکومت کرتے رہے۔ جب ۱۹۱۲ء میں جنگ بلقان چھڑ گئی۔ اور عثمانی کمزور ہوگئے۔ تو اٹلی نے لیبیا پر قبضہ کرلیا اور ۲۴ دسمبر ۱۹۵۱ء کو لیبیا آزاد ہوا۔ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۶۹ء تک شاہ ادریس کی حکومت رہی اور پھر کرنل معمر قذافی نے فوجی انقلاب کے ذریعے اقتدار پر قبضہ کر دیا۔ کرنل معمر قذافی تیس برس کا نوجوان ہے۔ اسلام کا شیدائی اور پابندِ صوم و صلوٰۃ۔ اس نے لیبیا میں اسلامی قانون نافذ کر دیا ہے۔ اور ہر مسلمان کے لیے نماز کی پابندی لازمی قرار دے دی ہے آج (مارچ ۱۹۸۲ء) بھی منصبِ صدارت پر قذافی ہی فائز ہے۔

سنوسی

سنوسیت ایک درویشانہ مسلک تھا جس کی بنیاد سید محمد بن علی السنوسی الادریسی (۱۷۹۱ء - ۱۸۵۹ء) نے ڈالی تھی۔ یہ الجیریا کے ایک شہر طرشش میں پیدا ہوا تھا۔ ۱۸۲۱ء سے ۱۸۲۵ء تک فاس میں زیرِ تعلیم رہا۔ ۱۸۲۵ء میں حج کے لیے مکہ میں گیا وہاں اس کی ملاقات فاس کے ایک بزرگ عالم احمد بن ادریس الفاسی سے ہوگئی۔

یہ سلسلہ خضریہ ادریسیہ کا بانی تھا۔ اور اس سلسلے کا مقصد مساوات و مواخات قائم کرنا اور اصلاحِ اخلاق تھا۔ سنوسی اس سے بہت متاثر ہوا اور اس نے زوایا کا سلسلہ شروع کر دیا یہ زوایا عبادت، تبلیغ، دستکاری، زراعت اور فوجی تربیت کے مراکز تھے۔ اس نے پہلا زاویہ ۱۸۳۷ء میں مکہ کے پاس جبلِ بوقبیس پر بنایا۔ لیکن یہ سکیم وہاں کامیاب نہ ہوئی اور یہ لیبیا میں چلا گیا۔ وہاں یہ سلسلہ بہت کامیاب ہوا اور اس کے زوایا وسطی افریقہ تک پھیل گئے۔ جب ۱۹۱۱ء میں اطالیہ نے لیبیا پر حملہ کیا تو سنوسیوں نے اطالیہ کو شکست دے کر طرابلس پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹۲۳ء میں معاہدہ لوزان کے تحت اتحادیوں نے سارے لیبیا کو اطالیہ کے حوالے کر دیا۔ سنوسیوں نے ڈٹ کر آٹھ سال تک مقابلہ کیا۔ بالآخر برطانیہ و فرانس کی مدد سے اٹلی کامیاب ہو گیا۔ یہی وہ جنگ تھی جس میں اطالویوں نے بعض سنوسی رہنماؤں کو طیاروں سے نیچے پھینک دیا۔ دوسری جنگِ عظیم میں جب مسولینی (آمر اطالیہ) کو شکست ہوئی تو برطانیہ نے جنگ کے خاتمہ پر سدی محمد ادریس کو شاہِ لیبیا تسلیم کر لیا۔ اِس کا شجرہ نسب یہ ہے۔

ل احمد ادریسی اٹھارہ برس یعنی ۱۸۴۲ء تک مکہ میں رہا اور پھر عسیر (لحجدوین کے درمیان ایک علاقہ) میں آباد ہو گیا۔ ۱۹۰۹ء میں اس کے ایک پوتے سید محمد بن علی الادریسی نے ترکوں کیخلاف بغاوت کی۔ اور پٹ کھائی۔ بعد میں اٹلی نے ۱۹۱۱ء میں لیبیا پر حملہ کیا تو اس نے اطالیہ کا ساتھ دیا اور اِن خدمات کے صلے میں اسے عسیر کا بادشاہ بنا دیا گیا ۱۹۱۵ء میں برطانیہ نے اسکی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ اس نے ۱۹۲۳ء تک حکومت کی۔ بعد میں اس کا بیٹا حسن علی ادریسی ۱۹۲۴ء تک حکومت کرتا رہا۔ اور اسی سال ابن سعود نے عسیر پر قبضہ کر کے اس سلسلے کو ختم کر دیا۔

(شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام صہ ۵۰۲)

سدی محمد بن علی السنوسی (۱۷۹۱ء - ۱۸۵۹ء)

سدی محمد المہدی (۱۸۴۴-۱۹۰۲ء)

سدی محمد شریف (۱۸۴۶ء - ۱۸۹۶ء)

سدی محمد ادریس (پ ۱۸۷۲ء)

سدی الرضا

(شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ص ۵۰۲)

ماخذ :

۱ :- اسلام ان افریقہ ص ۹۸ ۲ :- کنسائز انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ص ۲۳۲

۳ :- دائرۃ المعارف اسلامیہ پنجاب ج ۲ " ادریسہ "

۴ :- ہینڈ بک ص ۱۷۲

۵ :- سلاطین اسلام صفحہ ۵۴ - ۸۲ ۶ :- دی بک آف نالج ج ۴ " لیبیا "

۳۶۔ ماری طانیہ

غربی افریقہ کا یہ ملک۔ الجیریا کی جنوبی سرحد سے شروع ہو کر آٹھ سو میل تک جنوب میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کے مشرق میں مالی۔ مغرب میں سمندر۔ شمال میں الجیریا اور جنوب میں سینی گال ہے۔ اس کا رقبہ ۴۱۹۰۰۰ مربع میل ہے۔ اور آبادی ۱۹۷۱ء ۱۲ لاکھ۔ اس میں مسلمانوں کا تناسب اٹھانوے فیصد کے قریب ہے۔ آبادی کا بیشتر حصہ اُن بربرہ پر مشتمل ہے۔ جو کئی صدیوں سے جنوب کی طرف منتقل ہو رہے ہیں ان کا پہلا قافلہ ۱۰۴۲ء میں یہاں داخل ہوا تھا اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ یہ ملک ایک وسیع صحرا ہے جس کے ایک میل میں صرف تین نفوس آباد ہیں۔ کہیں کہیں سرسبز خطے بھی ہیں۔ جن میں یہ مہاجرین آکر آباد ہو رہے ہیں۔

اس ملک کو سب سے پہلے پرتگالیوں نے ۱۵۰۵ء میں دریافت کیا تھا۔ ۱۵۴۸ء میں اس پر ڈچ چھا گئے۔ ۱۶۱۰ء میں فرانسیسی آگئے۔ ۱۸۱۰ء میں اس پر برطانیہ کا قبضہ ہو گیا۔ تقریباً چالیس برس بعد دوبارہ فرانس کے تحت چلا گیا۔ طویل جدوجہد کے بعد اسے ۱۹۶۰ء میں آزادی نصیب ہوئی۔ ۱۹۶۱ء میں اقوام متحدہ کا ممبر بن گیا۔ اس کی سرکاری زبان عربی ہے۔ ملک میں لوہے اور تانبے کے ذخائر بکثرت پائے جاتے ہیں۔ کھجور اور کھوپہ بھی بہت ہوتا ہے۔ ماخذ:- ۱:- اسلام ان افریقہ صفحہ ۲۵۰

۲:- کامپٹن ج ۱۴ صفحہ ۱۷۷ ۳:- بک آف نالج "ماریطانیہ"

۳۷۔ مالدیپ (مالدیو) جزائر

دو ہزار چھوٹے چھوٹے جزائر کا یہ ملک لنکا سے ساڑھے چار سو میل جنوب مغرب میں واقع ہے (پولیٹیکل ہینڈ بک صفحہ ۱۸۲) میں اس کا رقبہ ایک لاکھ مربع میل اور کامپٹن صفحہ ۶۹ میں صرف ۱۱۵ میل دیا ہوا ہے ظاہر ہے کہ کامپٹن کی اطلاعات صحیح نہیں۔ ۱۱۵ میل میں دو ہزار جزائر اُسی صورت میں سما سکتے ہیں کہ ہر میل میں ۱۹ جزائر ہوں۔ اور ہر جزیرہ صرف چند گز لمبا چوڑا ہو۔ ان جزائر میں سے تقریباً اٹھارہ سو ایسے ہیں جن میں کوئی آبادی نہیں۔ باقی ماندہ کی آبادی ۱۹۶۵ء میں ۹۷ ہزار تھی۔ آبادی کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ بارھویں صدی سے ان پر ایک مسلم خاندان کی حکومت ہے۔ بیرونی اقوام میں سے اولاً یہاں پرتگالی آئے۔ اور ملک پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں لنکا کا تسلط ہو گیا۔ اور ۱۸۸۷ء میں برطانیہ قابض ہو گیا۔ اس نے یہاں اڈے بنا لیے۔ جو ایک معاہدے کے مطابق ۱۹۸۶ء تک اسی کے قبضے میں رہنا تھے۔ لیکن ۱۹۵۶ء میں مالدیو نے واپس لے لیے۔

مالدیو کے سلطان کا نام الامیر محمد ابراہیم دیدی ہے۔ یہ ایک آئینی سلطان ہے جو وزیر اعظم کے مشورے پر چلتا ہے۔ اس کی کابینہ میں عموماً پانچ وزراء ہوتے ہیں اور پارلیمان سولہ ممبروں پر مشتمل ہے یہ جزائر ۲۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو آزاد ہوئے تھے۔ ماخذ:۔ ۱۔ پولیٹیکل ہینڈ بک صفحہ ۱۸۲

۲۔ کامپٹن ج ۱۴ صفحہ ۶۹

۳۸ - مالی

مغربی افریقہ کی اس ریاست کا رقبہ ۴۷۸۷۶۴ مربع میل اور آبادی (۱۹۷۱ء) ۵۲ لاکھ ہے۔ اس کے شمال میں الجیریا جنوب میں اپر والٹا۔ آئیوری کوسٹ، گنی۔ مشرق میں نائیجر اور مغرب میں ماریطانیہ ہے۔ مسلمانوں کا تناسب نوّے فیصد ہے۔ اس علاقے کو پہلے مغربی سوڈان کہتے تھے۔ سوڈان کے معنی ہیں "سیاہ فام باشندے"۔ اس وقت سوڈان تین علاقوں کا نام تھا۔ اوّل، موجودہ سوڈان، جو مصر کے جنوب میں واقع ہے۔ دوم وہ خطے جو اب چاڈ اور نائیجر کے نام سے مشہور ہیں۔ سوم، مالی۔ لیکن آج کل صرف وہی علاقہ سوڈان کہلاتا ہے جو مصر اور حبشہ کے درمیان واقع ہے۔

اس کی قدیم تاریخ کے متعلق ہمیں اتنا ہی معلوم ہے کہ تقریباً ۱۰۰۰ ق م سے قرطاجنہ کے فنیقی تاجر یہاں تجارت کے لیے آنے لگے۔ وہ اپنے ہمراہ کپڑا، تانبہ وغیرہ لاتے اور مبادلہ میں سونا، ہاتھی دانت اور غلام لے جاتے تھے۔ یہ تجارت یونانیوں اور رومنوں کے عہد میں بھی جاری رہی۔ بعد میں عرب آگئے اور ان کے تجارتی کارواں بھی یہاں آنے جانے لگے۔

۳۰۰ء کے قریب لیبیا کے ایک خاندان نے غانہ شہر تعمیر کر کے اپنے سیاسی اقتدار کو وسعت دینی شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ مالی کا سارا علاقہ ان کے تصرف میں آگیا

یہ ریاست پانچ سو سال تک قائم رہی۔ اِن کے بعد حبشیوں[1] کا ایک قبیلہ سُننکو (SONINKO) برسرِاقتدار آگیا۔ انہوں نے اپنی سلطنت مشرق میں نائیجر، مغرب میں سمندر، شمال میں صحرا اور جنوب میں تکورادی تک وسیع کردی۔ ۱۰۵۶ء میں المرابطین[2] (۱۰۵۶ء - ۱۱۴۷ء) ابھرے اور انہوں نے ۱۰۶۷ء میں غانہ کے اقتدار کو ختم کردیا۔ ۱۲۲۴ء کے قریب ٹمبکٹو (غربی سوڈان ایک اِسلامی سلطنت کا مرکز بن گیا۔ جس کے ایک فرمانروا منگن مُوسیٰ نے ۱۳۲۵ء میں کئی مساجد بنوائیں ۱۵۵۹ء کے آغاز میں اس پر چند وحشی قبائل چھا گئے جنہیں ایک مسلم قبیلے تکوُلر نے ۱۸۶۰ء میں اقتدار سے محروم کیا۔ مسلمانوں کی یہ سلطنت ۱۸۹۲ء تک باقی رہی۔ پھر فرانس آگیا اور ۶۸ برس تک قابض رہا۔ ۱۹۵۸ء میں اِسے آزادی ملی اور سینی گال سے اتحاد کرلیا۔ لیکن دو سال بعد یہ الگ ہوگئے۔ اور ۲۲ ستمبر ۱۹۶۰ء کو مالی ایک الگ جمہوریہ بن گیا۔

مآخذ :-

۱۔ پولیٹیکل ہینڈ بک صفحہ ۱۸۸ - ۲ - اِسلام اِن افریقہ صفحہ ۴۲۵

۳ - افریقہ صفحہ ۳۲۴ ۴ - سلاطینِ اسلام صفحہ ۶۳

---

[1] اِسلام اِن افریقہ صد ۳۶۴

[2] عبداللہ بن تاشفین لمتونہ قبیلے کا ایک مذہبی پیشوا تھا۔ جس نے شمالی افریقہ کے ایک اہم قبیلے مسُودہ کو ساتھ ملا کر ایک سلطنت کی طرح ڈال دی۔ جو ۱۰۰ سال تک قائم رہی۔ اس کے سلاطین کی تعداد چھ تھی اور یہ مرابطین کہلاتے تھے۔

(سلاطینِ اسلام صفحہ ۶۳ - ۶۵)

شمالی افریقہ کے اس ملک کا رقبہ دو لاکھ مربع میل ہے اور آبادی (۱۹۶۶ء) ایک کروڑ تیس لاکھ۔ مسلمانوں کا تناسب ۸۸ فیصد ہے۔

قدیم تاریخ

تازہ کھدائیوں سے معلوم ہوا ہے کہ مراکش میں انسانی آبادی قدیم زمانے سے چلی آتی ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہوسکا۔ کہ پہلے باشندے کہاں سے آئے تھے۔ تاریخ اتنا ہی بتاتی ہے کہ بیرونی حملہ آوروں میں اوّل فنیقی تھے۔ جو ۱۰۰۰ ق م سے ذرا پہلے افریقہ کے ساحل پر قابض ہوگئے تھے اور انہوں نے قرطاجنہ (کارتھیج) شہر کی بنا ڈال دی تھی۔ قرطاجنہ کے ایک فنیقی ملاح نے ۵۰۰ ق م میں مراکش کے ساتھ ساتھ بحری سفر کیا تھا۔ اور فنیقی زبان میں ایک سفرنامہ لکھا تھا۔ جس کا یونانی ترجمہ[1] پیری پلس (PERI PLES) کے نام سے مشہور ہے اس سفرنامے سے پتہ چلتا ہے کہ قرطاجنہ کی نوآبادیاں سارے ساحل پر پھیلی ہوئی تھیں۔ ولادت مسیح سے کچھ عرصہ پہلے مراکش، ماریطانیہ کا ایک صوبہ اور رومن امپائر کا ایک حصہ بن گیا تھا۔ رومنز سات سو برس تک مراکش پر قابض رہے۔ ۶۸۲ء میں عقبہ بن نافع

---

[1] برطانیکا ج ۱۱ صفحہ ۱۵۹

کی کمان میں اسلامی افواج یہاں وارد ہوئیں۔ ۷۰۲ء میں مشہور فاتح وجرنیل موسیٰ بن نُصیر آپہنچا اور اُس نے اسلامی سلطنت میں مزید اضافے کئے۔ ۷۱۰ء میں طنجہ کے عامل طارق بن زیاد کو ہسپانیہ پر حملے کا خیال آیا اور اُس نے تیاریاں شروع کر دیں۔ ۷۱۱ء میں وہ سات ہزار بربری مجاہدین کے ہمراہ آبنائے جبرالٹر کو عبور کر کے ہسپانیہ کے ساحل پر جا اُترا۔ اس کا مقصد محض جائزہ لینا تھا۔ لیکن ساحل پہ اترنے کے بعد اُس کا ارادہ بدل گیا۔ اُس نے جہازوں کو یہ کہہ کر آگ لگا دی کہ:۔

ع ہر مُلک مُلکِ ماست کہ مُلکِ خُدائے ماست

اور آگے بڑھ کر قرطبہ پر قبضہ کر لیا۔ بعد میں موسیٰ بن نصیر بھی جا پہنچے اور سال بھر کی جنگ کے بعد سارے ہسپانیہ پر قبضہ کر لیا۔

۸۰۰ء تک مراکش خلفا کے تحت رہا۔ بعد میں وہاں کئی آزاد و نیم آزاد خاندان اُبھرے۔ تفصیل کے لیے یہ جدول ملاحظہ ہو:۔

خاندان	تعدادِ سلاطین	از ــــــ تا	ریمارکس
ادارسہ	۷	۷۸۸ء تا ۹۸۵ء	ادریس بن عبداللہ بانی سلسلہ تھا
مرابطین	۶	۱۰۵۶ء تا ۱۱۴۷ء	عبداللہ بن تاشفین " "
موحدین	۱۳	۱۱۳۰ء تا ۱۲۶۹ء	ابوعبداللہ بن تومرت "
بنو مرین	۳۰	۱۱۹۵ء تا ۱۴۷۰ء	عبدالحق " " "
بنو وطاس	۴	۱۴۷۰ء تا ۱۵۵۰ء	شیخ وطاس السعید " "
شُرفا	۲۸	۱۵۴۴ء تا ۱۹۷۴ء جاری	محمد بن حسن " "

گو شُرفا کا خاندان سوا چار سو سال سے برسرِ اقتدار رہے۔ لیکن ۱۹۱۲ء کے بعد اس کا اقتدار محض برائے نام رہ گیا تھا۔ اور فرانس نے مراکش پر قبضہ جما لیا تھا۔ اس پر ملک میں تحریکِ آزادی شروع ہوگئی۔ جسے ۱۹۲۱ء میں محمد بن عبدالکریم نے نقطہ عروج پہ پہنچا دیا۔ اس مجاہد کا تعلق مراکش کے ایک پہاڑی علاقے ریف سے تھا۔ گو اِسے مصر میں جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ لیکن آزادی کی کوششیں جاری رہیں اور بالآخر ۲ مارچ ۱۹۵۶ء کو مراکش آزاد ہوگیا اُس وقت سُلطان محمد خامس حکمران تھا۔ جب ۱۹۶۱ء میں اس کی وفات ہوگئی تو سلطان حسن دوم مسند نشین ہوا اور آج ۱۹۷۹ء میں بھی اس کی حکومت ہے۔

ماخذ:۔

۱: انسائیکلوپیڈیا، تاریخِ عالم، ج ۱ صفحہ ۳۶۶

۲: ہینڈبک صفحہ ۱۹۲

۳: اِسلام ان افریقہ صہ ۱۳۳

۴: سلاطینِ اسلام صہ ۸۰

۵: کامپٹن، ج ۱۵ صفحہ ۴۹۰

۶: برطانیکا ج ۱۵ صفحہ ۸۱۵

۴۰۔ مسقط و عمان

جنوب مشرقی عرب کی اِس ریاست کا رقبہ ۸۲ ہزار مربع میل اور آبادی (۱۹۷۱ء) ساتِ لاکھ ہے۔ مسقط اِس کا دار الحکومت ہے۔ یہاں کی کھجور ذائقہ و خوشبو میں مشہور ہے اور بصرہ کی کھجور سے پہلے پک جاتی ہے۔ یہاں سے کھجوروں کے علاوہ انار اور لیموں بھی برآمد کیے جاتے ہیں۔ یہاں دو فضائی مستقر ہیں اور ایک بندرگاہ۔ صنعت ندارد۔ البتہ تیل کی وجہ سے اس کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ اس کی اہمیت اِس بنا پر بھی ہے کہ یہ خلیج ایران کا جنوبی دروازہ ہے۔

تاریخ

اس کی قدیم تاریخ سے ہم ناواقف ہیں اور صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ ۱۵۰۸ء میں یہاں پرتگالی پہنچے۔ یہ لوگ ساحل پر اُترے۔ مسقط کو آگ لگا دی۔ کافی لُوٹ مار کی اور پھر ملک پر قابض ہو کر بیٹھ گئے۔ ان کے مظالم سے سارا ملک چیخ اٹھا۔ جابجا بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے اور بالآخر مقامی لوگوں ہی نے انہیں ۱۶۵۰ء میں ملک سے نکال باہر کیا۔ مسقط کی حکومت نے اِسی پر اکتفا نہ کی۔ بلکہ سمندر کو عبور کر کے پرتگال کے بعض افریقی مقبوضات مثلاً زنجبار، ممباسہ وغیرہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ ۱۷۲۱ء میں اس ریاست پر تین سال

کے لیے ایرانی مسقط ہو گئے ۔ ۱۷۴۴ء میں یہاں خاندانِ البوسعید نے اقتدار حاصل کرلیا۔ اس خاندان کا ممتاز ترین حکمران سعود بن سلطان تھا جس نے ۱۸۰۴ء سے ۱۸۵۶ء تک حکومت کی۔ ۱۸۳۲ء میں اس نے زنجبار کو دارالحکومت بنالیا۔ جب ۱۸۵۶ء میں اس کی وفات ہوگئی تو اس کے بیٹوں نے سلطنت کو تقسیم کرلیا۔ ایک بیٹا افریقی مقبوضات پر حکومت کرنے لگا۔ اور دوسرا عمان و مسقط کا سلطان بن گیا۔ آج کل (۱۹۸۲ء) اس ریاست کا حکمران سید قابوس بن سعید ہے جو ۲۳ جولائی ۱۹۷۰ء کو تخت نشین ہوا تھا۔ یوں تو یہ ریاست ۱۷۴۴ء سے آزاد چلی آتی ہے۔ لیکن برطانوی مداخلت کے بعد اس کی آزادی کا دائرہ تنگ ہو گیا تھا۔ اور جب برطانیہ ۱۹۷۱ء میں خلیج سے نکل گیا تو یہ ملک کامل آزاد ہو گیا۔

ماخذ :

۱۔ ہینڈ بک صفحہ ۱۹۴
۲۔ انسائیکلو پیڈیا۔ تاریخ صفحہ ۳۹۴
۳۔ مڈل ایسٹ ص۱۱۱

۴۱- مصر

مصر شمال مشرقی افریقیہ کے انتہائی مشرقی گوشے میں واقع ہے۔اس کا موجودہ رقبہ ۱۱۰,۰۸۶,۲ مربع میل اور آبادی تقریباً ساڑھے تین کروڑ ہے۔ مسلمانوں کا تناسب ۹۲ فیصد ہے[1]

تاریخ مصر

تاریخِ مصر کو تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اوّل۔ فراعین کا زمانہ۔ دوم یونانی اسکندر کے بعد۔ سوم۔ اسلامی دور۔

مصر کے ایک پادری مورخ مینیتھو (MANETHO) نے جو بطالسہ کے دور میں زندہ تھا۔ اور غالباً تیسری صدی قبل مسیح سے تعلق رکھتا تھا۔ یونانی زبان میں مصر کی تاریخ لکھی تھی۔ اس میں اس نے فراعین کے تیس خاندانوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ کتاب تو گم ہو چکی ہے۔ لیکن تیس خاندانوں کی فہرست کا تذکرہ بعض یورپین مورخین کے ہاں بھی ملتا ہے۔ ان فہرستوں میں بعض فرعونوں کے نام بھی آتے ہیں اور کچھ کارناموں کا ذکر بھی ملتا ہے مثلاً[2]

---

[1] پیپلز انسائیکلوپیڈیا آف بائبل "EGYPT" (مصر)
[2] ولیم سمتھ؛ ڈکشنری آف دی بائبل صفحہ ۱۶۲

۱۔ مینس (MENES) کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا تعلق پہلے خاندان سے تھا۔ ممفس اس کا دارالخلافہ تھا۔ یہ سینا سے تانبہ نکالتا تھا۔ اور ایک قابلِ منتظم تھا۔ اس کی قبر مصر کے ایک مقام ابیڈاس (ABYDOS) سے ملی ہے۔

۲۔ فرعون کا چوتھا خاندان اہرام کا بانی تصور ہوتا ہے۔ اس کا پہلا فرعون سنیفرو (SNEFERU) تھا۔ دوسرا چوفس (CHEOFS) جس نے سب سے بڑا ہرم ایک لاکھ مزدوروں سے بیس سال میں تعمیر کرایا تھا۔ تیسرا شیفرن (CHEPHREN) جس نے دوسرا ہرم تیار کرایا تھا۔ ایک ہرم اسی خاندان کے ایک فرعون مائی کرینس (MYCERINUS) نے بنوایا تھا۔ حال ہی میں اس ہرم سے ایک تابوت برآمد ہوا ہے جس پر منکورا (MENKURA) کا نام درج ہے۔ شاید یہ کسی فرعون کا نام ہوگا اس دور کے باقی چھ خاندان غیر معروف ہیں۔

۳۔ دسویں خاندان کے بعد درمیانی دَور شروع ہوتا ہے جو تقریباً چھ سو سال (۱۵۸۷ - ۲۲۰۰ ق م) پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ آٹھ خاندانوں پر مشتمل تھا۔ سولہواں، سترھواں اور اٹھارواں خاندان اُن عرب چرواہوں (عمالقہ یا عاد) کا تھا جو مصر پر چھا گئے تھے۔ اور (ہائک سوس ہائک = بادشاہ، سوس = چرواہا) کہلاتے تھے۔ ان کا دارالحکومت تھیبز (THEBES) تھا جو دریائے نیل کے دونوں طرف واقع تھا۔ ان کے زمانے میں مصر دو آزاد حکومتوں (یعنی شمالی و جنوبی) میں تقسیم ہوگیا تھا۔ ۱۵۸۷ ق م میں مصریوں نے چرواہوں کو ملک سے نکال دیا۔ اور یہ لوگ فلسطین کی طرف چلے گئے۔

۴۔ فراعین کا آخری دَور تیرہ خاندانوں (۱۸ - ۳۰) پر مشتمل تھا جو ۱۵۸۷ ق م سے شروع ہوکر ۳۲۱ ق م تک جاری رہا۔ اس دور کا پہلا بادشاہ ایماسس (AMOSIS) تھا

عرب چرواہوں کو مصر سے اسی نے نکالا تھا۔ تیسرا بادشاہ تھات مس اوّل (THOTHMES) اور چھٹا تھات مس۔سوم تھا۔یہ دونوں زبردست فاتح تھے۔ اور انہوں نے سلطنت کو مشرق میں عراق اور جنوب میں حبشہ تک وسیع کرلیا تھا۔چند سال بعد ایمانوفس چہارم (AMENOPHIS-IV) تخت نشین ہوا۔اس نے ممفس اور تھیبز کے درمیان ایک شہر تل عمرنہ (TELL-EAMERNA) کو دارالحکومت بنالیا۔اس کی وفات ۱۳۷۰ ق م میں ہوئی تھی۔ ۱۸۸۷ء میں فرات اور نیل کے درمیان اس خاندان کے متعدد کتبے برآمد ہوئے ہیں۔جن میں سے بیشتر برطانوی میوزیم کی زینت ہیں۔

اس دور میں سب سے زیادہ شان وشوکت انیسویں خاندان کو نصیب ہوئی جس کے ایک بادشاہ سیتھ (SETH - ۱۳۲۲ ق م) اور اس کے پوتے رامسس اعظم (۱۲۱۱ ق م) نے عربی ایشیا نیز سوڈان کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا تھا اور رامسس نام کی ایک چھاؤنی بھی تعمیر کرائی تھی۔

بیسویں اور اکیسویں خاندان نے کوئی قابلِ ذکر کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔ بائیسویں خاندان کے شیشک۔اوّل (SHISHAK-I - ۹۹۰ ق م) نے سلطنتِ یہوداہ پر حملہ کرکے مسجدِ اقصیٰ کو بُری طرح لوٹا اور اس کی تمام قیمتی اشیاء ساتھ لے گیا (بائیبل۔ا۔سلاطین ۱۴/۲۵) جب بابل کے بخت نصر نے فلسطین پر حملے شروع کئے۔تو مصر نے بار بار یہود کی مدد کی۔اس پر بخت نصر مشتعل ہوگیا اور اس نے آگے بڑھ کر ۶۰۰ ق م کے قریب مصر پر قبضہ کرلیا لیکن مصر جلد ہی سنبھل گیا اور دوبارہ آزادی حاصل کرلی ۵۲۵ ق م میں سائرس اعظم کے بیٹے کیمبسس (CAMBYSES) نے مصر پر قبضہ کرلیا اور وہاں ایرانیوں کی حکومت سَو سال تک رہی۔اس کے بعد پھر فراعین اُبھرے۔لیکن ۳۳۱ ق م میں اسکندر یونانی نے مصر

پر قبضہ کر کے آخری فرعون نکٹیں بس - دوم (NECTANE-BUS II) کو اقتدار سے محروم کر دیا - اور یوں فراعین کے طویل دور کا، جو تقریباً تین ہزار سال پہ پھیلا ہوا تھا۔ خاتمہ ہو گیا۔

(پیپلز صہ ۲۳۹)

فراعینِ انبیا

جب ابراہیم علیہ السلام اپنی زوجہ سارہ کے ہمراہ مصر میں وارد ہوئے تو اُس وقت پندرھویں خاندان کا ایک فرعون سلاطیس (SALATIS) حکومت کر رہا تھا۔

(پیپلز صہ ۸۵۲)

حضرت موسیٰ کے فرعون کا نام ایماسس تھا۔ جو اٹھارویں خاندان کا پہلا حکمران تھا۔ (ڈکشنری آف بائبل صہ ۱۶۳) آپ اسی کے گھر میں پلے تھے۔

حضرتِ یوسف چرواہوں کے سترھویں خاندان کے عہد میں فروخت ہوئے تھے۔ اُس وقت آسرتیسن۔ سوم (OSIRTESEH-III) کی حکومت تھی

(پیپلز صہ ۸۵۲)

مصر سے خروجِ اسرائیل کے وقت رامسس دوم کا فرزند منپتاہ (MENPTAN) حکمران تھا۔ اور یہی قلزم میں غرق ہوا تھا۔

(ڈکشنری بائبل صہ ۱۶۳)

حضرت داوٗد علیہ السلام کے فرعون کا نام سُوس نُس (SUSENNES-I) تھا۔ اس نے حضرت سلیمان سے اپنی ایک بیٹی کا نکاح کیا تھا۔ پیپلز صہ ۱۵۳

دوسرا دور اسکندر کے بعد

اسکندر کی وفات (۳۲۳ ق م) کے بعد اس کی سلطنت پر اُس کے جرنیلوں نے قبضہ

گیا۔ مصر بطلیموس کے حصے میں آیا۔ اس سلسلے کے چودہ بادشاہوں نے ۳۰ ق م سے ۳۲۳ ق م تک حکومت کی۔ آخری قلوپطرہ تھی جس نے خودکشی کر لی تھی۔ اس کے بعد مصر سلطنتِ روما کا ایک صوبہ بن گیا۔ یہ صورتِ حال سات سو سال تک قائم رہی۔

تیسرا دور۔ ظہورِ اسلام کے بعد

۶۴۰ء میں حضرت عمرو بن عاص نے مصر کو فتح کر کے خلافت کا ایک صوبہ بنا دیا اس کے بعد کیا ہوا۔ اس جدول میں دیکھئے۔

نام	تعدادِ سلاطین	از ــــــ تا	کیفیت
خلفا	-	۶۵۴ء تا ۸۶۸ء	مصر خلفا کے تحت رہا۔ پھر
بنی طولون	۵	۸۶۸ء تا ۹۰۵ء	طولون ایک غلام تھا جو بخارا کے سامانی حکمران نے مامون کو بھیجا تھا۔ مامون نے اس کے لڑکے احمد کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔ اور یہ خود مختار بن بیٹھا۔
خلفائے عباسی	-	۹۰۵ء تا ۹۳۵ء	یہ قبضہ عارضی ثابت ہوا۔
آلِ اخشید	۵	۹۳۵ء تا ۹۶۹ء	محمد الاخشید مصر کا گورنر تھا لیکن خود مختار ہو گیا۔
خلفائے فاطمی	۱۴	۹۶۹ء تا ۱۱۷۱ء	فاطمیوں نے مصر پر ۹۶۹ء میں قبضہ کیا پہلے ان کی حکومت تونس وغیرہ پر تھی۔
ایوبی	۸	۱۱۷۱ء تا ۱۲۵۲ء	صلاح الدین اس سلسلے کا بانی تھا۔
ممالیک	۵۳	۱۲۵۲ء تا ۱۵۱۷ء	شجرۃ الدر اس سلسلے کی پہلی فرمانروا

ترکانِ عثمانی	متعدد	۱۵۱۷ء تا ۱۸۰۵ء	ترکوں کی طرف سے محمد علی مصر کا گورنر تھا۔ اس نے ۱۸۰۵ء میں آزادی کا اعلان کر دیا۔
خدیوانِ مصر	۱۰	۱۸۰۵ء تا ۱۹۵۲ء	اور خدیوانِ مصر کے نام سے ۸۸ برس حکومت کی۔

گو خدیو داخلی طور پر ۱۵ مارچ ۱۹۲۲ء سے آزاد تھے۔ لیکن سویز کے کنارے اور اسکندریہ کی حدود میں برطانوی افواج ۱۸۹۲ء سے من مانی کارروائیاں کر رہی تھی اور آخری خدیو یعنی شاہ فاروق انگریزوں کے ہاتھ میں محض ایک کٹھ پتلی تھا۔ ۲۲ جولائی ۱۹۵۲ء کو کرنل جمال عبدالناصر نے فوج کی مدد سے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ اور جنرل نجیب کو صدر بنا دیا۔ ۱۴ نومبر ۱۹۵۴ء کو جنرل نجیب نے اندرونی اختلافات کی وجہ سے استعفیٰ دے دیا۔ اور تمام اختیارات جمال عبدالناصر نے سنبھال لیے۔ اگلے چار سال میں بڑے بڑے واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ ناصر نے مصر و برطانیہ کا معاہدہ ۱۹۳۶ء جس کی رُو سے ۱۰ ہزار برطانوی فوجی سویز کے علاقے میں رہ سکتے تھے منسوخ کر دیا۔ نہر سویز پر قبضہ کر لیا۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو فرانس، برطانیہ اور اسرائیل کے اچانک حملے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ بڑے بڑے زمینداروں سے زمین چھین کر کسانوں میں تقسیم کر دی۔ یکم فروری ۱۹۵۸ء کو شام سے اتحاد کر لیا۔ ۸ مارچ ۱۹۵۸ء کو یمن بھی اس اتحاد میں شامل ہو گیا۔

ان سطور سے واضح ہے کہ مصر کو پوری آزادی ۱۹۵۶ء میں نصیب ہوئی تھی ناصر نے ۱۹۵۴ء سے ۱۹۷۰ء تک حکومت کی۔ اس کی وفات کے بعد ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو انور السادات صدر بنے انہوں نے اکتوبر ۱۹۷۳ء میں اسرائیل پر حملہ کر کے زبردست فتح حاصل کی۔ اور نہر سویز کو جس پر اسرائیل

۱۹۶۷ء سے قابض تھا، آزاد کرالیا۔ جمال عبدالناصر نے بھی ۱۹۶۷ء میں اسرائیل پر حملہ کیا تھا۔ لیکن بُری طرح پٹ کھائی۔ اس کی ہوائی قوت کو اسرائیل نے چند منٹوں میں ختم کردیا۔ ہوا یوں کہ اسرائیل نے ایک صبح کو ایک وقت نوطیران گاہوں پر حملہ کردیا۔ اور ۴۰۰ طیارے بھون کر رکھ دیئے۔ بعدازاں مصر کی بری فوج بھاگ نکلی۔ اور تین چار دنوں میں ۳۲ ہزار مربع میل علاقہ اسرائیل کے حوالے کرکے خود سویز کے مغربی کنارے پر چلی گئی۔

انوارالسادات ایک متوازن، سنجیدہ اور پُرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ ۲۲ فروری ۱۹۷۴ء کو اسلامی سربراہی کانفرنس میں شمولیت کے لیے لاہور آئے تھے۔ پاکستان ٹی وی نے ان کی کئی فلمیں بار بار ہمیں دکھائیں۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۱ء کو صدر سادات قتل کر دیئے گئے۔ مصر کے صدر حسنی مبارک ہیں۔

نہر سویز

بحیرۂ رُوم اور قلزم کو ملانے کا خیال تو کئی دماغوں میں آیا ہوگا۔ لیکن انیسویں صدی کے وسط سے پہلے اس پر عمل نہ ہوسکا۔ ۱۸۵۴ء میں مصر کے ایک خدیو سعید (۱۸۵۴ء ۱۸۶۳ء) نے تیس لاکھ پونڈ کا قرضہ (جو اس نے بعض منصوبوں کی تکمیل کے لیے برطانوی بنکوں سے لیا تھا) ادا کرنے کے لیے فرانس کے ایک ٹھیکیدار لیسپز[1] کو بعض شرائط پر نہر کھودنے کا ٹھیکہ دے دیا۔ اس نے ۱۸۵۸ء میں ۲۰ کروڑ فرانک کے سرمائے سے ایک کمپنی بنالی۔ یہ سرمایہ حصص کے فروخت سے حاصل کیا گیا تھا۔ آدھے حصے خود خدیو نے خریدے تھے۔ ۲۵ اپریل ۱۸۵۹ء کو نہر کی کھدائی کا کام شروع ہوا۔ خدیو نے نہر سویز

---

[1] LESSEPS

کے دونوں کناروں پر دو دو کلو میٹر جگہ بھی کمپنی کو دے دی۔ اور اس کے عوض کمپنی نے محاصل سویز سے پندرہ فیصد مصر کو دینے کا فیصلہ کیا۔ یہ نہر دس سال میں مکمل ہوئی۔ اس پر روزانہ تیس ہزار مزدور کام کرتے تھے۔ ۱۶ رنومبر ۱۸۶۹ء کو نہر کا افتتاح ہوا۔ اس تقریب میں ہنگری، آسٹریا، پرشیا (جرمنی) اور کئی دیگر ریاستوں کے سربراہ شریک ہوئے۔ اور مصر نے ان کی خاطر مدارات پر دس لاکھ پونڈ صرف کئے۔ یہ نہر ۱۰۰ میل لمبی، سو گز چوڑی اور گیارہ گز گہری ہے۔

جب چھ برس بعد خدیو پھر مالی مشکلات میں مبتلا ہو گیا تو اس نے اپنے حصص بیچنے کا اعلان کیا۔ اور اس وقت کے برطانوی وزیر اعظم ڈسرائیلی نے چالیس لاکھ پونڈ میں مصر کے تمام حصص فوراً خرید لیے۔ ان کی قیمت ۱۹۴۷ء میں تین کروڑ پونڈ کے قریب تھی۔

(اسلام ان افریقہ صفحہ ۳۸)

اس تجارت میں برطانیہ کو دو فائدے ہوئے۔ اوّل:۔ سویز سے خاصی آمدنی ہونے لگی۔ دوم:۔ مصر پر اس کا تسلط ہو گیا۔

۱۸۷۹ء میں محاصل نہر کا وہ منافع (۱۵ فی صد) جو مصر کو ملتا تھا بعض قرضوں کے عوض فرانس نے لے لیا۔ ۱۹۴۲ء میں یہ منافع ۸ لاکھ پونڈ سالانہ کے مساوی تھا۔ اور اس کے بعد ایک سو میل لمبی نہر سے جو مصر کی سرزمین سے گزرتی تھی۔ چالیس برس تک مصر کو ایک پیسہ تک نہ ملا۔ اس پر ملک میں اضطراب پیدا ہو گیا جس سے گھبرا کر برطانیہ نے ۱۹۲۰ء میں مصر کو تین لاکھ پونڈ (مصری) سالانہ دینے کا اعلان کیا۔ یہاں یہ ذکر بے جا نہ ہو گا کہ خدیو کے حصص خریدنے کے بعد برطانیہ فرانس کے خلاف سازشوں میں مصروف ہو گیا تھا۔ اور بالآخر ۱۸۸۸ء (کنساز۔ صہ ۱۵۹) میں نہر کا واحد مالک بن گیا۔ گو مصریوں کو فریب

دینے کے لیے برطانیہ نے ہزاروں داؤ کھیلے۔ لیکن اس کے خلاف مصریوں کی نفرت بڑھتی ہی گئی۔ اور بالآخر جمال عبدالناصر نے ۱۹۵۶ء میں نہر کو قومیا لیا۔ اس نہر سے ۱۹۵۷ء میں مصر کی آمدنی چار کروڑ پونڈ تھی۔

ماخذ:۔

۱۔ سلاطینِ اسلام صفحہ ۸۶ - ۱۰۷

۲۔ انسائیکلوپیڈیا۔ تاریخ صہ ۱۸۱

۳۔ اسلام اِن افریقہ صہ ۲۵

۴۔ کنسائز انسائیکلوپیڈیا صہ ۱۵۵

۵۔ پیپلز انسائیکلوپیڈیا آف بائیبل " EGYPT "

۶۔ ڈکشنری بائیبل " "

۷۔ بائیبل اسلاطین ۱۴/۲۵

۴۲ - ملایا

ملایا تھائی لینڈ کے جنوب میں واقع ہے۔ اس کے مشرق میں بحرالکاہل، مغرب میں بحرِ ہند اور جنوب میں آبنائے سنگاپور (یا ملاقہ) ہے۔ اس کا رقبہ ۵۰۶۹۰ مربع میل اور آبادی (۱۹۷۱ء) ۸۲،۷۲،۰۰۰ ہے۔ مسلمانوں کا تناسب تقریباً ۵۶ فیصد اور کوالالمپور دارالحکومت ہے۔

قدیم تاریخ

ملایا کی قدیم تاریخ کے متعلق ہم اتنا ہی جانتے ہیں کہ اس ملک پر صدیوں سے چینی و ہندی اثرات کا تسلط رہا۔ ملک میں چھوٹی چھوٹی قبائلی ریاستیں تھیں۔ جو کبھی چین، کبھی ہند اور کبھی ملایا ہی کی کسی طاقتور ریاست کو خراج ادا کرتی تھیں۔ پہلی دو میلادی صدیوں میں ملایا کے شمال میں تین ریاستیں تھیں، فُونان، چمپا اور لانگاشُوکا۔ جو ہندوستان کے زیرِ اثر تھیں اور ہند و چین کی راہ پر واقع تھیں۔ رفتہ رفتہ یہ ریاستیں ختم ہوگئیں۔ اور کئی نئی ریاستیں اُبھر آئیں۔ مثلاً چن لا، دراوَتی، لاؤ، تھاٹن، پیگو وغیرہ یہ سب چھٹی صدی میلادی سے پہلے تھیں۔ بعد میں رفتہ رفتہ انہی ریاستوں کے اتحاد سے برما اور سیام کی بڑی بڑی

سلطنتیں بن گئیں۔

اس زمانے میں جاوا، سماٹرا اور بورنیو میں بھی ہند کے زیر اثر کچھ حکومتیں تھیں۔ سماٹرا کی حکومت سنہ ۶۹۰ء کے قریب شمال مشرقی ساحل کے ایک شہر پیلم بانگ میں قائم ہوئی تھی۔ یہی حکومت بعد میں سری وجایا امپائر میں تبدیل ہوگئی۔ اور ارد گرد کی چھوٹی چھوٹی حکومتوں کو ہڑپ کر گئی۔ آٹھویں صدی میں یہ ملایا اور جاوا تک پھیل گئی۔ ساتھ ہی تجارت نیز بدھ مت کا مرکز بن گئی۔ سنہ ۷۶۰ء کے قریب جاوا میں ایک اور بدھ خاندان ہؤلنگ ابھرا۔ جو آٹھویں صدی کے آخر میں ملایا کے مشرقی ساحل پر قابض ہوگیا اور نویں صدی کے وسط میں اس نے شری وجایا۔ امپائر کے بعض اضلاع کو اپنی سلطنت کا حصہ لیا۔ یہ سلطنت گیارہویں صدی تک زندہ رہی۔ پیلم بانگ اس کا دارالحکومت تھا۔

جب یہ خاندان جاوا سے نکلا تو وہاں ایک ہندو خاندان ماترم نے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ سنہ ۹۲۹ء کے بعد یہ مشرقی جاوا اور اس کے سمندروں پر چھا گیا۔ اس وقت مغربی بندرگاہوں، جزیروں اور آبی شاہراہوں پر شری وجایا قابض تھا۔ سنہ ۱۰۱۵ء میں ماترم کی سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی۔ جنگالا اور کدیری۔ تیرھویں صدی میں ایک نئی سلطنت سنگھاسری وجود میں آگئی اور دونوں کو ہڑپ کر گئی سنہ ۱۲۹۲ء کے قریب سری وجایا کی حکومت مدجاپہت کے نئے نام سے ابھری۔ مشرق میں بورنیو، مغرب میں سماٹرا شمال میں پتانی (ملایا) تک پھیل گئی۔ اور پندرھویں صدی میں یہ شرق الہند کی سب سے بڑی طاقت بن گئی۔

(ساؤتھ ایسٹ ایشیا ص ۱۱)

پندرھویں صدی کے آغاز میں ملاقہ زور پکڑنے لگا۔ سنہ ۱۴۱۴ء میں اس کا حکمران اسلام

لے آیا۔ اور اس کے تعلقات ہند اور عرب ممالک سے قائم ہو گئے۔ ۱۴۲۵ء میں سلطان مظفر شاہ نے ملاقہ کو تجارت، سفارت اور تبلیغ اسلام کا مرکز بنا دیا۔ دائیں بائیں کے علاقے اسلام لانے لگے، جاوا اور سماٹرا کے ہندو اور بدھ حکمرانوں کے خلاف نفرت پھیلنے لگی۔ بالآخر ۱۵۱۸ء میں مدجاپہت کی حکومت ختم ہو گئی۔

۱۵۱۱ء میں پرتگالی تجارت کرتے کرتے ملایا تک آ گئے۔ اور ملاقہ پر قابض ہو گئے ۱۵۳۰ء تک انہوں نے سیام اور کمبوڈیا کے سواحل پر کئی اڈے بنا لیے۔ سترھویں صدی میں وہاں ڈچ جا نکلے۔ ۱۵۹۵ء اور ۱۶۰۰ء کے درمیان ان کے ۶۵ تجارتی جہاز وہاں پہنچے۔ اور مسالوں سے لدے ہوئے واپس آئے۔ اسی دوران میں فرانسیسی اور انگریزی جہاز بھی وہاں جانے لگے۔ لیکن ڈچ کو اُن کے اڈوں سے نہ ہٹا سکے۔ ۱۶۱۶ء تک ڈچ نے شرق الہند میں پندرہ بحری اڈے بنا لیے۔ مسالوں کی تجارت پر پوری طرح قابض ہو گئے اور پرتگالیوں کو باہر نکال دیا۔ ۱۶۴۰ء سے یہ لنکا پر بھی قابض تھے۔ جہاں سے ۱۷۹۸ء میں انہیں انگریزوں نے باہر نکالا۔ اپنے مفاد کے تحفظ کی خاطر انہوں نے ساحلوں سے پرے بھی قبضہ جمانا شروع کیا۔ چنانچہ سترھویں صدی کے اواخر میں یہ مغربی جاوا پر قابض ہو گئے۔

دوسری طرف انگریز بھی اپنے ہندوستانی اڈوں سے آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کا مقابلہ فرانسیسیوں سے تھا اور یہ جابجا باہم متصادم ہو رہے تھے۔ ۱۷۶۱ء میں برطانیہ نے فرانس کو پانڈیچری سے نکال باہر کیا اور برصغیر میں اپنی پوزیشن مضبوط بنا لی۔ ۱۷۸۶ء میں برطانیہ نے ملاقہ کے قریب پنانگ جزیرے پر قبضہ کر لیا۔ اور ڈچ کے حلقۂ اثر میں بھی مداخلت کرنے لگا۔ ۱۸۱۹ء میں اس نے سنگاپور پر قبضہ کر لیا۔ پانچ برس بعد سیام سے ایک معاہدہ کر کے سیام و ملایا کے درمیان سرحد کی تعیین کر دی۔ ۱۸۸۶ء تک برہما کا آخری

شہر بھی فتح کرلیا۔

۱۸۷۴ء تک برطانیہ کا قبضہ صرف سنگاپور، ملاقہ، ڈنڈنگ اور پنانگ پر تھا۔ لیکن بعد میں ٹین، ربڑ، سونے اور دیگر اجناس کی خاطر اس نے ملایا کی ریاستوں پر ڈورے ڈالنے شروع کردیئے۔ اور ۱۹۱۴ء تک پانچ ملائی ریاستوں (جہور سمیت) نیز شمالی بورنیو کو ہتھیا لیا۔ اور اس کے بعد بہت جلد سارا ملایا انگریزی حکومت کا حصہ بن گیا۔ ۱۹۴۲ء میں اس پر جاپان قابض ہوگیا تھا۔ لیکن جنگ کے بعد پھر برطانیہ کا تسلط ہوگیا۔

ملائی ریاستیں

ملایا گیارہ نیم آزاد اسلامی ریاستوں کا مجموعہ ہے۔ ان کے نام ہیں۔

جہور، کداح، کیلنٹن، ملاقہ، نگری، شم، بیلن، پہانگ، پیرک، پیلیز، سی لنگر اور ژنگانو۔

ہیئتِ ملک

ملایا شمالاً جنوباً ۵۰۰ میل لمبا ہے۔ یہ بہت سرسبز ہے۔ اسے جونکوں، بچھوؤں، سانپوں، درندوں اور مچھروں کا ملک کہا جاتا ہے۔

آزادی

اندازاً نوے سال کی غلامی کے بعد ملایا ۱۹۵۷ء میں آزاد ہوا۔ ۱۶ ستمبر ۱۹۶۳ء کو برطانیہ نے سراوک، صباح اور سنگاپور کو ملایا سے ملا کر ملیشیا کے نام سے ایک وفاق بنا دیا۔ جس سے دو سال بعد سنگاپور نکل گیا اور باقیماندہ وفاق ابھی تک قائم ہے۔

ماخذ:- ۱- ساؤتھ ایسٹ ایشیا ۱۰۲، ۵۹۲
۲- کامپٹن "ملایا" ۳- ہینڈ بک صفحہ ۱۸۰

۱۶ ستمبر ۱۹۶۳ء کو برطانیہ نے ملایا، سنگاپور، صباح، سراوک اور برونی کے اتحاد سے وفاق ملیشیا قائم کیا تھا جس کا رقبہ اور آبادی یہ ہے۔

ریاست	رقبہ (مربع میل)	آبادی (۱۹۶۵ء)
ملایا	۵۰۶۹۰	۸۲،۷۲،۰۰۰
صباح	۲۹۳۸۸	۵،۵۱،۰۰۰
سراوک	۴۷۵۰۰	۸،۵۲،۰۰۰
برونی	۲۲۲۶	۸۳۸۷۷
سنگاپور	۲۲۴	۱۸،۸۴،۰۰۰
میزان	۱۳۰۰۲۸	۱،۱۶،۴۲،۸۷۷

۱۹۶۵ء میں سنگاپور اس وفاق سے نکل گیا۔ اس کے بعد اس کا رقبہ ۱،۲۹،۸۰۴

رہ گیا اور آبادی ۷۷، ۵۸۸، ۹۰۵ ۔ مسلمانوں کا تناسب ۵۵ فیصد کے قریب ہے۔

صباح، سراوک اور برونی

صباح و سراوک کی طرح برُونی کی مختصر سی ریاست بھی بورنیو کے شمالی ساحل پر واقع ہے۔ سہولویں صدی کے آغاز میں برُونی کی سلطنت بہت وسیع تھی لیکن اس صدی (بیسویں) کے آغاز میں یہ ایک چھوٹی سی ریاست رہ گئی۔ سنہ ۱۸۳۹ء میں ریاست برُونی میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی جسے فرد کرنے کے لیے ایک انگریز تاجر جیمز برک نے سُلطان برُونی کا ساتھ دیا۔ سُلطان نے خوش ہو کر اُسے اپنی سلطنت کا خطہ بخش دیا۔ اور اُسے راجہ کا خطاب دے دیا۔ سنہ ۱۸۴۷ء میں برطانیہ نے ساحل کے قریب ایک جزیرے لبوآن پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے بعد سلطان برونی کے خلاف برطانوی سازشوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ جس میں برک نے برطانیہ کا ساتھ دیا۔ نتیجہ یہ کہ سُلطان کا علاقہ گھٹتا اور برطانیہ کا علاقہ بڑھتا گیا، سنہ ۱۸۸۸ء میں برطانیہ نے سراوک اور برونی کو اپنی نگرانی میں لے لیا۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں ایک برطانوی کمپنی کی کوششوں سے برونی میں تیل نکل آیا۔ جو سنہ ۱۹۲۶ء میں ۶،۳۳،۰۰۰ ٹن سالانہ تک پہنچ گیا۔ اسے صاف کرنے کے لیے وہاں ایک ریفائنری بنا دی گئی۔ سنہ ۱۹۵۶ء میں یہ تیل بہت کم ہو گیا ہے۔

اِن ریاستوں سے ربڑ بھی حاصل ہوتا ہے۔ سنہ ۱۹۶۰ء میں ۵۰ ہزار ٹن ربڑ برآمد ہوا تھا۔ تفصیل کے لیے یہ جدول دیکھیے۔

جنس (سنہ ۱۹۶۰ء)	سراوک	صباح	برُونی
چاول کی پیداوار		۴۲ ہزار ٹن	۴۸۲۰ ٹن

ربڑ (برآمد)	۵۰ ہزار ٹن	۲۲۰۳۴ ٹن	۱۰۲۳ ٹن
ٹیک وغیرہ (برآمد)	۴ کروڑ ۳۶ لاکھ ڈالر	نو کروڑ ۷ لاکھ ڈالر	۱۷ لاکھ ڈالر

اِن اجناس کے علاوہ وہاں نیشکر، تمباکو، تیل کے بیج اور کچھ معدنیات بھی ہیں

ماخذ :-

۱ - کامپٹن " ملیشیا "

۲ - ہینڈبک صفحہ ۱۸۰

۳ - ساؤتھ ایسٹ ایشیا مـ۶۶۲

۴۴ - نائیجر

یہ ملک الجیریا کے جنوب اور نائیجیریا کے شمال میں واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۴ لاکھ ۹۰ ہزار مربع میل ہے۔ اور آبادی ۴۰ لاکھ۔ مسلمانوں کا تناسب ۸۹ فیصد ہے۔

نائیجر ایک دریا کا نام ہے جس کی لمبائی دو ہزار چھ سو میل ہے۔ یہ شمال کی طرف سے نائیجیریا میں داخل ہو کر نیچے سمندر میں جا گرتا ہے۔ اس ملک میں شہر بہت کم اور دیہات بہت زیادہ ہیں۔ جو اندازاً پانچ لاکھ مربع میل میں پھیلے ہوئے ہیں۔ تعلیم بہت کم ہے اور درس گاہوں کا قحط۔ چونکہ یہ سمندر سے بہت دور ہے۔ اس لیے وہاں تک پہنچنا دشوار ہے۔

تاریخ

تاریخ میں نائیجر کا ذکر پہلی دفعہ بطلیموس کے ہاں ملتا ہے (اسلام اِن افریقہ صہ ۲۹۱) وہ لکھتا ہے کہ رومہ کے بعض مہم جُو صحرا کے جنوب میں ایک کہستانی علاقے تک گئے تھے۔ جس سے مُراد غالباً نائیجر ہے۔ ساتویں صدی میلادی میں ںکاتو کی سلطنت کی بنیاد دریائے نائیجر کے ایک ساحلی شہر گاؤ (GAO) میں ڈالی گئی تھی۔ بعد میں وہاں چھوٹی

چھوٹی قبائلی ریاستیں قائم ہوگئیں، جو انیسویں صدی تک زندہ رہیں۔ انیسویں صدی کے آغاز سے وہاں یورپی جانے لگے۔ ۱۸۰۶ء میں وہاں ایک سکاچ جانکلا۔ جسے قبائلیوں نے مار ڈالا۔ بعد میں کئی جرمن وہاں گئے۔ ۱۸۹۰ء میں فرانسیسی جانے لگے۔ اور وہاں فوجی اڈے بنالیے۔ پہلے وہاں فرانس کی کمپنیاں حکومت کرتی تھیں۔ ۱۹۲۱ء میں فرانس کی حکومت نے ملک کا نظم ونسق سنبھال لیا۔ فرانس کے مظالم اور لوٹ مار سے ملک میں جلد بے چینی پیدا ہوگئی اور آزادی کی تحریک شروع ہوگئی۔ بالآخر ۳ اگست ۱۹۶۰ء کو یہ ملک آزاد ہوگیا۔ وہاں صدارتی طرز کی حکومت ہوئی۔ آزادی کے وقت حمانی دیوری (HAMANI DIORI) صدر منتخب ہوا تھا۔ اور آج (کرنل سیلی کاؤنٹے) بھی وہی صدر ہے۔

مآخذ:۔

۱۔ اسلام ان افریقہ صفحہ ۴۸۹

۲۔ ہینڈ بک صفحہ ۲۰۵

۴۵۔ نائیجیریا

۔ نائیجیریا کا رقبہ ۳۵۶۰۹۲ مربع میل ہے اور آبادی ۱۹۷۳ء تقریباً سات کروڑ جس میں ۵۶ فیصد مُسلم ہیں۔ اِس کے شمال میں لیبیا و الجیریا، جنوب میں سمندر، مشرق میں کیمرون، چاڈ اور مغرب میں ڈہومی ہے۔ آبادی کی اکثریت مقامی قبائل پر مشتمل ہے۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ اکونہ گوناس، ایفک، ابی بیاس، گواس، ہوسہ اور فولا۔ ملک میں کئی درجن زبانیں بولی جاتی ہیں۔ دفتری زبان عربی ہے۔ وہاں کی پیداوار مونگ پھلی، کپاس، مکئی، کوئلہ، ٹین کھجور کا تیل، کوکو، ربڑ، فولاد اور چند دیگر معادن ہیں۔

تاریخ

ہم اس ملک کے متعلق صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ پندرہویں صدی میں وہاں پرتگالی جا نکلے تھے۔ سترھویں صدی میں ملک کے بیشتر حصوں پر بینن کی حکومت تھی۔ اور سمندر کے قریب ہر قبیلے کا رئیس جُدا جُدا تھا۔ اِسی صدی میں برطانوی بھی وہاں جا پہنچے۔ جا بجا تجارتی مرکز قائم کرلیے۔ اور تقریباً سو سال کے عرصے میں باقی تمام اقوام کو ملک سے باہر نکال دیا۔ ۱۸۸۰ء میں وہاں دو فرانسیسی تجارتی کمپنیاں ساحل پر کام کرنے لگیں۔ لیکن ۱۸۸۴ء میں برطانیہ نے اِن کے تمام حصص خرید کر انہیں ختم کر دیا۔ اُس وقت اندرونِ ملک میں کئی مُسلم سلاطین کی

حکومت تھی۔ انہیں آہستہ آہستہ برطانیہ نے نوابانِ بے ملک بنا کر رکھ دیا اور ۱۹۰۲ء تک سارے ملک پر چھا گیا اور جن سلاطین یا قبائل نے مزاحمت کی انہیں کچل ڈالا۔

۱۹۵۷ء میں یہاں تیل بھی نکل آیا جس کی پیداوار ۱۹۵۸ء میں چار ہزار بیرل روزانہ تک پہنچ گئی تھی۔ ۱۹۶۶ء میں سارے سال کی پیداوار دو کروڑ ٹن تھی۔ اور اب (۱۹۶۴ء) دس کروڑ ٹن سالانہ۔

طویل اور صبر آزما جدوجہد کے بعد یکم اکتوبر ۱۹۶۰ء کو یہ ملک آزاد ہو گیا۔ اور سات دِن بعد اقوامِ متحدہ کا ممبر بن گیا۔ الحاج سر ابو بکر تفاوہ بلیوہ نائیجیریا کا پہلا وزیرِ اعظم تھا۔ جسے ۱۹۶۶ء میں چند انقلابی فوجیوں نے قتل کر دیا۔ ملک کے مشرق میں عیسائیوں کا ایک قبیلہ ابیو آباد تھا جس نے بغاوت کر دی اور بیافرا کے نام سے ایک ریاست بنالی۔ جو تقریباً تین سال تک زندہ رہی اور پھر اُسے حکومت نے مٹا دیا۔

مآخذ

۱۔ اسلام اِن افریقہ صہ ۳۸۲
۲۔ ہینڈ بک صہ ۲۰۶
۳۔ کامپٹن ج ۱۶ صہ ۲۸۶
۴۔ بک آف نالج ج ۱۴ صفحہ ۴۲۹۲

۴۶۔ یمن

یمن عرب کا سب سے زیادہ سرسبز، آباد اور متمدن صُوبہ ہے۔ اس کا رقبہ ۷۷ ہزار مربع میل ہے اور آبادی (۱۹۷۱ء) ۵۹ لاکھ۔ اس کے شمال میں سعودی عرب، جنوب میں ریاست عدن، مشرق میں حضرموت اور مغرب میں قلزم ہے۔

تاریخ

اس کی تاریخ نہایت قدیم ہے۔ جو آج کتبوں، کھدائیوں اور قدیم تحریروں سے مرتب ہو رہی ہے۔ اس کے قدیم ترین باشندے عادِ اُولیٰ تھے۔ عاد سام کی پشت سے تھا۔ عاد بن عوض بن ارم بن سام۔ اس کا زمانہ مسیح سے کوئی ساڑھے تین ہزار سال پہلے تھا۔ اور یہ لوگ ظہورِ مُوسیٰ علیہ السلام سے پہلے اپنا وقار کھو چکے تھے۔ ان کے سیاسی عروج کا زمانہ غالباً ۲۲۰۰ ق م اور ۱۷۰۰ ق م کے درمیان تھا۔ ابنِ خلدون کہتا ہے۔

اِنّ قومَ عادٍ والعمالقۃ ملکوا العراق۔

(کتاب العبر ج ۲ صفحہ ۲۵۹، مصر)

(کہ قوم عاد اور عمالقہ نے عراق پر بھی حکومت کی تھی) عمالقہ عاد ہی کا ایک نام تھا ان کا عرصۂ حکومت ہزار دو سو سال کے قریب تھا۔ بعض تاریخ نگار سموآبی اور حمورابی کو قوم

عاد کا بادشاہ سمجھتے ہیں۔

(ارض القرآن ج ۱ صفحہ ۱۴۲)

مصر کے چرواہے بادشاہ (دیکھئے ۱۴ مصر) جو فراعین کے سولہویں، سترھویں اور اٹھارویں خاندان کہلاتے تھے۔ عاد ہی میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت ہُود علیہ السلام انہی کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔

ثمود

ثمود یا عادِ ثانیہ عاد اولیٰ کی اولاد تھے۔ جو ہزار ہا سال کی نقل و حرکت کے بعد نواحِ مدین (شمالی عرب) میں آباد ہو گئے تھے۔ اِن کے مشہور شہر مدائن صالح اور وادی القُرٰے (کئی بستیوں کا جھنڈ) یہ پہاڑوں کو کاٹ کر گھر بناتے نیز میدانوں میں عمارات تعمیر کرتے تھے۔ حضرتِ صالح علیہ السلام انہی کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ مؤرخینِ یونان و روم میں سے ڈایڈورس (۸۰ ق م) پلینی (۷۹ء) اور بطلیموس (۱۵۰ء) نے ثمود کا ذکر کیا ہے۔

(ارض القرآن ج ۱ صفحہ ۱۹۸)

یونان کا ایک مصنف یورے نس (URANUS) لکھتا ہے (ایضاً ص ۱۹۸)

کہ جب رومیوں نے جسٹی نین اوّل (۵۲۷ - ۵۶۵) کے زمانے میں شمالی عرب پر قبضہ کیا تو کچھ ثمودی بھی اُن کی فوج میں بھرتی ہو گئے۔ لیکن جب اسلامی افواج وادی القریٰ میں پہنچیں تو وہاں ثمود کا نام و نشان تک نہ تھا۔

جُرہم

جُرہم دو تھے۔ اُولیٰ و ثانیہ، جُرہم اُولیٰ عادِ اولیٰ کا معاصر تھا۔ اور ممکن ہے کہ یہ

دونوں ہم معنی الفاظ ہوں۔ جُرہم ثانیہ، قحطان[1] کا بیٹا اور حضرت اسمٰعیلؑ (۱۹۰۰ ق م) معاصر تھا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی شادی بنو جُرہم ہی میں ہوئی تھی۔

مُعین

مُعین یمن کی ایک آبادی تھی۔ حضرموت اور صنعاء کے درمیان۔ اس کا ذکر سب سے پہلے آٹھویں صدی ق م کے قریب اسفارِ یہود میں ملتا ہے۔ اور چھ سو برس بعد یونان کے ایک مؤرخ ایراٹاستھنی (ERATOSTHE - NEE) نے بھی جو یونانیوں کے عہد میں کتب خانہ اسکندریہ کا ناظم تھا۔ اس کا ذکر کیا ہے۔ (ارض۔ ج ۱۔ صد ۲۰۷)

اس کی تاریخی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے سب سے زیادہ کام دو یورپینوں نے کیا ہے۔ اوّل گلازر (GLASER) جو آسٹریا کا رہنے والا تھا۔ اس کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی تھی۔ اور دوم ہالوے (HALYEY) ایک برطانوی ماہر آثار نے جو ۱۸۶۹ء میں عازمِ یمن ہوا تھا۔ ان دونوں نے کئی سو آثار و کتبات کی مدد سے مُعین کی تاریخِ ظہور و عروج لکھی تھی۔ اور بتایا تھا کہ مُعین کا عروج ۷۰۰ ۔ ۱۴۰۰ ق م کے درمیان ہوا تھا اور یہ عروج سبا

---

[1] قحطان غالباً بائیبل (پیدائش ۲۵/۱۰) کا یقطان ہے۔ اسے جنوبی عرب کے قبائل کا جدّ اوّل سمجھا جاتا ہے۔ سبا اسی کی پُشت میں سے تھا۔ اس کی اولاد میں سے ایک حمیر تھا اور ایک کہلان۔ حمیری یمن ہی میں آباد ہو گئے تھے۔ اور کہلانی وسطی و شمالی عرب کی طرف چلے گئے تھے۔ طے، ازد، ہمدان، اوس، خزرج، طلب، غسان، لخم، کندہ وغیرہ کہلانی تھے (کنساز صد ۴۳۰)

سے کچھ پہلے کا واقعہ ہے ۔

مُعین ایک سرسبز خطہ تھا۔ اِس کا اہم شہر قرن تھا جس کی طرف حضرت اُویس منسوب تھے ۔ لوگ تاجر پیشہ اور آسودہ حال تھے ۔ آثار وکتبات سے اِن کے ۲۲ سلاطین کے نام ملتے ہیں۔ مثلاً ایل صادق، خالی کرب، ابی یفع، تبع کرب وغیرہ ۔ پوری فہرست ارض (ج ا صہ ۲۱۹) میں دیکھئے ۔

یعرُب

قحطان کے دو بیٹے تھے ۔ جُرہم ثانی اور یعرب (بائیبل میں یارح) یعرب یمن کا پہلا بادشاہ تھا اور جرہم حجاز کا ۔ سبا یعرب کا بیٹا اور بروایتے پوتا تھا ۔

سبا

سبا کے متعلق ہم تفصیلی بحث "۱۶ جنوبی یمن" کے تحت کر چکے ہیں اُس کا ملخص یہ کہ سبا کی سیاسی تاریخ کئی ادوار سے گزری ہے ۔ پہلا دور ۱۱۰۰ قم سے ۵۵۰ قم تک تھا ۔ دُوسرا ۵۵۰ قم سے ۱۱۵ قم تک اور تیسرا ۱۱۵ قم سے ۳۰۰ میلادی تک ۔

اس کے بعد تبابعہ کا زمانہ آیا جو ۵۲۵ء تک رہا ۔ پھر نجاشی نے ۵۲۵ء میں یمن پر قبضہ کر لیا اور یمن ۵۰ برس تک حبشہ کا ایک صوبہ بنا رہا ۔ بعد ازاں حمیری خاندان کے ایک فرد سیف بن ذی یزن نے کسریٰ کی مدد سے ۵۷۵ء میں کھویا ہوا دفا حاصل کر لیا ۔ جب ۶۳۰ء میں حضورؐ نے مکہ کو فتح کیا تو بہت سے قبائلِ یمن مسلمان ہو گئے ۔ اور انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں وفد بھیج کر معلم اور عامل طلب کیے ۔ حضورؐ[1] نے حضرت ابُو موسیٰؓ اشعری کو عدن اور زبید

---

[1] البلاذری: فتوح البلدان صفحہ ۱۰۶ ۔ انگریزی ترجمہ از حتی ۔ بیروت ۱۹۶۶ء ۔

کا، حضرتِ معاذ بن جبل کو جند کا اور عمرو بن حزم انصاری کو نجران کا عامل بنادیا۔
اِس کے بعد یمن کن سیاسی انقلابات سے گزرا۔ جدولِ ذیل ملاحظہ فرمائیے:

خاندان	تعدادِ سلاطین	از تا	کیفیت
خلفائے راشدین اموی و عباسی	-	۸ھ تا ۲۰۴ھ	جب شمالی افریقہ اور خراسان میں خود مختار خاندانوں کا سلسلہ شروع ہوگیا تو یمن میں بھی یہ بیماری پھوٹ پڑی اور سب سے پہلے زبید کے بنو زیاد نے آزادی کا اعلان کیا۔
بنو زیاد (زبید)	۹	۲۰۴ھ تا ۴۰۹ھ	
بنو یعفور (صنعا)	۱۰	۲۴۷ تا ۳۸۷ھ	
بنو نجاح (زبید)	۸	۴۱۲ھ تا ۴۵۲ھ	نجاح بنو زیاد کے آخری بادشاہ کا غلام تھا۔
بنو صُلیح (صنعا)	۳	۴۲۹ھ تا ۴۹۲ھ	اس سلسلے کو بنو ہمدان نے ختم کیا تھا۔
بنو ہمدان (صنعا)	۸	۴۹۲ھ تا ۵۶۹ھ	اس سلسلے کو ایوبیوں نے ختم کیا تھا۔
بنو مہدی (زبید)	۳	۵۵۴ھ تا ۵۶۹ھ	علی بن مہدی تہامہ کا ایک صوفی اور مدعیِ نبوت اِس سلسلے کا بانی تھا۔
بنو زریع (صنعا)	۸	۴۷۶ھ تا ۵۶۹ھ	
ایوبی (یمن)	۶	۵۶۹ھ تا ۶۲۵ھ	اسے رسولیوں نے ختم کیا تھا۔
رسولی (")	۱۷	۶۲۶ھ تا ۸۵۵ھ	اسے بنو طاہر نے ختم کیا تھا۔
بنو طاہر (")	۴	۸۵۰ھ تا ۹۲۳ھ	انہیں ترکانِ عثمانی نے ختم کیا تھا۔

اماماں رسی (یمن)	۱۵	۲۸۰ھ تا ...ھ	مامون کے زمانے میں صعدہ (یمن) میں ایک شخص القاسم ترجمان الدین نے دعوئ نبوت کیا تھا اور ایک سلسلے کا بانی بھی تھا۔
امامان (صنعا)	نامعلوم	۱۰۰۰ تا ۱۹۶۲	یہ خاندان ۱۹۶۲ء تک یمن پر حکومت کرتا رہا۔ پہلے یہ کچھ آزاد سا تھا لیکن یمن پر ۱۵۲۰ء (۹۲۵ھ) میں عثمانی قبضہ کے بعد اس کا اقتدار برائے نام رہ گیا۔

پہلی جنگ عظیم میں شکست کھانے کے بعد ۱۹۱۸ء میں ترک یمن کو چھوڑ گئے۔ اور یمن کسی حد تک آزاد ہو گیا۔ اس وقت یمن پر یحییٰ کی حکومت تھی۔ اس کا زمانہ حکومت ۱۹۰۰ء سے ۱۹۴۸ء تک تھا۔ ۱۹۴۸ء میں اس کے وزیر سید عبداللہ بن احمد الوزیر نے بادشاہ کو قتل کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ اس پر یحییٰ کے ایک فرزند سیف الاسلام احمد نے جو اس وقت تعز کا کمانڈر تھا۔ کچھ فوج جمع کر کے صنعا پر قبضہ کر لیا۔ اور وزیر کو موت کی سزا دی۔ ۱۹۵۸ء میں مصر و یمن کا الحاق ہو گیا۔ لیکن یہ جلد ہی ختم ہو گیا۔ ۱۹۶۲ء میں ایک فوجی انقلاب نے یحییٰ کی اولاد سے اقتدار چھین لیا۔ نومبر ۱۹۶۷ء میں قاضی عبدالرحمٰن داریانی منصب صدارت پر فائز ہوئے۔ اور آج اپریل ۱۹۷۴ء تک وہی صدر ہیں۔

ماخذ :- ۱۔ کامبٹن ج ۲۲ صفحہ ۲۴۱   ۲۔ ارض القرآن ج ا صفحہ ۲۹ تا آخر

۳۔ کنساز صفحہ ۵۶۵   ۴۔ مڈل ایسٹ صفحہ ۹۶

۵۔ سلاطین اسلام صفحہ ۱۰۹ - ۱۲۶   ۶۔ ابن خلدون، کتاب العبر ج ۲ صفحہ ۲۵۹
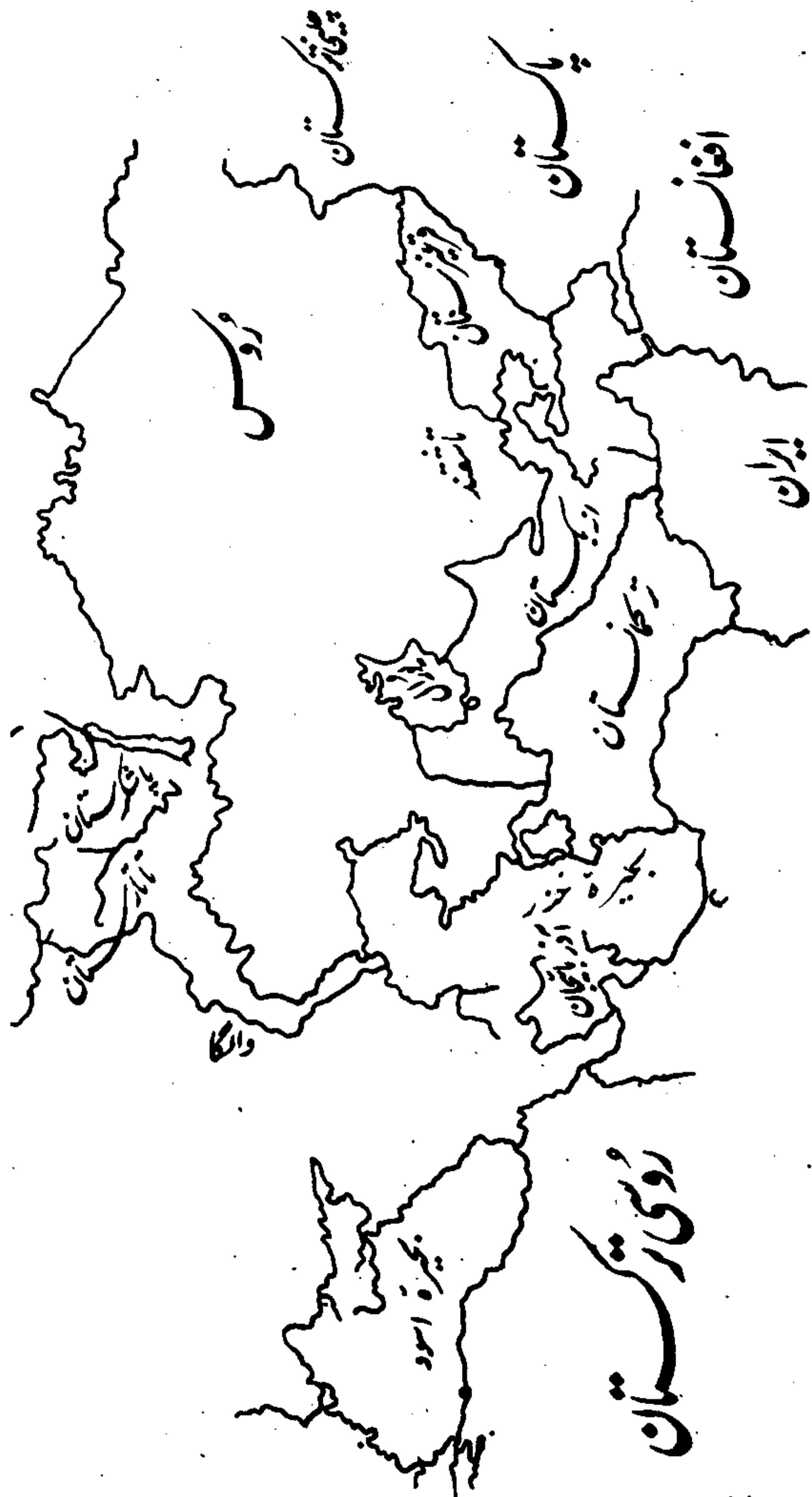
روس
چینی ترکستان
قرغیزستان
تاشقند
پاکستان
افغانستان
ایران
ترکمانستان
ازبکستان
آذربائیجان
بحیرۂ اسود
روسی ترکستان

۴۷۔ رُوس کی مُسلم ریاستیں

رُوس کی برلئے نام مُسلم ریاستیں اس حد تک رُوس کی ملحدانہ گرفت میں ہیں کہ ۱۹۱۸ء کے اشتراکی انقلاب کے بعد برسوں انکی مساجد بند رہیں۔ دینی مدارس ختم کر دیئے گئے۔ عربی رسم الخط کو پہلے لاطینی پھر روسی میں بدل دیا گیا۔ اور مسلمانوں پر قدغن لگا دی گئی کہ وہ مردم شماری کے کاغذات میں اپنا مذہب نہیں لکھوا سکتے۔ گو آج یہ داخلی طور پر قدرے آزاد ہیں لیکن اِن کے امورِ خارجہ، تجارت اور اقتصادیات بدستور مرکزی حکومت کی گرفت میں ہیں اِن حالات میں اِن ریاستوں کو آزاد مُسلم ریاستوں میں شمار کرنا درست نہ تھا۔ اس لیے اِن کا ذکر عنوانِ بالا کے تحت جداگانہ کرنا پڑا تھا۔

یہ ریاستیں جنوب مغربی رُوس میں واقع ہیں۔ شمال میں سٹالن گراڈ، نواحی علاقہ اور قفقاز جنوب میں ایران، افغانستان، مشرق میں چین اور صحرائے گوبی، مغرب میں ترکی اور رُوسی اضلاع۔ ان کا مجموعی رقبہ ۲۱ لاکھ مربع میل کے قریب ہے اور آبادی اندازاً چھ کروڑ۔ چونکہ رُوس میں مذہب کا اظہار جرم ہے۔ اس لیے یہ کسی کو معلوم نہیں کہ ان میں مسلمان

لہ تاریخ سلطنتِ روس صفحہ ۲۷

کتنے ہیں۔ اندازہ یہ ہے کہ ان کا تناسب ستر فیصد سے کم نہیں ہوگا۔

مسلم اکثریت کے علاقے چار ہی ہیں۔ ترکستان، جنوبی والگا، آذربیجان اور ارمینیہ۔

ترکستان

ترکستان دو ہیں، روسی اور چینی۔ چینی ترکستان کا رقبہ ساڑھے پانچ لاکھ مربع میل ہے اور آبادی ۲۰ لاکھ کے قریب۔ کاشغر اور ختن اس کے مشہور شہر ہیں، ترکستان کے قدیم باشندے آریا کہلاتے تھے۔ یہ لوگ اڑھائی ہزار سال قبل مسیح میں اپنے وطن سے نکلے کچھ ہندوستان کی طرف بڑھے اور کچھ ایشیائے صغیر سے ہوتے ہوئے مشرقی یورپ میں داخل ہو گئے اور یہ سلسلہ صدیوں جاری رہا۔ جب[1] ۱۶۵ - ۱۷۰ ق م کے درمیان چند وحشی قبائل لوٹ مار کرتے ہوئے منگولیا میں داخل ہوئے تو انہوں نے وہاں کے ایک بڑے قبیلے یوچی کو باہر دھکیل دیا۔ یہ لوگ دو قافلوں میں بٹ گئے۔ ایک نے وادیٔ سندھ کا رخ کیا اور دوسرا چینی ترکستان میں آباد ہوگیا۔ ان کے آنے سے وہاں کے آریے پامیر اور ختن کی طرف چل دیے۔ کاشغر پر چین کا قبضہ ۱۲۰ ق م کے قریب ہوا تھا۔ بعد میں وہاں کیا ہوا۔ ہمیں معلوم نہیں۔ بعد کے کچھ واقعات کا علم اُن چینی سیاحوں کی تحریروں سے ہوتا ہے۔ جو پانچویں، چھٹی اور ساتویں صدی میلادی میں وہاں سے گزرے تھے۔ ان کے نام ہیں

فاہیان ۳۹۹ - ۴۱۵ء۔ ہوئی سان ۵۱۸ - ۵۲۱ء۔ اور ہیون سانگ ۶۲۹ - ۶۴۵ء

۷۱۲ء میں مسلمان کاشغر کی طرف بڑھے اور بعض اضلاع پر قابض ہو گئے۔

۹۰۰ء میں تبت نے کاشغر کو اپنی قلمرو کا ایک صوبہ بنالیا۔ گیارھویں صدی میں تاری

---

[1] برطانیکا ج ۲۲ ص ۶۲۰

مشرق کی طرف سے آتے۔ اور کاشغر سے بحیرۂ ارل تک سارے ترکستان پر چھا گئے چودھویں صدی میں ایک ترک سردار تغلق تیمور نے اسلام قبول کر کے کاشغر کو دارالحکومت بنالیا لیکن اس کے لڑکے کا دارالحکومت سمرقند تھا۔ ۱۴ ویں اور ۱۵ ویں صدی میں بخارا وسمرقند اسلامی علوم وفنون کے مرکز بن گئے۔ کاشغر میں کبھی مسلمان غالب آجاتے۔ اور کبھی چینی۔ بالآخر ۱۸۷۷ء میں چین مستقلاً قابض ہوگیا اور ۱۸۸۱ء میں اس کا نام سن کیانگ رکھ دیا۔

(۲) مغربی ترکستان تو وہاں چھوٹی بڑی متعدد قبائلی ریاستیں تھیں جن پر بہ تفصیل ذیل روس قابض ہوگیا۔

علاقہ	تاریخ یا سال قبضہ
قازان	۱۵۵۲ء
کریمیا	۱۷۸۱ء
تاشقند	۱۸۶۵ء
بخارا	۱۸۶۸ء
خیوا	۱۸۷۳ء
ترکمانستان	۱۸۸۰ء۔ ۱۸۸۴ء

۱۹۱۸ء میں جب لینن نے اقتدار پر قبضہ کیا تو بہت سے خطّے مثلاً قازان، باشقیریا، یوکرائن، بخارا، آذربیجان وغیرہ نے آزادی کا اعلان کردیا۔ اس پر اشتراکی فوجیں آگے بڑھیں اور تمام آزاد علاقوں کو دو سال میں پھر محکوم بنالیا۔ ۱۹۲۳ء میں روس نے ترکستان کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں یعنی ازبکستان، تاجکستان وغیرہ میں بانٹ کر اس کی وحدت کو ختم کردیا۔

(تاریخ سلطنت مسلمانانِ روس صفحہ ۳۱)

اِن علاقوں کی سیاسی تاریخ سے ہم پوری طرح آگاہ نہیں۔ وہاں گزشتہ تیرہ سو سال میں کون کون سے خاندان برسرِ اقتدار آئے اور کب تک رہے۔ ہم نہیں جانتے ہم صرف چند خاندانوں سے آگاہ ہیں، یعنی۔

خاندان	مقام حکومت	سلاطین تعداد	از تا	کیفیت
سامانی	بخارا	۱۰	۸۷۴ء تا ۹۹۹ء	سے تاتاریوں نے [illegible] کیا
بنوساج	آذربیجان	۴	۸۷۹ء تا ۹۳۰ء	اسے عباسیوں نے [illegible]
ایل خانی	مختلف	۲۴	۹۲۰ء تا ۱۱۶۵ء	
خوارزم شاہی	خوارزم	۸	۱۰۷۷ء تا ۱۲۳۱ء	تاتاریوں نے تباہ کیا
شاہانِ ارمینیہ	ارمینیہ	۸	۱۱۰۰ء تا ۱۲۰۷ء	انہیں ایوبیوں نے ختم کیا
اتابک	آذربیجان	۵	۱۱۳۶ء تا ۱۲۲۵ء	خوارزم شاہیوں نے ختم کر[illegible]
تیموری	سمرقند	۱۰	۱۳۶۹ء تا ۱۵۰۰ء	تیمور کی سلطنت [illegible] انقرہ تک تھی
شیبانی	خیوہ، سمرقند، بخارا	۲۰	۱۵۰۰ء تا ۱۵۹۹ء	ان کی تین شاخیں بخارا، خیوہ اور سمرقند پر حکمران تھیں۔
اُمرائے جانی	سمرقند	۱۱	۱۵۹۹ء تا ۱۷۸۵ء	اسے امرائے منگیت نے ختم کیا
اُمرائے منگیت	بخارا	۶	۱۷۸۵ء تا ۱۸۶۸ء	رُوس نے قبضہ کر لیا
خانانِ خیوہ	خیوہ	۳۶	۱۵۱۵ء تا ۱۸۷۲ء	" " " "
خانانِ خوقند	فرغانہ و تاشقند	۱۸	۱۷۰۰ء تا ۱۸۷۶ء	" " " "

سوویٹ یونین کی اسلامی ریاستیں

اس وقت سوویٹ یونین میں پندرہ نیم آزاد جمہوریتیں ہیں۔ چونکہ ر ن یہاں، کسی مذہب کی پیروی جرم ہے۔ اس لیے یہ معلوم کرنا دشوار ہے کہ ان میں سے کون سی اسلامی ریاست ہے اور اس میں مسلمانوں کا تناسب کیا ہے؟ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ درج ذیل جمہوریتیں اسلامی ہیں۔ ان کی آبادی اور رقبے کی تفصیل اس جدول میں دیکھیے۔

ریاست	رقبہ مربع میل	آبادی ۱۹۶۹ء	سال تشکیل
قزاقستان	۱۸ر لاکھ	ایک کروڑ چوبیس لاکھ	۱۹۳۶ء
ازبکستان	۳ر لاکھ	ایک کروڑ ۸ لاکھ	۱۹۱۹ء
تاجکستان	۹۲ ہزار	۲۶½ لاکھ	۱۹۲۹ء
ترکمان	ایک لاکھ ۸۸ ہزار	۲۰ لاکھ	۱۹۲۴ء
قرغیزستان	ایک لاکھ ۳۲ ہزار	۲۷ لاکھ	۱۹۲۴ء
باشقیرستان	۵۹ ہزار	۳۰ لاکھ	۱۹۲۴ء یہ والگا کے مغرب میں ہے
تاتاریہ	۲۷ لاکھ	۲۹ لاکھ	۱۹۲۴ء " " " "
جارجیا	ساڑھے چار لاکھ	۲۶ لاکھ	۱۹۲۱ء
آذربیجان	۵۸ ہزار	۴۸ لاکھ	۱۹۲۰ء
آرمینیہ	۲۰ ہزار	۲۳ لاکھ ۱۹۲۰ء	(آج کا سوویٹ یونین
میزان	۳۱,۲۶,۰۰۰	۴,۶۱,۵۰۰۰۰	طبع کراچی اور برطانیکا)

یہ ریاستیں نہایت شاداب زرخیز اور معدنی دولت سے مالا مال ہیں۔ یہاں کپاس گندم، پھل، کوئلہ، گیس، سیسہ، سونا، چاندی کے علاوہ ۵۰ کروڑ ٹن کے قریب سالانہ تیل نکلتا ہے۔ اِن ریاستوں کے لوگ آزادی کے لیے پھڑک رہے ہیں، لیکن ؏

دِل شاہیں نمی سوزد
برآں مُرغے کہ درچنگ است

ان ریاستوں کی آبادی اندازاً چھ کروڑ کے لگ بھگ ہے۔

مآخذ :۔

۱۔ برطانیکا ج ۲۲ صفحہ ۶۲۰
۲۔ کامپٹن ج ۲۲ صفحہ ۲۹۷
۳۔ سلاطینِ اسلام
۴۔ تاریخ سلطنتِ مسلمانانِ رُوس

کتابیات

۱۔ انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل افیئرز — دی مڈل ایسٹ آکسفورڈ یونیورسٹی ۱۹۵۰ء

۲۔ محمود بریلوی — اسلام اِن افریقہ، لاہور ۱۹۶۴ء

۳۔ پیٹر مینسفیلڈ (PETER MANSFIELD) ناصر کا مصر، انگلینڈ ۱۹۶۵ء

۴۔ انعام اللہ خاں — ECONOMIC RESOURCES OF MUSLIM COUNTRIES, کراچی ۱۹۶۴ء

۵۔ سی سمتھ — انڈونیشیا۔ اردو ترجمہ از ابوالحسن نغمی لاہور ۱۹۶۴ء

۶۔ گارڈن سٹوویل (STOWELL) دی بک آف نالج۔ لنڈن

۷۔ والٹر ایچ میلوری (MELLORY) پولٹیکل ہینڈ بک اینڈ اٹلس آف دی ورلڈ نیو یارک ۱۹۶۳ء

۸۔ انعام الحق — اسلامک بلاک کراچی ۱۹۶۴ء

۹۔ جارج خیر اللہ — عربیاری بارن۔ میکسیکو ۱۹۵۲ء

۱۰۔ جارج اینٹونیس — دی عرب اویکننگ، بیروت ۱۹۳۸ء

۱۱۔ سر پرسی سیکس — ہسٹری آف پرشیا لنڈن ۱۹۲۹ء

۱۲۔ ایف جے پیڈلر — اکنامک جیوگرافی آف ویسٹ افریقہ لنڈن ۱۹۵۵ء
۱۳۔ ایف ڈبلیو فرنانڈ — مسلمز آن دی مارچ لنڈن ۱۹۵۵ء
۱۴۔ محکمہ اطلاعات سعودی عرب — فیصل سپیکس۔ ریاض ۱۹۶۹ء
۱۵۔ انگس ہملٹن — افغانستان لنڈن ۱۹۰۶ء
۱۶۔ انسائیکلوپیڈیا برطانیکا — انگلستان ۱۹۲۹ء
۱۷۔ ولیم سمتھ — اے ڈکشنری آف دی بائیبل
ریاستہائے متحدہ امریکہ۔ پہلا ایڈیشن
۱۸۔ مختلف مصنفین — کنسائز انسائیکلوپیڈیا آف عربک سویلزیشن
ہالینڈ ۱۹۵۹ء
۱۹۔ والٹر فٹز جیرالڈ — افریقہ۔ لنڈن ۱۹۵۰ء
۲۰۔ مختلف — کمپینین ٹو بائیبل۔ کیمبرج ۱۸۹۲ء
۲۱۔ جے ڈی۔ ڈگلس — دی نیو ڈکشنری آف دی بائیبل لنڈن ۱۹۶۳ء
۲۲۔ مختلف — کامپٹن۔ انسائیکلوپیڈیا لنڈن ۱۹۶۳ء
۲۳۔ مختلف — دی نیو کیکسٹن انسائیکلوپیڈیا لنڈن ۱۹۶۹ء
۲۴۔ افغانستان کی حکومت — افغانستان۔ کابل ۱۹۷۱ء
۲۵۔ چارلس اے فشر — ساؤتھ ایسٹ ایشیا لنڈن ۱۹۶۴ء
۲۶۔ ایشیا پبلشنگ ہاؤس بمبئی — ۱۰۰ گریٹ لائیوز (Lives)
۲۷۔ مجم دار — ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا۔ لنڈن ۱۹۵۸ء
۲۸۔ البلاذری۔ انگریزی — فتوح البلدان
ترجمہ: از فلپ۔ کے حتی — بیروت ۱۹۶۶ء

۲۹۔ ولیم۔ ایل لینگر — انسائیکلوپیڈیا۔ تاریخ عالم
اردو ترجمہ، از مولانا غلام رسول مہر۔ لاہور ۱۹۵۸ء

۳۰۔ محمد قاسم — تاریخ فرشتہ۔ لکھنؤ ۱۸۶۷ء

۳۱۔ نجلا۔ عزیز الدین — عرب دنیا۔ مکتبہ جدید
اردو ترجمہ (ڈاکٹر محمود حسین) — لاہور ۱۹۶۰ء

۳۲۔ زاہد حسین انجم — عالمی معلومات۔ لاہور ۱۹۷۳ء

۳۳۔ حفظ الرحمٰن سیوہاروی — قصص القرآن۔ دہلی ۱۹۵۲ء

۳۴۔ نامعلوم۔ بفرمائش حاجی عبدالستار — نسب نامہ رسول مقبول۔ لاہور

۳۵۔ ارمان سرحدی — انقلابات عالم۔ لاہور ۱۹۶۰ء

۳۶۔ سید سلیمان ندوی — ارض القرآن۔ اعظم گڑھ ۱۳۴۲ھ

۳۷۔ ایم۔ آر۔ برادرز — مطالعہ پاکستان۔ لاہور ۱۹۶۷ء

۳۸۔ ابن خلدون — کتاب العبر۔ مصر

۳۹۔ مزمل یاسین — تاریخ سلطنت مسلمانان روس، کراچی ۱۹۶۸ء

۴۰۔ حکومت روس — آج کا سوویٹ یونین۔ کراچی ۱۹۶۸ء

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

مصنّف کی دیگر تصانیف

۱ ــــ حکمائے عالم
۲ ــــ سلاطینِ اسلام
۳ ــــ فلسفیانِ اسلام
۴ ــــ دوقرآن
۵ ــــ اللہ کی عادت
۶ ــــ مورّخینِ اسلام
۷ ــــ جہانِ نو
۸ ــــ رمزِ ایماں
۹ ــــ اسلام اور عصرِ رواں
۱۰ ــــ حرفِ محرمانہ
۱۱ ــــ دو اسلام
۱۲ ــــ بھائی بھائی
۱۳ ــــ یورپ پر اسلام کے احسان
۱۴ ــــ ہماری عظیم تہذیب
۱۵ ــــ مسائلِ نو
۱۶ ــــ امام ابنِ تیمیہ (انگریزی)
۱۷ ــــ ہم اور ہمارے اسلاف
۱۸ ــــ امام ابنِ تیمیہ (اردو)
۱۹ ــــ لمعاتِ برق
۲۰ ــــ گلہائے ایران
۲۱ ــــ انفعال
۲۲ ــــ من کی دنیا
۲۳ ــــ دانشِ رومی و سعدی
۲۴ ــــ پیامِ ادب
۲۵ ــــ آئینِ فطرت
۲۶ ــــ حیاتِ سکندر
۲۷ ــــ دانشِ عرب و عجم
۲۸ ــــ تاریخ الحدیث

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com